www.KitaboSunnat.com

تاریخ حرمین شریفین

تصنیف

علامہ الحاج عباس کرارہ مصری

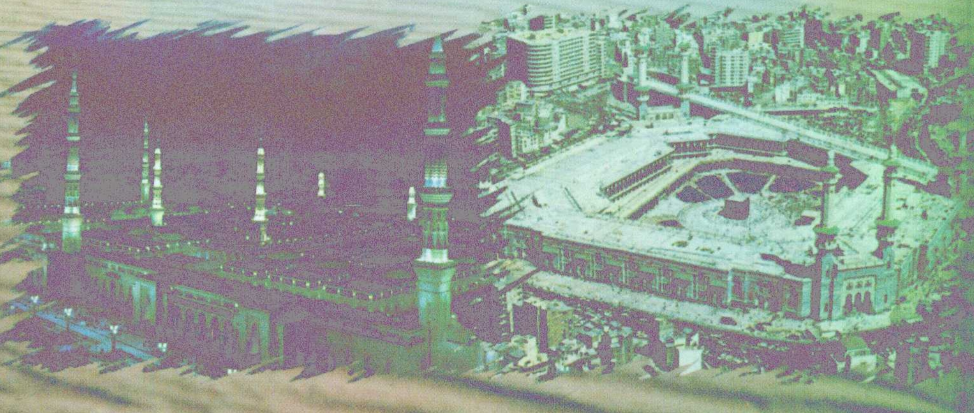

مکتبہ رحمانیہ

قرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

MAKTABA-E-REHMANIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ (آل عمران)

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلیے بغرض عبادت بنایا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے
جو باعثِ برکت ہے اور تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت ہے

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ (التوبہ)

وہ مسجد (مسجد نبوی) جس کی بنیاد روزِ اول سے تقویٰ پر ہے وہ زیادہ مستحق کہ آپ میں ملیں نماز پڑھیں

تاریخِ حرمین شریفین

حصہ اول تاریخِ حرمِ مکی

تصنیف: علامہ الحاج عباس کرارہ مصری

ترجمہ وحواشی: الفلاح بی۔ اے

www.KitaboSunnat.com

اس میں حرم مکی، خانہ کعبہ، مقام ابراہیم، چاہِ زمزم اور حرمِ مدنی، مسجدِ نبوی، روضۃ اطہر اور دیگر ملحقہ مقامات کی مکمل اور جامع تاریخ ہے

الناشر

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— حرم مکی

ترجمہ و حواشی ——— الفلاح بی۔ اے

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

قیمت ——— روپے

مطبع ——— فالکن پریس لاہور

صفحات ——— ۲۰۶

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر 16059

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

قابلِ صد احترام والدین کے نام
جن کی شبانہ روز مخلصانہ دعاؤں کی برکت سے
احقر العباد کو چند علمی گوہر دستیاب ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامینِ حرمِ مکیّ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ماٰخذ کتاب	۷	مسجد حرام کا اوّلین مؤذن	۴۲
آغازِ سخن	۱۱	مسجد حرام کا منبر	۴۴
مقدّمہ		فرشتوں کی حفاظتِ حرم	۵۰
حرمِ مکیّ ۔ مسجد الحرام	۱۷	قرآنِ پاک میں مسجد حرام کا ذکر	۵۲
مسجد الحرام کے اوصاف	۱۹	کعبہ شریف	۵۳
اوّل بیت کی تفسیر	۲۰	حضرت آدمؑ کا تعمیر کعبہ	۵۵
حدودِ حرم	۲۳	حضرت آدمؑ کا حج	//
مسجدِ حرام کی پیمائش	۲۵	فرشتوں کا طواف	۶۰
دارالندوہ کی پیمائش	۲۷	کعبہ شریف کا اندرونی حِصّہ	۶۱
تعظیم حرمِ شریف	۲۸		
چاہِ زمزم کی پیمائش	۲۷	کیفیت تعمیرِ ابراہیمؑ	۶۳
مسجدِ حرام کا ادارہ	۳۱	ابراہیمیؑ تعمیر کا بیان	۶۵
مسجد حرام کے دروازے	۳۳	خانہ کعبہ میں داخلہ کا بیان	۷۰
مسجد حرام کے گنبد	۳۸	خانہ کعبہ میں داخلہ کے آداب	۷۲
مسجد حرام کی تعمیر	۴۰	کعبہ شریف میں نماز	۷۶
مسجد حرام میں توسیعات	۳۹	کعبہ شریف کی چابی کا ذکر	۷۹
ملک عبدالعزیزؒ کی تعمیر	۴۰	دورِ جاہلیت میں غلافِ کعبہ کی رسم	۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ
کعبہ شریف کو معطر کرنا	۸۳
کعبہ شریف کو سونے سے آراستہ کرنا۔	۸۶
سونے سے مزین کرنے والا پہلا شخص۔	۸۸
مصلیٰ جبریلؑ	
بیت اللہ کی تعمیر و اصلاح	۹۳
شاذروان	۹۷
بابِ کعبہ شریف	۹۸
میزابِ رحمت	۹۹
بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمی	۱۰۳
بیت اللہ نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیانی زمانہ میں۔	۱۰۵
غلاف کعبہ کے اوقات	۱۰۶
حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کا مکہ میں قیام۔	۱۰۷
حضرت ابراہیمؑ کی دوبارہ مکہ میں آمد۔	۱۱۰
غلافِ کعبہ کی بیع کا حکم	۱۱۲
تعمیراتِ کعبہ شریف	۱۱۴

مضمون	صفحہ
کیفیت تعمیر ابن زبیرؓ	۱۲۰
کیفیت تعمیر قریش	۱۲۱
مطافِ کعبہ شریف	۱۲۲
خزانۂ کعبہ شریف	۱۲۵
کعبہ شریف کی پیمائش	۱۲۶
فضیلتِ کعبہ شریف	۱۲۷
بیت الحرام اور حرم کی فضیلت	۱۲۹
زیارتِ کعبہ کی فضیلت	۱۳۳
حطیم بیت اللہ میں شامل ہے	۱۳۴
طوافِ کعبہ کی فضیلت	۱۳۶
میزاب کعبہ کے پاس دعا اور نماز	۱۳۷
کعبہ کے اردگرد صف باندھنے والا۔	۱۳۸
غسل اندرونِ کعبہ شریف	۱۴۰
خانہ کعبہ کی دربانی	۱۴۲
حجرِ اسود	۱۴۶
تقبیلِ حجرِ اسود	۱۴۹
استلام حجرِ اسود اور تقبیل کی کیفیت	۱۵۳
استلام حجرِ اسود اور رکن یمانی کی فضیلت۔	۱۵۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کعبہ شریف	۱۵۹	سعی کا قدیمی میدان	۱۸۷
کعبہ شریف کا بقا تا قیامت	۱۶۱	میدانِ سعی کی تفصیل	۱۸۹
مقامِ ابراہیمؑ	۱۶۴	مطاف	۱۹۰
صفت مقامِ ابراہیمؑ	۱۶۶	مقامِ ابراہیمؑ	//
غلاف مقامِ ابراہیمؑ	۱۷۰	حرم شریف کے گرد میدان	۱۹۱
مقصورہ مقامِ ابراہیمؑ	۱۷۲	وضو کے ٹونٹیاں	۱۹۲
شرح حدیث آبِ زمزم	۱۸۰	مقامات اذان	//
توسیعات سعودیہ	۱۸۵	فضائل مسجد حرام	۱۹۳
خانہ کعبہ کے گرد عمارات	//	از قلم فضیلت السیّد علوی مالکیؒ	//
بیت اللہ ظہورِ اسلام کے بعد	//	٭ ٭ ٭	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مآخذ کتاب حرم مکّی!

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	قرآنِ مجید	
۲	تفسیر القرآن	امام ابو محمد بغویؒ المتوفی سنہ ۵۱۶ھ
۳	تفسیر القرآن	حافظ ابن کثیرؒ المتوفی سنہ ۷۷۴ھ
۴	تفسیر القرآن	ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۵	تفسیر القرآن	امام فخر الدین رازیؒ المتوفی سنہ ۶۰۶ھ
۶	تفسیر القرآن	علاء الدین علی بن محمد خازنؒ
۷	تفسیر القرآن	قاضی عبداللہ بن عمر بیضاویؒ المتوفی سنہ ۶۸۵ھ
۸	تفسیر القرآن السراج المنیر	خطیبؒ المتوفی سنہ ۹۶۷ھ
۹	تفسیر القرآن روح البیان	حقی آفندیؒ المتوفی سنہ ۱۱۳۷ھ
۱۰	کتاب الام	امام محمد بن ادریس شافعیؒ المتوفی سنہ ۲۰۴ھ
۱۱	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبلؒ المتوفی سنہ ۲۴۱ھ
۱۲	جامع صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاریؒ المتوفی سنہ ۲۵۶ھ
۱۳	صحیح مسلم	ابو الحسن مسلم بن حجاج نیسابوریؒ المتوفی سنہ ۲۶۱ھ
۱۴	سنن ابو داؤد	حافظ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ
-	-	المتوفی سنہ ۲۷۵ھ
۱۵	جامع ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۱۶	سنن ابن ماجہ	حافظ ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینیؒ المتوفی سنہ ۲۷۳ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۷	سنن نسائی	حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ المتوفی ۳۰۳ھ
۱۸	المدونہ	امام مالک بن انس حمیری اصبحیؒ المتوفی ۱۷۹ھ
۱۹	شرح معانی الآثار	طحاویؒ المتوفی ۳۲۱ھ
۲۰	سنن دار قطنی	دار قطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ
۲۱	فتح الباری شرح صحیح بخاری	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ
۲۲	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری	علامہ قسطلانیؒ المتوفی ۹۲۳ھ
۲۳	شرح صحیح مسلم	امام محی الدین بن شرف نوویؒ ؍؍ ۶۷۶ھ
۲۴	سیرت ابن اسحاق	ابن اسحاقؒ
۲۵	الاستیعاب	حافظ ابن عبدالبر اندلسیؒ متوفی ۴۶۳ھ
۲۶	الاصابہ فی تمیز صحابہ	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ
۲۷	مناسک الحج	شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ
۲۸	مناسک الحج (الایضاح)	امام نوویؒ
۲۹	زاد المعاد	حافظ ابن قیم جوزیہؒ متوفی ۷۵۱ھ
۳۰	شرح الایضاح	علامہ ابن حجرؒ متوفی ۹۷۹ھ
۳۱	جامع الصغیر	حافظ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ
۳۲	الاوائل	حافظ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ
۳۳	کنوز الحقائق	عبدالرؤف مناویؒ متوفی ۱۰۳۱ھ
۳۴	کتاب غایۃ البیان شرح الہدایہ	قوام الدین حنفیؒ متوفی ۸۵۸ھ
۳۵	کتاب البحر العمیق	ابو البقاء عمری قرشیؒ متوفی ۸۵۴ھ
۳۶	حاشیہ رد المختار علی در المختار	ابن عابدینؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۳۷	تاریخ	امام ابن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ
۳۸	تاریخ مروج الذہب	مسعودیؒ متوفی ۳۴۶ھ
۳۹	تاریخ العقد الفرید	ابن عبدربہ اندلسیؒ متوفی ۳۲۸ھ
۴۰	تاریخ ابن اثیر	ابن اثیر جزریؒ متوفی ۶۳۰ھ
۴۱	تاریخ البدایہ والنہایہ	حافظ ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ
۴۲	تاریخ ابوالولید ازرقی	فی اخبار مکہؒ متوفی ۲۲۳ھ
۴۳	تاریخ القریٰ لقاصد ام القریٰ	محب طبری مکیؒ متوفی ۶۹۴ھ
۴۴	تاریخ العقد الثمین باخبار البلد الامین	تقی الدین فاسیؒ متوفی ۸۳۲ھ
۴۵	تاریخ شفاء العزام باخبار البلد الحرام	تقی الدین فاسیؒ متوفی ۸۳۲ھ
۴۶	تاریخ اتحاف الوریٰ	حافظ نجم الدین بن فہد قرشیؒ متوفی ۸۸۵ھ
۴۷	تاریخ بلوغ القریٰ	عبدالعزیز بن نجم الدینؒ متوفی ۹۲۲ھ
۴۸	الجامع اللطیف	قاضی جمال الدین ابن ظہیرہؒ متوفی ۹۵۰ھ
۴۹	تاریخ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام	قطب الدین حنفی مکیؒ متوفی ۹۸۸ھ
۵۰	تاریخ ذیل الاعلام	عبدالکریم بن محب الدینؒ متوفی ۹۹۰ھ
۵۱	تاریخ الارج المسکی	علی بن عبدالقادر طبریؒ متوفی ۱۰۷۰ھ
۵۲	تاریخ اتحاف فضلاء الزمن	طبری مکیؒ متوفی ۱۱۶۳ھ
۵۳	تاریخ منائح الکرم	سنجاری مکیؒ متوفی ۱۱۲۵ھ
۵۴	تاریخ تحصیل المرام	صباغ مکیؒ متوفی ۱۳۲۱ھ
۵۵	تاریخ افادۃ الانام بذکر اخبار بلد اللہ الحرام	شیخ عبداللہ بن محمد غازی مکیؒ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۵۶	الروض الانف	عبدالرحمٰن سہیلیؒ مغربی متوفی ۵۸۱ھ
۵۷	رحلۃ ابن جبیر	ابن جبیر اندلسیؒ
۵۸	رحلۃ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ مغربیؒ
۵۹	معجم البلدان	یاقوت حمویؒ متوفی ۶۲۶ھ
۶۰	کتاب تہذیب الاسماء واللغات	امام نوویؒ
۶۱	النہایۃ	ابن اثیر جزریؒ
۶۲	القاموس المحیط	محمد بن یعقوب فیروزآبادیؒ متوفی ۸۱۷ھ
۶۳	نہایۃ الارب فی انساب العرب	قلقشندیؒ متوفی ۸۲۱ھ
۶۴	لقطۃ العجلان	نواب صدیق حسن خانؒ
۶۵	الفتوحات الاسلامیہ	سید احمد دحلانؒ
۶۶	مرأۃ الحرمین	ابراہیم رفعت پاشاؒ
۶۷	الرحلۃ الحجازیہ	محمد لبیب تبنونی مصری
۶۸	تاریخ الکعبۃ المعظمہ	حسین باسلامہ
۶۹	تاریخ عمارۃ المسجد الحرام	حسین باسلامہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن!

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

من یومنا ھذا الی یوم الدین۔

کچھ عرصہ ہوا راقم الحروف کو ایک کتاب بعنوان "تاریخ بیت اللہ" تصنیف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ کتاب اگرچہ مختصر تھی اور بیت اللہ شریف کی عظمت، اور جاہ و جلال کا حق کما حقہٗ ادا نہیں کر سکی اور مزید اضافوں کی محتاج تھی تاہم خانہ کعبہ کے عاشقوں نے اسے بہت اہمیت دی اور بذریعہ وی۔پی اسے منگوایا۔ صحافیوں نے اپنے روزناموں اور ہفت روزوں میں اس پر اپنے اپنے خیالات کے مطابق باحسن الفاظ تبصرہ کیا۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں لکھا ہے:

"اس تصنیف کو ہر چند استناد کا درجہ حاصل نہیں ہے تاہم فاضل مؤلف نے اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کے سلسلہ میں کافی عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے اور جہاں کوئی رائے ظاہر کی ہے وہاں ضروری حوالہ بھی دے دیا ہے۔"

آخر میں لکھا ہے:

"غرض بیت اللہ کے ایک ایک حصّہ کی تفصیل بیان کی ہے اور قاری یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ ہر مقام کا عینی مشاہدہ کر رہا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے علاوہ بھارت کے مسلمانوں نے بھی اس کا مطالعہ کرکے فرحت و انبساط کا اظہار کیا اور نہایت احسن انداز میں اس پر نقد و نظر کیا۔ چنانچہ "پندرہ روزہ اہلحدیث گزٹ دہلی" ۱۵ ستمبر ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:

"یہ کتاب کیا ہے حقیقت میں ایک علمی تحفہ ہے۔ کون مسلمان ہے جسے بیت اللہ سے محبت نہیں اور اس کے حالات سے آگاہ ہونا نہیں چاہتا۔ تاریخ بیت اللہ پر یوں تو بہت سی کتابیں نظر سے گزریں مگر ایسی دلچسپ کتاب آج تک نہ دیکھی۔ مصنف نے کعبۃ اللہ، چاہ زمزم، مقام ابراہیم، حجر اسود اور عمارت کعبہ وغیرہ سب کی تاریخ کو تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ اور کتاب کا ایک ایک حرف اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مصنف کتاب اپنا تاریخی مزاج بھی رکھتا ہے۔ عبارت اس قدر دلچسپ اور ادبی انداز کی ہے کہ خواہ مخواہ کتاب کے پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کتاب کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی خدمت قبول فرمائے۔" آمین

اسی طرح کئی جید علماء نے اس پر اپنے اپنے زاویۂ نگاہ سے خیال آرائی کی۔ چنانچہ اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا اور کئی احباب نے مجھے کتاب کے سلسلہ میں آرڈرز بھیجے لیکن ان کی تعمیل نہ ہو سکی۔ احباب کے بار بار اصرار پر دوسرے ایڈیشن کی تیاری کا پروگرام مرتب کیا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے اپنے مقدس گھر کی زیارت سے مشرف کیا۔ وہاں پر لوگ بازاروں میں گھڑیاں، کپڑے اور دیگر سامانِ تعیش کی تلاش میں پھرتے نظر آتے تھے۔ لیکن مجھے ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس کے برعکس مجھے ایسی کتب کی جستجو تھی جس سے اپنی کتاب "تاریخ بیت اللہ" کو جدید اضافوں کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہدیۂ قارئین کرسکوں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف کتب خانوں میں اپنے مقصد کی کئی کتب دیکھیں لیکن اتنی بڑی ضخیم کتابوں کی قیمت کہاں سے لائی جائے۔ چنانچہ کبھی ایک کتاب خریدنے کا خیال دل میں آتا اور کبھی دوسری کتاب کی طرف ہاتھ لپکتا۔ اسی کشمکش میں تھا کہ ایک روز "تاریخ الحرمین" پر نظر پڑی۔ کتاب کے ماخذ اور محتویات کو غور سے دیکھا تو مجھے بہت پسند آئی۔ اس کا مصنف عباس کرارہ ہے جو جامعہ ازہر مصر کا تعلیم یافتہ جید عالم ہے۔ ستر سے زائد مستند کتب کے نام ماخذ کتاب کے سلسلہ میں اس نے بیان کئے ہیں۔ اگرچہ کتاب کا کاغذ اور طباعت مجھے ناپسند تھے تاہم یہ کتاب خرید لایا۔

حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جب واپس وطن پہنچا اور چند روز آرام کرنے کے بعد "تاریخ بیت اللہ" میں اضافہ کرنے کی طرف عنانِ توجہ مبذول کی تو میرے ذہن نے اسے مسترد کردیا بلکہ یہ فیصلہ کیا کہ "تاریخ الحرمین" کا مستقل ترجمہ کیا جائے کیونکہ اضافوں کی صورت میں صرف بیت اللہ شریف کے خدو خال پر روشنی پڑے گی۔ اور مدینۃ الرسول اور مسجد نبوی کے لئے علیحدہ خامہ فرسائی کرنی پڑے گی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ کر کے بیت اللہ شریف اور روضہ اطہر کے عاشقوں کے لئے سکونِ قلب کا سامان مہیا کیا جائے۔

چنانچہ اللہ کا نام لے کر اس کے ترجمہ کا آغاز کردیا۔ آپ جانتے ہیں کہ متاہل زندگی میں انسان کی مصروفیتیں بڑھ جاتی ہیں اور کچھ ذمہ داری کا احساس بھی زیادہ ہونے لگتا۔ بدیں وجہ فراغت کے لمحات کم میسر آتے ہیں ہاں البتہ اگر کوئی شب کی تاریکی میں چراغ لے کر بیٹھ جائے اور کام میں تسلسل رکھے تو پھر عنقریب کامیابی کا آفتاب اپنی سنہری کرنیں دکھلاتا ہے۔ اور مایوسی اور ناکامی کی شب دیجور ختم ہوجاتی ہے۔

گو ترجمہ کا کام ایک مستقل تصنیف کی نسبت آسان اور سہل دکھائی دیتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاہم اس کی مشکلات سے وہی لوگ واقف ہوتے ہیں جو اس راستہ میں صحرا نوردی کرتے ہیں۔ ایک زبان کا مفہوم بعینہٖ دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک بہت بڑا فن ہے اس کے لئے دونوں زبانوں کی لغات، محاورات اور گرامر پر مہارتِ تامہ ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں ہر روایت کو نقد و نظر کی کسوٹی سے پرکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ پھر بسا اوقات کاتب کی سہو سے عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے دیگر کتب کی ورق گردانی اور حوالہ تلاش کرنے میں کئی گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات کئی کئی دن تک تلاش رہتی ہے اور جب تک اصل حوالہ نظر نہیں آتا ذہن و قلب مضطرب رہتے ہیں۔

چنانچہ راقم الحروف نے فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ بن سبیّل کا خطبہ حرم پاک جو انہوں نے مورخہ ۲-۹-۱۳۹۷ھ کو مسجد الحرام میں ارشاد فرمایا "اخبار العالم الاسلامی" مکہ مکرمہ العدد ۵۷۶ میں پڑھا۔ مجھے بہت پسند آیا اور اس کا ترجمہ اردو میں کر کے "ہفت روزہ الاعتصام لاہور" کو ارسال کر دیا تاکہ اس کی اشاعت سے مسلمان استفادہ کریں۔ لیکن اس خطبہ میں ایک آیت "ان المنافقین ہم الکاذبون" درج تھی اور کسی سورۃ کا حوالہ مذکور نہیں تھا۔ مجھے یہ آیت مشکوک نظر آئی۔ چنانچہ اس کی تلاش میں دو تین یوم صرف ہو گئے اور آیت مذکورہ کو نہ پا سکا۔ پھر بعض حفاظ سے دریافت کیا لیکن انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔

بالآخر "اخبار العالم الاسلامی" کے رئیس التحریر فضیلۃ الشیخ محمد محمود حافظ حفظہ اللہ کی خدمت اقدس میں ایک مکتوب ارسال کیا کہ آپ آیت مذکورہ کی نشاندہی فرمائیں کہ کس سورۃ اور کس پارہ میں ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے اپنے جریدہ "اخبار العالم الاسلامی" میں مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا:

شکر اللاخ الفاضل علی رسالته و تصحیحه للآیات واما بخصوص آیته

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان المنافقین ھم الکاذبون ۔ وصحتھا کما جاءت فی سورۃ المنافقون
ان المنافقین لکاذبون ۔

یعنی آیات کی تصحیح کے سلسلہ میں جو آپ نے خط ارسال کیا ہے اس کے ہم بے حد شکر گزار ہیں ۔ اور آیۃ "ان المنافقین ہم الکاذبون" درحقیقت "ان المنافقین لکاذبون" ہے یہ سورۃ منافقون میں ہے ۔

اسی طرح مکہ معظمہ کا ایک رسالہ جو "مجلۃ رابطۃ العالم الاسلامی" کے نام سے موسوم ہے ۔ اس کے رمضان ۱۳۹۶ھ کے شمارہ میں ایک مضمون "انقذوا شباب الاسلام من التدخین" نظر سے گزرا ۔ اس میں شیخ خالد بن احمد مالکی کا فتوےٰ یوں نظر آیا :

بانہ تجوز امامۃ من یشرب التنباک ولا یجوز الاتجار بہ ولا بما یسکر اھ

یعنی تمباکو نوش کی امامت جائز ہے لیکن اس کی اور دیگر مسکرات کی تجارت جائز نہیں ۔

مجھے اس عبارت پر اطمینان نہ ہوا ۔ چنانچہ رسالہ کے رئیس التحریر فضیلۃ الشیخ محمد سعید العامودی کی خدمت اقدس میں ایک مکتوب عربی زبان میں ارسال کیا ۔ ان سے دریافت کیا کہ آپ فتوےٰ مذکور کا حوالہ دیجئے تاکہ تحقیق کی جائے ۔ انہوں نے بذریعہ رجسٹری مندرجہ ذیل جواب ارسال کیا ۔

فالحقیقۃ انہ وقع خطأ مطبعی فی العبارۃ حیث ان صحتھا ھی (وقد افتی الشیخ خالد بن احمد من فقھاء المالکیۃ بانہ لا تجوز امامۃ من یشرب التنباک ولا یجوز الاتجار بہ ولا بما یسکر وسننشر ھذا التصحیح فی المجلۃ القادمۃ انشاء اللہ کما نشکرکم علی حسن ملاحظتکم ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔

محمد سعید العامودی مدیر عام ادارۃ الصحافۃ والنشر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ "تجوز" سے پہلے "لا" مطبع کی سہو سے رہ گیا ہے۔ اصل میں "لا" تجوز ہے۔ حوالہ جات کے سلسلہ میں صحاح ستہ کے علاوہ علامہ ازرقی کی کتاب اخبارِ مکہ اور علامہ سمہودی کی کتاب وفاء الوفا دستیاب ہوئیں لہٰذا مذکورہ کتب سے روایات کی تصدیق کی گئی اور ساتھ ہی ان کے صفحات درج کئے گئے۔

اس لئے حتی المقدور کوشش یہی رہی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اگر کوئی عبارت مشکوک نظر آئی ... یا ذہن اس سے مطمئن نہیں ہوا تو اس کے مرجع سے تلاش کر کے اپنے شک وشبہ کو دور کیا ہے۔ پوری تحقیق اور انتہائی جانفشانی کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ ہر قسم کی خامیوں اور نقائص سے مبرا ہے کیونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے بمصداق غلطی اور بھول چوک کا ہر وقت امکان رہتا ہے۔

اس لئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے میری حوصلہ افزائی کی خاطر اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمائیں اور جو اس میں سقم یا نقص نظر آئے اسے بنظرِ تسامح دیکھیں اور ایک مخلص دوست کی طرح میری راہنمائی فرمائیں۔

آخر میں ان تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کے سلسلہ میں سخنے، دامے اور قلمے میری اعانت فرمائی، خصوصاً اپنے قابلِ صد احترام اُستاذ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب دامت برکاتہ کا ہمیشہ مرہونِ منت رہوں گا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنی زریں ہدایات اور مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ میرے اس ادنیٰ اور حقیر عمل کو شرفِ قبولیت بخشے اور دارِ آخرت کا توشہ بنائے اور مزید علمی کام کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بندۂ ہیچمدان

سیف الرحمان غفر لہ الرحمان

الفلاح بی اے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرمِ مکّی

مسجد الحرام

مسجد الحرام سے کیا مراد ہے۔ اس کے متعلق اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفسِ کعبہ شریف ہے۔ ان کی دلیل قرآنِ پاک کی یہ آیت ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ)

پس اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔

بعض علماء نے کعبہ شریف اور اس کا اردگرد مراد لیا ہے۔ انہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں قرآنِ کریم کی یہ آیت پیش کی ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (بنی اسرائیل)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔

بعض ائمہ اور مفسرین نے اس سے تمام مکہ مراد لیا ہے۔ ان کی دلیل حسبِ ذیل آیت ہے:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے۔ (الفتح)

بعض اربابِ علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد تمام حرم شریف ہے جس میں شکار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا ممنوع ہے۔ ان کی دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (توبہ)

مشرک ناپاک ہیں۔ انہیں مسجد حرام کے پاس جانے کی ہرگز اجازت نہیں۔

دوسری آیت:

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (توبہ)

لیکن وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے۔

حالانکہ ان کا عہد حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا۔ وہ حرم شریف میں شامل ہے۔
یہ تمام بحث علامہ ابن ظہیرہ کی کتاب "الجامع اللطیف" سے اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسجد حرام سے مراد جس میں نماز کی فضیلت ثابت ہے، وہ مسجد ہے جو کعبہ شریف کو محیط ہے۔ وہ خواہ کتنی وسیع ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مساحت سے لے کر آج تک کی مساحت سب شامل ہے۔ حتیٰ کہ مستقبل میں مسجد کے صحن میں جو اضافہ ہوگا وہ بھی مسجد حرام میں شامل ہوگا۔ واللہ اعلم

حضرت ابوذر غفاری کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سب سے اوّل کون سی مسجد تعمیر ہوئی۔ آپ نے فرمایا مسجد حرام پھر میں نے دریافت کیا کہ پھر کون سی؟ آپ نے جواب دیا مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا کہ ان کے درمیان کتنے سال کا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔[1]

اس حدیث میں ایک اشکال ہے جسے قاضی القضاۃ شیخ الاسلام فخر الدین خطیب مسجد حرام ابوبکر بن علی بن ظہیرہ شافعی نے تغمدہ اللہ برحمتہ واسکنہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح جلد اول ص ۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فسیح جنتہ، اپنی کتاب "شفاء العلیل فی حج بیت اللہ الجلیل" میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی مسجد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا جیسے قرآن پاک میں ذکر ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (البقرہ)

مسجد اقصیٰ کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نسائی میں سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے[1]

مسجدِ حرام کے اوصاف

میدانِ کبیر، اکٹھا کرنے والا گھر، جمع کرنے والی مجلس اور اللہ کا حرم مکہ معظمہ میں صاف فضا میں موجود ہے اس میں لوگوں کو کلام کرنے کی مجال نہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو اپنا گھر بہت زیادہ بہنے والی نہر کے آس پاس بناتا۔ جس کی وادی میں باغ ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ملکِ شام میں سایہ دار نہروں اور اونچے اونچے ٹیلوں اور نیچے جھکی ہوئی ٹہنیوں کے درمیان اپنے گھر کا انتخاب کرتا۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو گذشتہ زمانے کے بڑے جابر بادشاہوں کی ناک اور ان کے معبودوں کے سروں پر اپنے گھر کو بلند کرتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ام القریٰ (مکہ معظمہ) کی طرف دیکھا تو اسے اپنی بادشاہی کے سامنے ذلیل پایا اور اپنی غنا اور احسان کے سامنے محتاج پایا اور اس کا خشوع دیکھا جس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور تجربہ دیکھا جس سے عبادت میں سکون حاصل ہوتا ہے اور اس کی انفرادی حیثیت دیکھی جس پر توحید کا اطلاق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی، خلیل اور صفی حضرت

---

[1] حافظ ابن قیم رحؒ نے زاد المعاد جلد اوّل میں اس اشکال کو یوں رفع کیا ہے کہ حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تجدید کی ہے اس کے مؤسس یعنی بانی اوّل تو حضرت یعقوبؑ ہیں۔ مزید تحقیق کے لئے مشکوٰۃ جلد اوّل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اس وادی میں بنیاد رکھے۔ اور اس کی گھاٹیوں کے مابین وحدانیت کا منارگاڑے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بڑھاپے کے باوجود پوری قوت سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور حضرت اسماعیلؑ ان کی مدد کرنے لگے۔
آپ کو علم ہو گا کہ حضرت ابراہیمؑ بحیثیت معمار کام کرتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ بحیثیت مزدور پتھر اُٹھا کر آپ کو دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ایسا مکان تیار ہو گیا جسے کُدال بھی گرانے سے عاجز ہو گئے اور بابل کے بڑے بڑے جابر لوگ بھی اسے منہدم نہ کر سکے۔ دیکھئے باطل کی تختیاں کس طرح نیست و نابود ہو گئیں اور حقانیت کی اینٹوں نے کس طرح ان کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا۔ حسن نیت کے عجائبات پر غور کیجئے کس طرح بت پرستی کے پتھر پر توحید کی اینٹ کامیاب ہوئی۔
گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ کاش! خانہ کعبہ چاندی یا سونے کا ہوتا۔ نیز کہتے ہیں کہ بلادِ مغرب میں عیسائیوں کے گرجے کی طرز پر ہوتا۔ اس کی بلندی، بنیاد اور نقش و نگار کا وہی نمونہ ہوتا۔ میں ان گمراہ لوگوں سے کہتا ہوں کہ اگر خانۂ خدا کو پہلی حالت پر چھوڑ دیا جاتا اور اس کی بنیادوں کو بلند نہ کیا جاتا اور بعض حصّوں پر سونے کا ملمع نہ کیا جاتا اور اس کے نقش و نگار میں زیادہ جدوجہد نہ کی جاتی تو بھی اس کی خوبصورتی اور حسن میں سرِ مو فرق نہ آتا۔ اس کی روحانیت بدستور قائم رہتی اور پھر بھی اسے مقدس گھر پکارا جاتا۔

اوّل بیت کی تفسیر

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ اِلَی الْعَالَمِیْنَ۔ الآیہ
اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔

۱۔ روئے زمین پر یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ اس سے قبل کوئی مکان نہیں تھا۔

(بقیہ حاشیہ) حدیث ہذا کا حاشیہ اور فتح الباری جلد ۳ کا مطالعہ کیجئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ یہ لوگوں کے لئے قبلہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر ہے۔
۳۔ مکہ معظمہ میں سب سے پہلا گھر ہے جو معرضِ وجود میں آیا۔

آخر الذکر قول پر اکثر اہل علم کا اتفاق ہے۔ ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مفسرین نے اس کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ "ان اوّل بیت وضع" سے مراد اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر ہے۔ جو برکت والا ہے اور تمام جہان والوں کے لئے ہدایت ہے یہ گھر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ کیونکہ روئے زمین پر یہ سب سے پہلا گھر نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر کافی مکانات موجود تھے۔ اس قول کو حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔

خالد بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ مجھے بتاؤ کہ کیا بیت اللہ شریف روئے زمین پر سب سے پہلا گھر ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ نیز اسے بتایا کہ از روئے برکت یہ سب سے پہلا گھر ہے اور مقام ابراہیم بھی بابرکت ہے۔ جو شخص اس میں داخل ہوگا اسے ہر طرح کا امن ہوگا[1]۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ کعبہ شریف کی جگہ زمین پر سب سے پہلے رکھی گئی۔ اس قول کو قتادہؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قتادہؒ کہتا ہے کہ ہمارے پاس یہ بات بیان کی گئی کہ بیت اللہ شریف حضرت آدمؑ کے ساتھ اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں تیرے ہمراہ اپنا گھر اتار رہا ہوں اس کے گرد ایسے طواف ہوگا جیسے میرے عرش کے گرد طواف ہوتا ہے۔ تو آدمؑ نے اور ان پر ایمان لانے والوں نے اس کا طواف کیا۔

ابن جریرؒ نے آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے :

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد اوّل ص ۳۸۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والصواب من الاقوال فی ذالک ان اول بیت وضع للناس ای لعبادۃ اللہ فیہ

یعنی تمام اقوال میں سے درست اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد سب سے پہلا گھر از روئے عبادتِ الٰہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ "ان اوّل بیت وضع للناس" سے مراد خانہ کعبہ ہے اور یقیناً وہ پہلا گھر ہے جو عبادتِ الٰہی کی غرض سے معرضِ وجود میں آیا اور حضرت آدمؑ اس کے بانی ہیں۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آسمانوں کی تخلیق سے پیشتر جب کہ عرشِ الٰہی پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اس نے پانی کو دھکیلا جس سے خشفہ (ایک آبی بوٹی) ظاہر ہوئی۔ وہ بیت اللہ شریف کے مقام پر تھی اور وہ قبہ کے مانند تھا۔ اس کے نیچے تمام زمین پھیلائی گئی پھر اس پر پہاڑوں کو بطور میخیں نصب کر دیا۔[۱]

پھر یاقوت نے لکھا ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کعبہ شریف کو بنایا۔ پھر اس سے تمام زمین پھیلائی گئی۔ اس لحاظ سے یہ زمین کی ناف دنیا کا وسط اور ام القریٰ ہے۔

ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ "ان اوّل بیت" کے سلسلہ میں جو روایات وارد ہوئی ہیں جن میں ذکر ہے کہ تخلیقِ ارض سے دو ہزار سال پہلے خانہ کعبہ معرضِ وجود میں آیا تھا، وہ موقوف ہیں، بعض صحابہ کرام یا تابعین کے اقوال ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ ہاں البتہ ایک روایت مذکور ہے جو صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اخبار مکہ جلد ۱ ص ۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

"بیشک اس شہر کو اللہ تعالےٰ نے حُرمت والا بنایا ہے جس دن سے ارض و سمار کی تخلیق ہوئی اور اب بھی اس کی حُرمت بدستور قائم ہے۔[1]"

لیکن یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ بیت اللہ شریف کا وجود آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے تھا۔ یہ تو صرف اسی کی حرمتِ قدیمی پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قول "ان اوّل بیت" اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ خانہ کعبہ سب سے پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ اور اس قول میں مفسّرین اور مورّخین کا کوئی اختلاف نہیں۔

حدودِ حرم شریف اس کی حد مدینہ منوّرہ کی جانب سے مکّہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام تنعیم ہے۔ بعض نے یہ فاصلہ چار میل بتایا ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن ابی زید مالکی نے اپنی کتاب "النوادر" میں لکھا ہے کہ تنعیم کی انتہا تک چار میل کا فاصلہ ہے۔ یمن کے راستہ پر مقام اضاۃ کے کنارے تک چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ابن ابی زید نے سات میل کا فاصلہ بتایا ہے[2]۔ طائف کے راستے عرفہ کے طریق سے بطنِ نمرہ سے گیارہ میل ہے۔ اسی طرح ازرقی رح نے بیان کیا ہے۔ ابن ابی زید نے نو میل بنایا ہے۔ عراق کے راستے سے خل گھاٹی تک جو مقطع پہاڑ پر واقع ہے سات میل ہے۔ جعرانہ کے راستے آل عبداللہ بن خالد بن اسید سے نو میل کے فاصلے پر ہے اور جدّہ کے راستے اعشاش کی انتہا تک

---

[1] اخبارِ مکہ جلد ۲ ص ۱۲۶

[2] علامہ ازرقی نے بھی سات میل لکھا ہے اخبار مکہ جلد ۲ ص ۱۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دس میل کا فاصلہ ہے۔ اور جدّہ کے راستے حدیبیہ کی انتہا تک دس میل ہے[1]۔

امام مالک رح نے اپنی کتاب "العتبیہ" میں لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم میں شامل ہے۔ اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حدودِ حرم پر پتھر نصب کئے۔ پھر عہد نبوی میں قریش نے انہیں اکھاڑ دیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت ناگوار گزری۔ پھر حضرت جبریل ؑ امین تشریف لائے اور دریافت کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ پر یہ بات ناگوار گزری ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت جبریل ؑ نے خوشخبری دی کہ وہ عنقریب ان پتھروں کو دوبارہ نصب کریں گے۔ ایک دن ان میں سے کسی کو خواب آیا کہ اسے کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اس حرم کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں عزّت بخشی تھی۔ تم نے اس کے پتھروں کو اکھاڑ دیا۔ تمہیں عرب اُچک لے جائیں گے۔ جب صبح ہوئی ایک مجلس میں بیٹھ کر آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بالآخر اُنھوں نے اکھاڑے ہوئے پتھروں کو دوبارہ حدودِ حرم پر نصب کر دیا۔ پھر حضرت جبریل ؑ آپ کے پاس دوبارہ تشریف لائے اور بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنھوں نے دوبارہ ان پتھروں کو نصب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل ؑ اُنھوں نے ٹھیک کیا ہے کیونکہ انھوں نے جو پتھر بھی لگایا ہے وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے لگا ہے[2]۔

زہری سے روایت ہے وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ نے حرم شریف کے پتھر رکھے۔ آپ کو ان کے نصب کرنے کی جگہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتلائی تھی۔ پھر قصی کے زمانے تک ان میں کوئی

---

[1] علامہ ازرقی نے بھی سات میل لکھا ہے اخبار مکہ جلد ۲ ص ۱۳۱

[2] اخبار مکہ جلد ۲ ص ۱۲۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تبدیلی نہیں ہوئی۔ قصی نے نئے پتھر لگوائے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک بدستور وہی قائم رہے۔ آپ نے فتح مکہ کے سال تمیم بن اسید خزاعی کو بھیجا۔ اس لے نئے پتھر نصب کئے۔ پھر حضرت عمرؓ بن خطاب کے زمانہ تک وہی پتھر رہے۔ حضرت عمرؓ نے قریش میں سے چار آدمی ان پتھروں کی تجدید کے لئے بھیجے۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مخرمہ بن نوفل — ۲۔ سعید بن یربوع

۳۔ حویطب بن عبدالعزیٰ — ۴۔ زہر بن عبد مناف

پھر حضرت معاویہؓ نے ان کی تجدید کی۔ بعدازاں عبدالملک بن مروان نے نئے پتھر نصب کروائے[۱]

مسجد حرام کی پیمائش

مسجد حرام کی پیمائش مشرقی جانب کی دیوار سے جو باب النبی سے متصل ہے

	سنٹی میٹر	میٹر[۲]
کنکروں کی جانب برآمدہ کے کنارے تک	۵۰	۱۷
برآمدہ کے کنارے سے کنکروں کی حد تک باب بنی شیبہ تک۔	۴۰	۶۳
مطاف کے صحن کا طول باب بنی شیبہ سے صحن کے کنارے تک۔ جو مقام مالکی سے متصل ہے۔	۸۰	۴۸
مغربی جانب صحن کے کنارے سے جو مقام مالکی سے متصل ہے کنکروں تک۔	۴۵	۵۲

---

[۱] اخبار مکہ جلد ۲ ص ۱۲۹

[۲] میٹر عرب میں پیمائش کا ایک آلہ ہے جو ہمارے گز سے کچھ قدرے بڑا ہے تقریباً ۸ اگرہ کا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سنٹی میٹر	میٹر
غربی برآمدہ کے کنارے سے کنکروں کی حد تک مسجد کی دیوار کے صدر تک۔	۹	۱۴
مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کا طول یہ ہے۔	۲۴	۱۹۶
دارالندوہ کے کنارے کی حد سے جو مسجد کی دیوار کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ باب دریبہ سے باب باسطیہ تک۔	۱۵	۱۵
شمالی کنکروں کی جانب سے برآمدہ کی حد تک اور صحن مطاف کے کنارے تک۔	۶۵	۲۸
صحن کے کنارے سے جنوبی جانب کے کنکروں تک یعنی شمال سے جنوب تک۔	۴۵	۴۷
صحن کے کنارے سے جو مقام حنبلی سے متصل ہے کنکروں کی انتہا تک۔	۴۰	۳۱
کنکروں کی انتہا سے جنوبی جانب مسجد حرام کی دیوار تک جو باب اجیاد الصغیر سے متصل ہے۔	۵	۲۰
اس کا عرض شمال سے جنوب تک یہ ہوا۔	۷۰	۱۴۲ [1]

مسجد کے صحن میں بچھے ہوئے کنکروں کی پیمائش۔

[1] علامہ ازرقی نے طول ۱۹۲ میٹر عرض ۱۳۲ میٹر بیان کیا ہے۔ اخبار مکہ جلد ۲ ص ۳۰۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سنٹی میٹر	میٹر
مشرق سے مغرب کی جانب	۶۵	۱۶۴
شمال سے جنوب کی جانب	۵۰	۱۰۷

دارالندوہ کی پیمائش

مشرق سے مغرب کی جانب	۱۰	۳۶
شمال سے باب الزیادۃ کی پہلی سیڑھی سے دارالندوہ کی انتہا تک ۔	۱۰	۳۷

بابِ ابراہیم کی پیمائش بمع چبوترا

شرقی جانب سے غربی جانب تک	۶۵	۲۴
شمالی جانب سے مدرسہ ابی نملی کی دیوار تک	۰۰	۲۹

چاہِ زمزم کی پیمائش

مشرق سے مغرب کی طرف	۳۰	۸
شمال سے جنوب کی طرف	۶۰	۵

نوٹ :- بعد ازاں مصنّف نے ائمہ اربعہ کے مقامات کی پیمائش بیان کی ہے۔ یہ مقامات اور مصلّے سلطان فرح بن برقوق نے نویں صدی کے اوائل میں بنائے تھے۔ لیکن اب ان مصلّوں کا نام ونشان مٹ چکا ہے اور عرصہ سے اس بدعت کو ختم کیا جا چکا ہے۔ اس لئے ان کی پیمائش بیان کرنے کی ضرورت نہیں (الفلاحیؒ ا۔)

تو یہ ہے مسجد حرام کی پیمائش جو میٹر سے طول و عرض مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں دارالندوہ، بابِ ابراہیم،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیت زمزم وغیرہ کی پیمائش بیان کی گئی۔

تعظیم حرم شریف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے ایک ایسی اُمّت ہوئی ہے جو مکہ معظمہ میں آتے وقت مقام ذی طویٰ پر پہنچ کر اپنے جوتے اتار لیتی تھی وہ تعظیم حرم شریف کی خاطر ایسا کرتی تھی۔[1]

سفیان منصور سے اور وہ ابراہیم سے روایت کرتا ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ میں آتے تو قرآنِ پاک ختم کئے بغیر واپس نہیں جاتے تھے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت حسینؓ بن علیؓ نے مجھ سے خروج کی اجازت مانگی تو میں نے کہا کہ اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھ پر عیب لگائیں گے یا آپ عیب لگائیں گے تو اپنے ہاتھوں سے تیرے سر کو پکڑ لیتا۔ حضرت علیؓ کو ان کے اس قول نے روکا۔

لان اقتل بمکان کذا وکذا احب الی من ان یستحل حرمتها بی۔

یعنی اگر مجھے فلاں فلاں جگہ پر قتل کر دیا جائے تو مجھے پسند ہے لیکن خانۂ خدا کی حرمت کو حلال کرنا مجھے ہرگز پسند نہیں۔

یہ بات تھی جس کی وجہ سے حضرت علیؓ نے سب کچھ بھلا رکھا تھا۔[3]

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ تبوک کے موقعہ پر حجر کے مقام پر اترے اور لوگوں کو خطبہ

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۱۳۱

[2] 〃 〃 ص ۱۳۴

[3] 〃 〃 ص ۱۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا کہ:

"اے لوگو! اپنے نبی سے نشانیاں مت طلب کرو۔ یہ حضرت صالحؑ کی قوم ہے جنہوں نے اپنے نبی سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی نشانی بھیجے تو اللہ رب العزّت نے ایک اونٹنی بطور نشانی بھیجدی وہ ایسی اونٹنی تھی کہ جس راستے سے وارد ہوتی تمام پانی پی جاتی تھی۔ وہ لوگ اس اونٹنی کا دودھ پیتے اور اتنا پیٹ بھر کر پیتے جیسے چشمے کا پانی پیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسی راستے سے گزرتی۔ ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تین یوم کے اندر اندر ان پر عذاب بھیجنے کا وعدہ فرمایا ــــــــــــ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر اچانک ایک چیخ سنائی دی۔ اس کو سنتے ہی تمام لوگ مشرق سے مغرب تک ہلاک ہو گئے۔ صرف ایک آدمی بچ رہا وہ حرم شریف میں تھا۔ حرم الٰہی میں ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی سے محفوظ رہا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ وہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ابو رغال"[1]

محمد بن سابط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ اپنے پروردگار سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ مکّہ مکرمہ میں ایسے لوگ نہیں رہ سکتے۔

۱۔ خون بہانے والے۔ ۲۔ سُود خوار

۳۔ چغلخور

---

[1] اخبار مکّہ جلد دوم ص ۱۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز مکہ سے تمام زمین پھیلائی گئی۔ سب سے پہلے فرشتوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا تو فرشتوں نے عرض کی کہ یا الٰہی کیا زمین پر تو ایسی مخلوق کو معرضِ وجود میں لانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد برپا کرے گی اور خون بہائے گی یعنی مکہ کی زمین میں۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ نمیمت قتل اور سُود کے برابر شمار کی گئی۔ میں ہمیشہ اس پر غور کرتا رہا ہوں حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب سے بُرا عمل ہے[1]

محمد بن سابط کہتے ہیں کہ جب کسی نبی کی امت ہلاک ہو جاتی تو وہ مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور وہاں پر وہاں کے باشندوں کے ساتھ عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ داعی اجل ان کے پاس پہنچ جاتا۔ تو وہاں پر حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ نے رحلت فرمائی اور ان کی قبور چاہ زمزم اور حجرِ اسود کے مابین واقع ہیں[2]۔

نوٹ:۔ کسی صحیح حدیث سے قبور انبیاء کا زمزم اور حجرِ اسود کے درمیان ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ اہلِ بدعت کی خرافات ہیں

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۱۳۳

[2] ص ۱۳۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد الحرام کا ادارہ

زمانۂ قدیم میں مسجد الحرام کے ادارہ پر مکّہ مکرّمہ کے امراء اور والی متعیّن ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ خلفائے راشدین، خلفائے بنو امیّہ، خلفائے بنو عباس اور سلاطینِ چراکسہ کے عہد میں ایسے ہی ہوتا رہا۔ وہی مسجد الحرام کے خادموں کی ہر قسم کی کوتاہی کے خلفاء اور سلاطین کے سامنے جواب دہ ہوتے تھے۔ جب آلِ عثمان کے سلاطین حرمین شریفین پر حکمران ہوئے تو انہوں نے بھی مکّہ مکرمہ پر حاکم اور والی مقرر کئے۔ ان کے سپرد یہ کام کیا۔ نیز ان کو شیخ کا لقب دیا۔ ان کا نائب مقرر کیا جو مسجد الحرام کے خادموں پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ خادموں کی مندرجہ ذیل اقسام تھیں:

۱۔ مؤذنین یعنی اذان کہنے والے

۲۔ چٹائیاں بچھانے والے

۳۔ دروازوں پر نگرانی کرنے والے

۴۔ روشنی کرنے والے اور تعمیر کرنے والے وغیرہ۔

پھر محکمہ اوقاف مقرر کیا گیا۔ اس کے سپرنٹنڈنٹ کو مدیر الاوقاف کا لقب دیا گیا۔ اس مدیر کا کام مکّہ مکرمہ میں مسجد الحرام کے لئے جو کچھ وقف ہوتا تھا اسے اکٹھا کرنا ہوتا تھا۔ اور خصوصی صدقات کو جمع کرنا تھا۔ نیز مسجد الحرام کے تنخواہ دار ملازموں کی تنخواہ مقرر کرنا اور سالانہ آمدنی کا خرچ کرنا جو باہر سے آتی تھی۔ مخصوص عطیے اور گندم کی بوریاں جمع کرنا اور دیگر ایسے کام بھی اس کے ذمے تھے۔ اس کام کے لئے خاص دفتر تھا۔ اس میں تنخواہ دار ملازموں کے نام درج ہوتے تھے۔ ملازمین حسبِ ذیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقسام پر منقسم تھے۔

۱۔ ائمہ، خطباء، اذان کہنے والے

۲۔ روشنی کا انتظام کرنے والے

۳۔ جھاڑو دینے والے، دریاں بچھانے والے۔

۴۔ مرمت کرنے والے اور دربان وغیرہ تھے۔

اسی طرح کچھ ان میں کعبہ کے مجاور اور ان کے مددگار وغیرہ تھے۔ نیز مجاوروں کا رئیس جو بنی شیبہ بن عثمان حجبی کی آل سے ہوتا تھا، خانہ کعبہ کو خوشبو لگانے، بخور اور عود جلانے اور کعبہ کو غسل دینے پر خرچ کرتا تھا۔ دائرۃ الاوقاف کا انتظام بحیثیت ادارہ شیخ الحرم کرتا تھا۔ یہ شیخ الحرم مکہ مکرمہ کا حاکم بھی ہوتا تھا۔ اور مالی حیثیت سے اوقاف کا سربراہ اس کا انتظام کرتا تھا۔ اور یہ آستانہ علیا یعنی قسطنطنیہ میں رہتا تھا۔ سلطان سلیم خاں اوّل کے زمانہ سے شریف حسین بن علی کے زمانہ تک بدستور ایسے ہی کام چلتا رہا۔ پھر جب ۱۳۳۴ھ میں ملک حجاز پر شریف حسین قابض ہوا تو اس نے اس کام کو جاری رکھا۔ نیز حرم کی خدمت کے لئے پولیس کا محکمہ مقرر کر دیا اور ان پر ایک افسر مقرر کیا۔ پولیس کے علاوہ کچھ فوج بھی مقرر کی۔ ان کی ڈیوٹی ——— جیب کتروں پر کڑی نگاہ رکھنا اور فساد برپا کرنے والوں کو روکنا اور مسجد الحرام میں حجاج کی گری ہوئی اشیاء کو اُٹھا کر ان کا اعلان کرنا تھا۔

پھر جب جناب امام عبد العزیز بن عبد الرحمٰن فیصل آل سعود نے عربی مملکت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں تھامی تو اس نے مسجد الحرام کے لئے ایک خاص محکمہ مقرر کر دیا اس کا صدر حرم کا نائب مقرر کر دیا اور اس محکمہ کا نام "مجلس ادارۃ الحرم" رکھا۔ اس کا کام مسجد الحرام کے جملہ امور کی دیکھ بھال کرنا نیز مسجد الحرام کے ملازموں پر نگرانی کرنا تھا۔ اب اس محکمہ کے صدر کا نام ہاشم بن سلیمان بن احمد ہے جو نائب حرم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی لکیریں کھینچی ہوئی ہیں اور ان کے درمیان ایک سفید لکیر ہے۔ اور یہ قوس چھت تک پہنچ جاتی ہے۔ جو مصنوعی پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ اور چھت بناتے وقت اس کی خوبصورتی کا خاص خیال رکھا گیا۔ اور سفید رنگ پر مختلف قسم کی اشکال ہیں اور اس میں کچھ روشندان ہیں۔ جو خصوصی طور پر بنائے گئے ہیں۔ان میں بجلی کے آلات نصب کئے جاتے ہیں۔ ان روشندانوں سے ہوا اندر آتی ہے۔ اور گرمی اور سردی میں ہوا بدلتی رہتی ہے۔ اور دیواروں میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جو عربی شکل کی نہایت خوبصورت ہیں۔ اسی طرح دروازے بھی خوبصورت بنائے گئے ہیں۔ دروازے سعودی حکومت سے باہر تیار ہو کر آئے تھے کچھ مصر میں تیار ہوئے جن پر عربی رسم الخط میں قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں۔

زمانۂ ماضی میں مسجد کا صحن ایک ہی تھا۔ اس کے چاروں طرف دیواریں تھیں۔ اب اس کے دو حصے ہو چکے ہیں۔ کیونکہ صحن کے وسط میں ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ تاکہ نمازی اور زائرین سورج کی گرمی اور بارش وغیرہ سے محفوظ رہیں۔ اور تمام مسجد میں جو مسقف ہے۔ سنگِ مرمر کا فرش ہے۔ لیکن صحن کا فرش موٹی ریت کے کنکروں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ ریت کے دانے سرخی مائل ہیں۔ اس عمارت کے بعد اب مسجد چاروں اطراف سے مکمل ہو چکی ہے۔ اور کسی جگہ کوئی کام نہیں ہو رہا۔ اس کے کئی راستے اور سڑکیں بن چکی ہیں۔ یہ ایک طرف سے حرم میں پہنچتی ہے اور دوسری جانب سے ان بنیادوں تک پہنچتی ہے جو حرمِ نبوی کے لئے وقف کی گئی ہیں جو شاہ عبدالعزیزؒ کے وقت کی ہیں۔ اور یہ اوقاف مغربی راستے میں واقع ہیں۔

تعمیر کا عزم

۱۳۶۸ھ میں سابق شاہ عبدالعزیز مرحوم نے اخبار "المدینہ" کی طرف ایک کھلا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکتوب ارسال کیا۔ اس مکتوب کا نمبر ۲۷ تھا جو مورخہ ۴-۲-۸۶ ۱۳ھ کو اور ۱۲-۸-۱۳۶۸ھ کو لکھا گیا۔ اس میں عالم اسلام کو خوشخبری دی گئی۔ کہ مسجد نبوی کی توسیع کے لئے منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔

مراحلِ تعمیر

۵ شوال ۱۳۷۰ھ میں مسجد کے اردگرد کی دیوار گرائی گئی اور اس کا ملبہ وہاں سے دُور کیا گیا۔ پھر مسجد کا سنگِ بنیاد ایک بڑے اجتماع میں رکھا گیا۔ ۲۴ شعبان ۱۳۷۲ھ کو مسجد کی بنیادیں کھودی گئیں۔ اور پہلے غربی جانب جو باب رحمت سے ملتی ہے اس کی کھدائی کی گئی۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ کو عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ اور ایک دفتر قائم کیا گیا جو مسجد کی توسیع کے منصوبہ کے لئے تھا۔ اس میں پچاس سے زائد ملازم تھے۔ کچھ ان میں فنِ تعمیر کے ماہرین تھے۔ کچھ آمدنی و خرچ کے حساب رکھنے کے لئے تھے۔ اور کچھ امانتوں کی حفاظت وغیرہ پر مامور تھے۔

ادارۂ عظیم

اس کے کئی شعبے تھے۔ ایک شعبہ تحریری کام کے لئے تھا۔ ایک شعبہ آمدنی اور خرچ کے حساب کے لئے تھا۔ ایک شعبہ ڈاک کی وصولی و ترسیل کے لئے تھا۔ ایک شعبہ جو فنِ ماہرین پر مشتمل تھا۔ اور ایک شعبہ امانتوں کی حفاظت کے لئے مقرر تھا۔

مدینہ منوّرہ کے چند اکابرین کی ایک جماعت بنی ہوئی تھی جو خالی زمین کی قیمت مقرر کرتی تھی۔ اور اس میں صاحب زمین کی مصلحت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اور اُونچے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھاڑیں دام دیئے جاتے تھے۔

سڑکیں اور میدان

جو مسجد نبوی کے ارد گرد ہیں ان کی کل مسافت ۲۲۹۵۵ مربع میٹر ہے۔ اس عمارت کی خاطر مصنوعی پتھر بنانے کا ایک خاص کارخانہ بنایا گیا اور ہر قسم کے مکینیکل آلات مہیّا کیئے گئے اور اس کے لئے ابیار علی کا علاقہ منتخب کیا گیا۔ جہاں پر انجنیئروں نے خاص طور پر کام کیا۔ افسران بالا کے تحت چار صد سے زیادہ اشخاص نے کام کیا۔ حرم شریف میں چودہ انجنیئر کام کرتے رہے۔ ان میں بارہ مصری، ایک شامی اور ایک پاکستانی تھا۔ اور اُن کے آفیسروں کے ماتحت دوسو سے زائد اشخاص مصری اور شامی کاریگروں اور پاکستانی، سوڈانی، یمنی اور حضرمی کاریگروں نے کام کیا۔ ان کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار سے زائد مزدوروں نے کام کیا۔ اور سامان اٹھانے والی بڑی بڑی مشینیں لائی گئیں۔ ٹرکوں نے بہت سامان منتقل کیا اور مختلف قسم کے آلات استعمال کیئے گئے اور کئی نئی قسم کے فنی آلات کا استعمال کیا گیا۔ اور یہ تمام کے تمام حرم شریف میں کام کرتے رہے، ان کی مجموعی تعداد چالیس گروپ سے بڑھ گئی اور ینبع کی بندرگاہ اس کام کے لئے استعمال کی گئی۔ وہاں پر وہ کشتیاں ٹھہرتی تھیں جو لکڑی، سونا، سیمنٹ اور باقی میٹریل مسجد کے لئے لاتی تھیں۔ پھر یہاں سے بڑے بڑے ٹرکوں پر سامان لاد کر مدینہ منورّہ پہنچایا گیا۔ اور بندرگاہ پر اٹھارہ سے زائد کشتیاں کام کرتی رہیں اور انہوں نے جو سامان بندرگاہ پر پہنچایا وہ تین ہزار ٹن سے زیادہ لوہا سیمنٹ، لکڑی اور دیگر میٹریل وغیرہ تھا۔

مدینہ منورّہ میں ایک خاص کارخانہ لگایا گیا جس میں انجنیئر، مکینک اور دیگر کاریگر کام کرتے تھے۔ اور تمام کے تمام سعودی عرب کے باشندے تھے۔ ان کا کام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمارت کی تعمیر اور ٹرکوں اور ٹیکنیکل آلات کی دیکھ بھال تھا۔ جو اس عمارت میں کام کر رہے تھے۔

مسجد کی مسافت

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بنایا تو اس کی مسافت ۲۴۷۵ مربع میٹر تھی۔ پھر حضرت عمر بن خطاب نے ۱۱۰۰ مربع میٹر اس میں اضافہ کیا۔

پھر حضرت عثمان رضہ نے اس میں توسیع کی۔ اس کی مقدار	۴۹۶	مربع میٹر	تھی
پھر خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اس میں توسیع کی۔ اس کی مقدار	۲۳۶۹	"	"
پھر خلیفہ مہدی عباسی نے اس میں توسیع کی۔ اس کی مقدار	۲۴۵۰	"	"
پھر اشرف قائتبائی نے اس میں اضافہ کیا۔ اس کی مقدار	۱۲۰	"	"
پھر عبدالمجید ثانی نے اس میں اضافہ کیا۔ اس کی مقدار	۱۲۹۳	"	"
مسجد نبوی کی کل مسافت سعودی حکومت سے پیشتر	۱۰۳۰۳	"	"
پھر ملک عبدالعزیزؒ نے اس میں اضافہ کیا۔ اس کی مقدار	۶۰۲۴	"	"
کل موجودہ پیمائش	۱۶۳۲۷	"	"
سعودی توسیع	۶۰۲۴	"	"
قدیمی عمارت جو گرا کر نئے سرے تعمیر کی گئی	۶۲۴۷	"	"
کل پیمائش سعودی تعمیر	۱۲۲۷۱	"	"

بیان نمبر ا

ستونوں کی تعداد جو دیوار کو گھیرے ہوئے ہیں	۵۷۴ ستون مربع شکل کے ہیں۔
نئی عمارت میں گول ستونوں کی تعداد	۲۲۲ گول ستون ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غربی جانب کی دیوار	۱۲۸ میٹر لمبائی میں ہے۔		
شرقی جانب کی دیوار	۱۲۸	〃 〃	〃
شمالی جانب کی دیوار	۹۱	〃 〃	〃
کھڑکیاں شمالی	۵	کھڑکیاں درمیانی	۳
〃 شرقی	۳	〃 غربی	۳
نئے دروازے	۹	کنکروں کے میدان	۲
عقود (محراب)	۶۸۹	روشندان	۴۴

دیواروں اور ستونوں کی بنیاد کی گہرائی ۵ میٹر

اذان کہنے کے مقام کی گہرائی ۱۷ میٹر

اذان کہنے کے مقامات ۲ 〃

اذان کہنے کے مقام کی بلندی ۷۰ 〃

مسجد نبوی کے قدیمی دروازے۔ باب السلام[1]۔ باب الرحمۃ[2]۔ باب جبریل[3]۔ باب النساء[4]۔ باب عبدالمجید[5]

نئے دروازے۔ باب عمر بن خطاب[6]۔ باب عثمان[7]۔ باب عبدالعزیز[8]۔ باب سعود[9]۔ باب ابی بکر[10] ایک کھڑکی کی شکل کا تھا۔ اور اب نئی تعمیر میں اسے ایک وسیع دروازہ بنایا گیا ہے۔

بیان نمبر ۲

مسجد کے اردگرد دو سو مکانات اور یکصد دوکانات منہدم کر کے مسجد میں شامل کی گئیں۔ ان کی پیمائش پینتیس ہزار ۳۵ مربع میٹر تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعمیر کے اخراجات

مکانات اور دکانات کی جو قیمت ادا کی گئی اس کی رقم تیس ۳۰ ملین ریال تھی ۔ اور عمارت کی تعمیر پر پچیس ۲۵ ملین ریال خرچ ہوئے ۔ تمام اخراجات میں پچپن ۵۵ ملین[1] ریال صرف ہوئے وہ پتھر جو اس عمارت پر لگائے گئے وہ اکثر منقوش اور بیل بوٹوں سے مزیّن تھے ۔ ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی ۔ اس پر ۱۵۰۰ ٹن لوہا اور ۲۵۰ ٹن چپس صرف ہوئی ۔

مسجد شریف کی قبلی دیوار کو ۴ میٹر تک سیمنٹ لگا کر خوب مضبوط کیا گیا ہے تاکہ مسجد محفوظ رہے اور بارش کا پانی زمین کے نیچے سے مسجد کی بنیادوں میں داخل نہ ہونے پائے ۔ اس لئے بنیادیں ۴ میٹر تک نیچے سیمنٹ وغیرہ سے خوب مضبوط کی گئیں ۔

مسجد کے ارد گرد بڑی سڑکیں

۱۔ بڑی شاہراہ جو مسجد کے ایک دروازے باب عبدالعزیز سے شروع ہوتی ہے ۔ اور میدان جنت البقیع کی طرف جاتی ہے ۔

۲۔ بڑی سڑک جو جنوب سے شارع درب الجنائز سے ہوتی ہوئی مسجد شریف کی طرف آتی ہے اور باب السلام پر آکر ختم ہوتی ہے ۔

۳۔ بڑی سڑک جو میدانِ بقیع سے ہوائی جہاز کے راستہ تک باب الصدقہ کے پاس ختم ہوتی ہے ۔

---

[1] وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۵ ، ایک ملیون دس لاکھ کا ہوتا ہے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مسجد کے غربی جانب کی سڑک ۔ یہ مسجد کے کنارے پر ہے ۔ اس پر سنٹے ڈیزائن کی دکانیں بنائی گئی ہیں ۔ جو مسجد کے اوقاف میں شامل ہیں ۔

۵۔ مسجد کی شرقی جانب کی سڑک ۔ یہاں پر دکانیں تھیں ۔ انہیں منہدم کر کے ایک بڑی سڑک بنائی گئی ۔ جو جنوب سے شمال کی طرف جاتی ہے ۔ اور اس کے دوسرے پہلو پر مکانات تعمیر کی جائیں گی ۔

مسجد کے اوقاف

جنوبی سڑک جو مسجد کے قبلہ کی جانب واقع ہے ۔ پہلے وہاں پر مکانات تھے انہیں خرید اگیا اور منہدم کر کے ایک بڑی سڑک بنائی گئی ، جو مشرق سے جنوب کی طرف جاتی ہے ۔

بڑی سڑکیں جنہیں چوڑا کیا گیا

شارع باب المجیدی ۔ شارع رومیہ نمبر ۱ ۔
شارع رومیہ نمبر ۲

مسجد کے اردگرد کے میدان

۱۔ میدانِ باب السلام ۔ یہ مسجد کے مغربی جانب میں واقع ہے ۔ اس کی پیمائش ۳۰۰۰ مربع میٹر ہے ۔ اس میں دکان اور مکانات تھے ۔ حکومت نے یہ خرید کر انہیں گرا دیا اور ایک وسیع میدان بنا دیا ۔ یہ میدان باب السلام ۔ باب الصدیق اور باب الرحمت کے سامنے واقع ہے ۔

۲۔ میدان باب مجیدی ۔ یہ مسجد کے شمال میں واقع ہے ۔ اس کی پیمائش ۵۰۰۰ مربع میٹر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس میں بھی کافی مکانات اور دکانیں تھیں جو گرائی گئیں اور ایک وسیع میدان بنایا گیا۔ یہ نئی عمارت کے سامنے ہے۔

۲۔ میدان باب جبریل۔ یہ مشرقی جانب واقع ہے۔ اس کی پیمائش ۵۰۰ امربع میٹر ہے وہاں دو ہزار گھر اور مکانات تھے۔ وہ خرید کر منہدم کئے گئے۔

تعمیر کے مکمّل ہونے پر اجتماع

اس بڑی عمارت کے مکمّل ہونے پر خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور اس میں ایک اجتماع منعقد ہوا۔ اور اس اجتماع کے لئے اندرون ملک اور بیرونِ ملک سے بڑے بڑے دینی لیڈروں کو دعوت دی گئی۔ ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں :

رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن آل شیخ

سعودی حکومت کے مفتیِ اعظم شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ

اور نجد اور حجاز کے بڑے بڑے مشائخ اور قاہرہ سے جامع ازہر مصر کا شیخ عبدالرحمٰن تاج، دیار مصر کے مفتی شیخ حسن مامون اور ملک شام، لبنان، عراق، اور پاکستان سے دینی جماعتوں کے امیر اور صدر اور باقی اسلامی ممالک سے بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا گیا۔ اسلامی ممالک کے سفیر جو عرب میں مقیم تھے انہیں بھی دعوت دی گئی۔ انہیں میں سے سفیر مصر ڈاکٹر عبدالوہاب عزام تھے۔ جنہوں نے مسجد نبوی ؐ کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اور اس اجتماع میں انہوں نے بطور مقرر بھی حصّہ لیا تھا۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کی مدد سے نیک کام کی تکمیل ہوتی ہے اور خاتم الانبیاء اور آپ کی اولاد اور صحابہ پر صلوٰۃ اور سلام ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ تاریخی اجتماع مسجد نبوی کے غربی میدان میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع عربی وقت کے مطابق اتوار کے دن بعد از نماز عشاء ۲ بجے ۱۳۷۵ھ کو منعقد ہوا۔

حجرہ شریف

پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کی تو دو گھر اپنی بیویوں حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت سودہ رضؓ کے لئے تیار کئے۔ یہ حجرے مسجد کی طرح کچی اینٹوں اور کھجوروں کی شاخوں سے بنائے گئے۔

ابن نجار نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کے مکان کا دروازہ ایک پٹ کا تھا۔ وہ سرو یا ساگوان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر ازواج سے شادیاں کیں تو ان کے لئے بھی مکانات بنائے۔ ان کی تعداد ۹ تھی۔ اور وہ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے جو متصل دروازہ تھا اس کے درمیان تھے۔ اب اس دروازہ کا نام باب رحمت ہے[1]

اور عقبہ نے کہا ہے کہ اہل سیر یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حجرے اپنی بیویوں کے لئے تعمیر کرائے تھے۔ وہ اس باب رحمت اور قبلہ کے درمیان تھے۔ اور مشرق ملک شام کی طرف تھا۔ اور مغربی جانب کوئی حجرہ نہیں بنوایا۔ یہ مسجد سے باہر تھے۔ یہ غربی جانب کے ماسوا تمام اطراف سے مسجد کو گھیرے ہوئے تھے ان کے دروازے مسجد کی جانب تھے[2]

---

www.KitaboSunnat.com

[1] ا۔ ۵

[2] ۲۔ ۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خطیب ابن جملہ نے حجروں کے مقامات میں اختلاف بیان کیا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ تمام مشرقی جانب تھے۔ اور کبھی کہتا ہے مغربی جانب کے ماسوا تمام اطراف میں تھے۔

میں کہتا ہوں جو ہم نے مقرر کیا ہے وہ ہی راجح ہے کیونکہ ابن جوزی نے "شرف المصطفیٰ" میں محمد بن عمر کی سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے مالک بن ابی رجال سے سوال کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حجرے کہاں واقع تھے۔ اس نے اپنے باپ سے خبر دی اس نے اپنی والدہ سے بیان کیا کہ وہ تمام ہی بائیں جانب تھے۔ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور امام کی طرف اور منبر کی جانب آپ کا منہ ہوتا تو یہ بہت دور رہ جاتے تھے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس گھر میں داخل کیا۔[1]

منبر اور امام کی طرف کھڑے ہوتے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ منبر پر کھڑے ہوتے تو شام کی طرف منہ کرنے جو باب رحمت کی جانب تھا۔ یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قبلہ کی جانب کوئی حجرہ نہیں تھا۔ اسی طرح یہ روایت اہل سیر کے قول کی تائید کرتا ہے۔

ابن زبالہ نے محمد بن ہلال سے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کو دیکھا۔ وہ کھجور کی شاخوں کے تھے۔ ان پر بالوں کا بنا ہوا کپڑا لٹکا ہوا تھا۔ وہ قبلہ کی جانب پھیلے ہوئے تھے۔ مسجد کے مغربی جانب کوئی گھر نہیں تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر شام کی جانب تھا اور ایک پٹ کا دروازہ تھا۔ جو سرو یا ساگوان کی لکڑی کا تھا۔[2]

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲۴۶

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ نے واقدی کے ذریعے عبداللہ بن زید ہذلی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کو گرایا تو میں خود دیکھ رہا تھا۔ وہ کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ اور حجروں پر کھجور کی شاخوں کی چھت تھی جو مٹی سے لپائی کی ہوتی تھی۔ ان حجروں کی تعداد نو تھی اور وہ کمرے حضرت عائشہ رضؓ کے گھر سے اسماء بنت حسن کے گھر تک پھیلے ہوئے تھے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ باب النبی سے متصل دروازہ سے مراد جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے باب رحمت ہے۔ منزل اسماء بنت حسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ حجرے مسجد کے راستہ سے دُور تھے۔ اس لئے کہ اسماء کا گھر باب النساء سے متصل دروازہ کے بالمقابل تھا۔ اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ مسجد نبوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہاں تک وسیع ہو۔ لیکن عنقریب حضرت فاطمہ رضؓ کے گھر کے متعلق ذکر ہوگا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا گھر باب مذکور تک تھا۔ تو اس بات کا احتمال ہے کہ مسجد وہاں تک پھیلی ہوئی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض حجرے مسجد کے بالمقابل نہ ہوں۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد وعندہ ازواجہ فرحن فقال لصفیۃ بنت حی لا تعجلی حتی انصرف معک وکان بیتہا فی دار اسامۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہا[2]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی ازواجِ مطہرات

---

[1] خلاصۃ الوفاء ص ۲۴۷

[2] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۷۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر واپس گھروں میں چلی گئیں۔ حضرت صفیہ رضؓ سے آپ نے فرمایا تم جلدی نہ کرو ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ حضرت صفیہ رضؓ کا حجرہ اسامہ کے گھر میں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ باہر تشریف لائے۔"

ایک اور روایت میں حضرت صفیہ رضؓ سے یوں مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکفا فاتیتہ ازورہ لیلا فحدثتہ ثم قمت فانقلبت فقام معی لیقلبنی وکان مسکنہا فی دار اسامۃ بن زید فمر بہ رجلان من الانصار۔ الحدیث[1]

"ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ میں رات کے وقت آپ کی زیارت کرنے کے لئے آئی۔ آپ کے پاس آکر کچھ گفتگو کی۔ پھر میں اٹھی تاکہ واپس گھر آؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اُٹھے تاکہ مجھے واپس گھر پہنچائیں۔ حضرت صفیہ رضؓ کا گھر اسامہؓ بن زید کے گھر میں تھا۔ پھر انصار کے دو آدمی وہاں سے گزرے۔"

ایک اور روایت میں ہے: انھا جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عندہ ساعۃ ثم قامت تنقلب فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقلبھا حتی اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمۃ مر رجلان من الانصار

الحدیث[2]

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۴۲

[2] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت صفیہ رضؓ آپ کی زیارت کے لئے آئیں آپ اس وقت مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ آپ سے بات چیت کرنے کے بعد وہ اٹھیں اور واپس جانے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ چل پڑے۔ تاکہ ان کو گھر پہنچائیں۔ حتیٰ کہ مسجد کے دروازہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ام سلمہ رضؓ کے گھر کا دروازہ بھی وہیں تھا۔ دو انصاری اشخاص وہاں سے گزرے۔"

مندرجہ بالا روایات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضؓ کا حجرہ ان حجروں سے علیحدہ تھا جو مسجد کے ارد گرد تھے۔

ابن شیبہ نے اسامہ رضؓ کے گھر میں حجرہ ہونے کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ذکر کیا ہے کہ اس کے باپ نے دو گھر بنائے تھے۔ جب مسجد میں توسیع کی گئی تو ان سے ایک گھر مسجد میں شامل کیا گیا۔ شاید اس نے یہ مراد لیا ہو۔

اب ہم عبداللہ بن زید کی بقیہ روایت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ رضؓ کا گھر دیکھا۔ اس کا حجرہ کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا اس کی بنیاد کہاں تھی۔ اس نے بتایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کی جنگ کی تو آپ کی بیوی نے اپنا حجرہ کچی اینٹوں کا بنوایا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اینٹوں کو دیکھا تو اس کے پاس گئے پوچھا تعمیر کیسی ہے؟ اس نے بتایا میں نے یہ دیوار اس لئے کی ہے تاکہ لوگ مجھے دیکھ نہ سکیں۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ اے ام سلمہ رضؓ سب سے بُری چیز جس میں مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے یہ عمارت ہے۔

واقدیؒ کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث معاذ بن محمد انصاری سے بیان کی تو اس نے کہا میں نے عطاء خراسانی سے ایک مجلس میں حدیث سنی اس میں عمران بن ابی انس بھی تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ مجلس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور منبر کے درمیان منعقد ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کو دیکھا۔ وہ کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں کے بنے ہوئے ٹاٹ لٹکائے ہوئے تھے۔ پھر ولید بن عبدالملک کا خط پہنچا۔ اس نے حکم دیا کہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کو منہدم کیا جائے۔ یہ سن کر میں اس قدر رویا کہ اتنا کبھی نہیں رویا تھا[1]

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے سُنا وہ کہتے تھے بخدا! مجھے یہ بات بہت پسند تھی کہ حجروں کو اسی حالت میں رہنے دیا جاتا اور ان کو منہدم نہ کیا جاتا۔ تاکہ مدینہ منوّرہ کے لوگ اور باہر سے آنے والے دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنی قناعت سے کام لیا۔ اور اسے دیکھ کر لوگ آپس میں مفاخرت اور کثرتِ مال کی طرف سے بے رغبتی اختیار کرتے[2]

معاذ نے کہا جب خراسانی اپنی روایت کرنے سے فارغ ہوا تو عمران بن ابی انس نے کہا اس میں چار گھر تھے۔ جو کچّی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے اور ان کی باڑ کھجور کی شاخوں کی تھی اور پانچ گھر ایسے تھے۔ جن کی چھتوں پر کھجور کی شاخوں کے اُوپر مٹی ڈالی ہوئی تھی۔ اور ان کے اِردگرد کوئی باڑ نہ تھی۔ ان کے دروازوں پر ٹاٹ پڑے رہتے تھے۔ میں نے ان کے پردے کی پیمائش کی تو ۳×۳ ہاتھ کے قریب تھی[3] اور جو آپ نے کثرت سے رونے کا ذکر کیا تو میں نے مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۵۱۷

[2] " " "

[3] خلاصۃ الوفاء ص ۲۴۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے صحابہ کرام کو دیکھا۔ ان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوامامہ بن سہل اور خارجہ بن زید بھی تھے۔ وہ اتنا رویا کرتے تھے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھیں اور اس روز ابوامامہ نے کہا کاش! ان حجروں کو باقی رہنے دیتے تاکہ لوگ عمارتوں میں فضول خرچی سے گریز کرتے اور دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی نے اپنے کے لئے کیا کچھ پسند کیا ہے حالانکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں آپ کے ہاتھ میں تھیں۔

رزین نے عبداللہ بن یزید ہذلی سے بیان کیا ہے اس نے کہا:

"جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد میں شامل کئے تو میں سب کچھ دیکھ رہا تھا ان کی دیواریں کچّی اینٹوں کی تھیں۔ ان کے اردگرد کھجور کی شاخوں کی باڑھ تھی ہاں البتہ حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ کے اردگرد کچّی اینٹوں کی دیوار تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسی طرح اس نے اختصار سے بیان کیا۔"

ابن جوزی نے وفاء میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ حارثہ بن نعمان کے گھر مسجد کے قریب تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو حبالۂ عقد میں لاتے تو حارثہ آپ کے لئے ایک گھر خالی کر دیتا تھا۔ حتیٰ کہ تمام گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ہو گئے۔

میں کہتا ہوں جو روایت پہلے گزر چکی ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل .... اپنی بیویوں کے لئے دو گھر تعمیر کرائے۔ پھر جب باقی عورتوں سے نکاح کیا تو ان کے لئے کمرے بنوائے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کوئی نئی شادی کرتے تھے تو نیا حجرہ تعمیر کرواتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ تو یہاں حارثہ کی روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ تعمیر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرائے تھے۔ لیکن حارثہ وہاں پر سکونت پذیر تھا۔ جب آپ کسی نئی عورت کو حبالۂ عقد میں لاتے تو ایک کمرہ آپ کی زوجہ محترمہ کے لئے خالی کر دیتا تھا۔

زرکشی نے شمس ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی خبر نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے وقت اپنی بیویوں کے لئے حجرے بنوائے تھے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے ایسا کیا بھی نہیں۔ آپ کا مقصد تو یہ تھا کہ حضرت سودہ رضؓ کے لئے ایک گھر بنایا جائے۔ پھر کسی اور کمرے کی ضرورت نہیں پڑی۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضؓ سے شوال ۲ھ میں آپ نے شادی کی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے مختلف اوقات میں اپنی بیویوں کے لئے حجرے تعمیر کروائے تھے۔

حجرہ شریف میں قبور کا بیان

ابن عساکر نے "تحفۃ الاختلاف" میں قبروں کی کیفیت کے متعلق سات روایات بیان کی ہیں۔ اس کے شیخ ابن نجار نے اس سے پہلے چھ روایات کا ذکر کیا تھا۔

پہلی روایت۔ نافع بن ابی نعیم کی روایت۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی قبر کے متعلق بیان کیا ہے کہ آپ کی قبر مبارک سب سے آگے قبلے کی جانب ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کی قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر ہے۔ پھر حضرت عمر رضؓ کی قبر حضرت ابوبکر رضؓ کے کندھوں کے برابر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

حضرت عمر فاروق رضؓ

میں کہتا ہوں کہ اکثر علماء نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔ زین مراغی نے بیان کیا ہے کہ رزین اور یحییٰ نے اس پر یقین کا اظہار کیا ہے۔ رزین کی کلام سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس نے عبداللہ بن محمد بن طفیل سے بیان کیا ہے کہ حجرہ شریف کی پہلی دیوار گرنے کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتا ہے کہ:

"میں نے قبروں کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سب سے آگے تھی۔ اور آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر رضؓ اور پھر حضرت عمر رضؓ کی قبریں تھیں۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر تھا۔ اور حضرت عمر رضؓ کا سر حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کے کندھوں کے برابر تھا۔"

لیکن یحییٰ کو اپنی کلام پر وثوق اور پختگی نہیں۔ کیونکہ لوگوں کی طرح وہ بھی مختلف روایات بیان کرتا ہے۔ اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ہمیں ہارون بن موسیٰ نے بیان کیا اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ نافع بن ابی نعیم سے اور دیگر مشائخ سے جن پر اسے بھروسہ اور اعتماد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی صفت اس طرح بیان کی جیسے پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ اور میں نے یحییٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی کتاب کے ایک نسخہ میں قبروں کی تصویر دیکھی تو وہ صفت مذکورہ کے مطابق تھی۔ پھر کہتا ہے کہ قبروں کی کیفیت اسی طرح تھی جیسے کہ بعض علمائے حدیث نے بیان کی ہے وہ عروہ بن زبیر سے اور وہ حضرت عائشہ رضہ سے بیان کرتے ہیں۔ پھر اس نے ایسی صفت بیان کی جو چھٹی روایت میں مذکور ہو گی۔

اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابوبکر رضہ کے ذکر میں واقدی سے بیان کیا ہے اس نے ابی بکر بن عبداللہ بن سیرہ سے اس نے عمر بن عبداللہ بن عروہ سے اس نے عروہ سے اور قاسم بن محمد سے وہ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضہ صدیق نے حضرت عائشہ رضہ کو وصیت کی تھی کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ دفن کیا جائے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے لئے قبر کھودی گئی اور ان کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر کیا گیا۔ اور ان کی قبر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ متصل کیا گیا۔

پھر یہ بھی واقدی سے روایت ہے وہ ربیعہ بن عثمان سے وہ عامر بن عبداللہ بن زبیر سے بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر تھا۔ اور حضرت عمر رضہ کا سر حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی کوکھ کے برابر تھا۔

میں کہتا ہوں اس روایت میں معمولی سا پہلی روایت سے اختلاف ہے۔ وہ حضرت عمر رضہ کی قبر میں کچھ اختلاف پیدا ہوا ہے۔

۲۔ دوسری روایت

ابوداؤد اور حاکم نے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضہ کے پاس گیا اور اس سے عرض کیا اے امی جان۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضہ اور عمر رضہ فاروق کی قبریں دکھلا دیجئے۔ انہوں نے مجھے قبروں کی زیارت کرائی۔ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تینوں قبریں تھیں نہ تو بہت اُونچی تھیں اور نہ ہی بالکل ناپید تھیں بلکہ وادیٔ بطحاء کے کے سُرخ سنگریزے ان پر بچھے ہوئے تھے۔ اور حاکم نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھا اور حضرت ابو بکرؓ کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے برابر تھا اور حضرت عمرؓ کا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کے پاس تھا۔ ابن عساکر نے ان کا نقشہ یوں بیان کیا ہے۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم — عمر رضی اللہ عنہ

ابو بکر صدیق رضؓ

میں کہتا ہوں حاکم نے اس روایت کی اسناد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ تیسری روایت عثمان بن نسطاس

زبیر بن بکار نے ابن زبالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھے اسحاق بن عیسٰی نے اس نے عثمان بن نسطاس سے روایت بیان کی۔ اس نے بیان کیا کہ جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے مکان منہدم کیا تو میں نے دیکھا آپ کی قبر مبارک چار انگشت اونچی تھی۔ اس پر سُرخ رنگ کے سنگریزے تھے۔ اور میں نے حضرت ابو بکرؓ کی قبر مبارک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پیچھے اور ایک اور قبر اس سے بھی پیچھے دیکھی۔ اور اس کا نقشہ یوں بیان کیا جس طرح عثمان نے بیان کیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ جو نسخہ میں نے دیکھا ہے اس میں ابن زبالہ نے تصویر نہیں بنائی۔

ہاں البتہ ابن عساکر نے اس کا نقشہ یوں بیان کیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابنِ عساکر کا نقشہ :-

النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ابوبکر رضی اللہ عنہ
عمر رضی اللہ عنہ

میں کہتا ہوں ابن زبالہ ضعیف ہے۔ اور اسحاق بن عیسٰی داؤد بن ابی ہند کی بیٹی کا بیٹا ہے۔ رہے تو سچا لیکن کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ عثمان بن نسطاس وہ عُثیم مصغر بن نسطاس بکسرۂ نون مدنی ہے یہ عبید مولیٰ آل کثیر بن صلت کا بھائی ہے۔ اس کی روایت اس موقعہ پر مقبول ہے جب کہ اس کی متابعت میں کوئی اور راوی روایت کرے۔ ورنہ حدیث کے معاملہ میں یہ کمزور ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر آجری نے کتاب صفت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسحاق بن عیسٰی مذکور کے طریق سے اس خبر کو بیان کیا ہے۔ لیکن اس میں تصویر اور نقشہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے ابوبکر آجری اور اسحاق بن عیسٰی کے درمیان کوئی واسطہ بیان نہیں کیا۔ یہ روایت ضعیف ہونے کے علاوہ تاویل کے قابل ہے۔ یعنی روایت اوّل پر محمول کیا جائے خواہ نقشہ اور تصویر اس کے مطابق نہیں۔ اس لئے اس میں قیاس ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اس کے قریب ہے۔

چوتھی روایت ابن زبالہ منکدر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اس طرح ہے اور حضرت ابوبکر رضؓ کی قبر آپ کے پیچھے ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ کی قبر ان کے پیچھے ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نزدیک تھی۔ ابن عساکر نے اس کا نقشہ یوں بیان کیا ہے:

النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	

میں کہتا ہوں یہ روایت ضعیف ہے۔ نیز یہ دوسری روایت سے ملائی جاسکتی ہے اس لئے کہ اس کا یہ قول کہ حضرت ابوبکرؓ آپ کے پیچھے ہیں سنجیا ہے۔ اس طرح کہ ان کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر ہو۔

پانچویں روایت یحییٰ نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سند میں اسماعیل بن عبداللہ بن ابی اویس عن ابیہ ہے۔ اسماعیل ہے تو صادق لیکن سوء حافظہ کی بنا پر بعض حدیثوں میں اس سے خطا ہو گئی ہے۔ اس کا باپ بھی صادق ہے لیکن وہ وہم کی مرض میں مبتلا تھا۔ سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ وہ عمرہ سے وہ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ وہ حضرت عمرؓ کی قبروں کی صفت بیان کی۔ یہ قبریں حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک طاقچہ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک غربی جانب کی دیوار سے قریب ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی قبر اس طرح ہے کہ ان کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے پاس ہے اور حضرت عمرؓ کی قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہے اور ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

قبروں کی مذکورہ صفت ابن ابی ادریس نے یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن ابی بکر سے انہوں نے عمرہ سے اسی نے حضرت عائشہؓ سے بھی بیان کی ہے لیکن یحییٰ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبروں کا نقشہ ذکر نہیں کیا۔

ابن زبالہ نے اسی طرح قبروں کی صفت بیان کی ہے۔ اس نے ابن عساکر سے بیان کیا ہے اور قبروں کی صفت یوں بیان کی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	

میں کہتا ہوں کہ اس کی وہ روایت تردید کرتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت عمر کے لئے جگہ تنگ تھی۔ چنانچہ دیوار کی بنیاد کھودی گئی۔

چھٹی روایت

ابن زبالہ نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے اس نے کہا میں حضرت عائشہ رضی کے پاس گیا اور کہا اے امی جان! مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قبریں دکھلائیے۔ چنانچہ میں نے ان کی زیارت کی وہ نہ تو بہت بلند تھیں اور نہ ہی بالکل ناپید تھیں، وادی بطحاء کے سنگریزے ان پر بچھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ان دونوں سے آگے تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی کے پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس تھے اور حضرت عمر رضی کا سر حضرت ابو بکر رضی کے پاؤں میں تھا۔ ابن عساکر نے ان کا نقشہ یوں بیان کیا ہے:

النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
ابو بکر رضی اللہ عنہ	عمر رضی اللہ عنہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں یہ روایت دوسری روایت سے ٹکراتی ہے ۔ مزید براں اس میں ضعف ہے ۔ اور حجرہ شریف کی قبور کے متعلق جو آگے مذکور ہو گا وہ بھی اس روایت کے منافی ہے ۔ میں نے یحییٰ کی کتاب میں دیکھا ہے ۔ اس کے بیٹے طاہر نے اس کا نقشہ یوں بیان کیا ہے ۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
ابوبکر رضی اللہ عنہ	عمر رضی اللہ عنہ

اس نے کہا قاسم بن محمد حضرت عائشہ رضہ سے بیان کرتا ہے اور ابن فراس جو مذکورہ نسخہ کے راویوں میں سے ہے ۔ طاہر بن یحییٰ سے بیان کرتا ہے کہ میں نے طاہر سے سوال کیا کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کی قبروں کا نقشہ تبلا یئے ۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے ایسا نقشہ بنایا جو اُوپر مذکور ہو چکا ہے ۔

ساتویں روایت

یحییٰ نے عبداللہ بن محمد بن عقیل بن زبالہ کے واسطہ سے حجرہ شریف کی دیوار گرنے کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میں حجرہ کے اندر داخل ہوا اور آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا ۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا رہا ۔ اور قبروں کی زیارت کی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے پاس حضرت ابوبکر رضہ کی قبر تھی اور حضرت عمر رضہ کی قبر حضرت ابوبکر رضہ کے پاؤں کے پاس تھی ۔ ان پر میدان کے کچھ سنگریزے بچھے ہوئے تھے ۔ ابن عساکر نے ان کا نقشہ یوں بیان کیا ہے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

میں کہتا ہوں اس روایت کو رزین نے عبداللہ بن عقیل سے بیان کیا ہے او سابقہ الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہاں اس نے یہ کہا ہے کہ میں نے قبریں دیکھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آگے تھی۔ جیسے ہم نے روایت اوّل میں بیان کیا ہے اس طرح اس نے جو ذکر کیا ہے۔ وہ اس کے مخالف ہے اور وہی قابلِ اعتماد ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے اور جو حجرہ شریف کے متعلق ذکر ہے وہ بھی قابلِ اعتماد ہے۔ خصوصًا حضرت عائشہ رضہ سے صاحبین کی قبروں کے متعلق جو ذکر ہو چکا ہے۔ اس کی ایک روایت شاہد بھی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

طبقات ابن سعد میں مالک بن اسماعیل سے مذکور ہے۔ اس سے مراد غالبًا مولی آل زبیر ہے۔ اس نے کہا میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ اس حجرہ شریف میں داخل ہوا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کی قبریں تھیں۔ میں نے ان کی زیارت کی وہ سب کی سب مستطیل شکل کی تھیں۔

آجری کی روایت سے ایک اور نقشہ کا وہم پڑتا ہے کیونکہ اس نے سابقہ قبر کے حجرہ شریف کو مسجد میں داخل کرنے کے متعلق رجاء بن حیوہ سے بیان کیا ہے۔ رجاء کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضہ کی قبر اس کے وسط میں تھی۔ اور حضرت عمر رضہ کا ذکر نہیں کیا۔ اگر ضمیر "وسط" کی بیت کے لئے ہے تو واضح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضمیر راجع ہو تو ایک اور نقشہ بن جائے گا۔ لیکن لفظ "وسط" سے چشم پوشی کی جائے گی تاکہ دوسری روایت کے مطابق ہو جائے۔

ابو یعلی نے جو روایت حضرت عائشہ رضؓ سے بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور حضرت عمر رضؓ بائیں جانب تھے اس کی سند ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ حافظ ابن حجر کے کہنے کے مطابق اس کی تاویل کی جائے۔

بس اب دو پہلی روایات رہ جاتی ہیں۔ ان دونوں میں ایک کو ترجیح دینے میں تامل ہے لیکن اول زیادہ مشہور ہے۔ حاکم کی تصحیح کے مطابق دوسری کو ترجیح ہے اور سب سے اصح روایت ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ قبریں مسنم یعنی کوہان کی شکل کی تھیں۔

یحیٰی کہتا ہے کہ مجھے ہارون بن موسیٰ نے روایت بیان کی ہے۔ اس نے کہا مجھے مدینہ کے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ قبریں مربع شکل کی ہیں۔ ان پر وادی بطحا کے سنگریزے ڈالے ہوئے ہیں۔

ابن زبالہ نے عمرہ سے اس نے حضرت عائشہ رضؓ سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مربع شکل کی ہے اور آپ کا سر مبارک غربی دیوار کی جانب ہے۔

لیکن صحیح بخاری میں سفیان تمار سے مروی ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مسنم شکل میں دیکھا۔ ابو نعیم نے کچھ الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی قبریں ایسی ہی تھیں۔ ابن سعد رحؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں مسنم شکل کی دیکھیں۔

جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے یہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ سفیان حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں پیدا ہوا اس لئے ممکن ہے اس نے قبر کو آخری شکل میں دیکھا ہو۔[1]

حجرہ شریف کے گرد مقصورہ (جالی)

حجرہ شریف کے اردگرد ایک جالی بنائی گئی جو حضرت فاطمہؓ کے گھر کو بھی محیط ہے۔ سب سے پہلے ملک ظاہر رکن الدین بیبرس کو اس کے بنوانے کا شرف حاصل ہوا۔ جب ۶۶۷ھ کو حج کے لئے آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ حجرہ شریف کے اردگرد لکڑی کا جنگلہ لگایا جائے۔ چنانچہ اس نے حجرہ کی چاروں طرف سے ایک رسی کے ذریعے پیمائش کی اور یہ رسّی ساتھ لے گیا۔ اس نے رسّی کے مطابق ۶۶۸ھ کو لکڑی کے جنگلے بنوا کر بھیجے اور اس کے اردگرد لگوائے۔ اس کے تین دروازے تھے۔ ایک قبلہ کی جانب۔ دوسرا مشرقی جانب اور تیسرا مغربی جانب تھا۔ یہ جنگلے ان ستونوں کے درمیان نصب کرا دیئے جو حجرہ شریف سے متصل تھے۔ ہاں البتہ شامی جانب کچھ اضافہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد گاہ کو بھی شامل کیا۔

پھر اس جالی کا چوتھا دروازہ بنایا گیا۔ یہ ۷۲۹ھ کی بات ہے جب کہ دونوں برآمدوں کی تعمیر ہوئی تھی۔ یہ جالی شمالی جانب ہیں مسجد کے صحن میں ہے۔ آتشزدگی

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۵۵۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے واقعہ سے پیشتر اس پر بلند چھت تھی۔ جس کو چاروں اطراف سے چھجے گھیرے ہوئے تھے۔ پھر یہ دروازہ بنایا گیا۔ اور اس کے آگے مسجد کے کشادہ صحن پر ایک لطیف چھت تھی جو تقریباً چھ گز کی بلندی پر تھی۔ اس کا چھجہ بھی بنا ہوا تھا۔ جو دھوپ سے بچاؤ کا کام دیتا تھا۔ اس کے نیچے رنگین سنگِ مرمر کا فرش بنا ہوا تھا۔ یہ عمر بن عبدالعزیز کے پتھروں کے مشابہ تھا۔ یہ ۸۵۳ھ کی بات ہے جب کہ ظاہر جمقمق حکمران تھا۔

زین مراغی نے بیان کیا ہے کہ وہ جالی جو ملک ظاہر یعنی رکن الدین بیبرس نے بنائی تھی وہ قدِ آدم کے برابر تھی۔ ۶۹۴ھ میں ملک عادل زین الدین کتبغا نے اس کے ارد گرد ایسی جالی لگوائی جو چھت تک پہنچ گئی۔

اس کی تعمیر کے متولی نے جالی کا وہ حصہ جو پہلی تعمیر کے وقت روضہ شریف میں شامل تھا اس کی بھی تجدید کر دی۔ کیونکہ دوسری دفعہ آتشزدگی سے جل گیا تھا۔ پھر یہ جالی قبلہ کی جانب پیتل کی لگوائی گئی۔ اور اس کے اوپر کی جانب پیتل کی باریک تاریں لگائی گئیں جو حجرہ شریف کے گنبد سے متصل تھیں۔ شام کی جانب جنگلے بنائے گئے۔ اور مشرق اور مغرب کی جانب لوہے کی سلاخوں کے بنے ہوئے جنگلے لگائے گئے۔ ان کی چوکھٹ لوہے کی تھی۔ اس کے اوپر پیتل کی جالی تھی۔ پھر ایک اور نیا جنگلہ بنوایا جس کی چوکھٹ لوہے کی تھی۔ حجرہ شریف کا کچھ حصہ مثلث ہے اور اس میں دو دروازے ہیں۔ ایک مثلث سے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے۔ اس طرح یہ جنگلہ حجرہ کے شامی جانب کے سامنے کے جنگلے کے درمیان میں واقع ہے۔ اس تمام مقصورہ (جالی) کو حجرہ شریف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کے دروازے حجرہ شریف کے دروازے کہلاتے ہیں۔ اور جو اس کی چھت میں، قندیلیں معلق ہوتی ہیں انہیں حجرہ کی قندیلیں کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ سکی کی عبارت میں ذکر ہو چکا ہے۔

بدر بن فرحون کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جالی کے مغربی جانب ایک اور جالی تھی جسے بعد میں گرایا گیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ہم سے پہلے لوگوں نے تساہل اور غفلت سے اس میں کام لیا اور حجرہ شریف پر ایک بڑا مقصورہ بنا دیا۔ یہ سورج کی دھوپ سے بچاؤ کی خاطر بنایا گیا تھا۔ حالانکہ یہ بدعت اور گمراہی کا موجب تھا۔ اس میں اہل تشیع نماز ادا کرتے تھے۔ اس سے صفیں منقطع ہو گئیں۔ اور جن لوگوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے بنانے والے کو سخت ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے بعض لوگوں کو سنا کہ وہ اس کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر باآواز بلند یہ اعلان کرتے تھے کہ:

حی علی خیر العمل"

یعنی نیک عمل کی طرف آؤ

یہ جگہ ان کے درس و تدریس کا اڈہ بن گئی اور ان کے علماء کے لئے خلوت گاہ کے طور پر استعمال ہونے لگی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا آدمی بھیجا جس نے اسے مٹانے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ ایک ایسی رات آئی جب کہ اس کے دروازے خالی تھے۔ اور اس کی لکڑیاں کمان کی طرح جھک گئیں اور صفوں سے متصل ہو گئیں۔ اور اس کا کچھ حصہ حجرہ شریف میں داخل کیا گیا۔ یہ وہی حصہ تھا جو مذکورہ جنگلوں پر مشتمل تھا۔ پھر شام کی جانب ایک دروازہ بنایا گیا۔ یہ دروازہ ملک ناصر نے دو برآمدوں کے ساتھ بنوایا تھا"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدینہ شریف کے بعض مشائخ نے مجھے بتایا کہ یہ مقصورہ (جالی) ستونِ وفود کے شامی جانب واقع تھا۔ اور آج شیعہ لوگ وہاں پر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر حضرت فاطمہ رضؓ کا گھر تھا۔ جیسا کہ ہم ابن نجار سے بیان کر چکے ہیں۔ اس نے بیان کیا ہے کہ آج اس گھر کے اِرد گرد جالی ہے۔ اور اس میں محراب ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مطہرہ کی پچھلی جانب ہے۔ اس جالی کا وجود مسجد میں آتشزدگی سے پہلے تھا۔ غالباً مقصورہ بنانے کا یہ کام رکن الدین نے کیا تھا۔

مطریؒ نے ذکر کیا ہے کہ سلطان الظاہر رکن الدین نے اس مقصورہ (جالی) کو بنایا تھا۔ پھر اس نے لکھا ہے کہ:

"ملک ظاہر نے یہ کام حجرہ شریف کی تعظیم کے لئے کیا تھا اور روضہ شریف کے ایک حصّہ میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے متصل تھا باڑ بنادی اور اس میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ حالانکہ اس کی فضیلت اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ باڑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے پیچھے شرقی کنارے کی جانب ہوتی اور جالیاں جو حجرہ کے نزدیک تھیں ان کو ساتھ ملا دیا جاتا تو یہ کام قدرے اچھا ہوتا۔ کیونکہ شرقی کنارہ روضہ میں شامل نہیں اور نہ ہی مسجد میں شامل ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ وہ جگہ ہے جو ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں مسجد میں شامل کی گئی"۔

مطریؒ نے مزید کہا ہے کہ:

"مجھے ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ کسی صاحبِ علم نے جو وہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے۔ اس کی اس باڑ پر اعتراض کیا ہو یا اسے روکنے کا دل میں خیال ہو۔ یہ بڑی اہم بات ہے جو غور و فکر کے قابل ہے ؟

زین مراغی کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ ملک ظاہر نے سلف کی تقلید میں یہ کام کیا تھا۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے حجرہ شریف کے ارد گرد باڑ بنوائی تھی جو زیادہ اونچی نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں یہ اس صورت میں ہے جب کہ حجرۂ شریف کی دیوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسجد کی حد ہو۔ ہم حدودِ مسجد کے سلسلہ میں پہلے ذکر کر چکے ہیں جو اس بات کی تردید کرتی ہے۔ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے کہ مسجد کی حد یہاں تک تھی اور عمر بن عبدالعزیز نے وہاں دیوار بنوائی تھی تو اس میں قبر کی حفاظت ملحوظِ خاطر تھی اور یہ مقصود تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ قبر کا استقبال بھی نہ ہو جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن یہ مقصورہ (جالی) اس کے برعکس ہے۔

بدر بن فرحون نے شیخ علی واسطی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ مجھے جمال الدین مطریؒ نے ایک واقعہ سنایا کہ:

"شیخ نے مجھے ملک ناصر کے پاس بھیجا کہ میں اس سے یہ کہوں کہ تمہاری تین حاجتیں اللہ تعالیٰ سے پوری کرانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم میری صرف ایک حاجت پوری کر دو۔ کہ حجرہ شریف پر جو مقصورہ (جالی) ہے اسے گرا دو۔ اسے یہ پیغام پہنچا دیا گیا۔ لیکن وہ مقصورہ گرانے کی سعادت حاصل نہ کر سکا"

بدر بن فرحون کہتے ہیں کاش! وہ ایسا کرتا کیونکہ وہ جنگلہ جو حجرہ کے ارد گرد تھا اس کی وجہ سے مسجد کا ایک حصہ کٹ گیا اور روضہ شریف کا کافی حصہ اس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شامل ہو گیا۔ اور ہر زمانہ میں اس کی تجدید و تعمیر ہوتی رہی۔ جب یہ مقصورہ گرایا گیا تو یہ بڑا حصہ اس میں شامل کیا گیا۔

مطریؒ کے مذکورہ بالا بیان کے بعد محمد شیرازی نے کہا ہے کہ جو اس نے ذکر کیا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ ہاں البتہ ان میں سے ایک دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا تاکہ وہ لوگ جو اس میں داخل ہوتے، زیارت کرنے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کے متمنی تھے ان کے لئے سہولت ہو۔ یہ بات یاد رہے کہ حجرہ شریف کے قریب جالیاں لگانے سے وہ اپنی حقیقی بنیادوں سے بڑھ گیا تھا۔ اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ انہیں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خصوصاً جب کہ ایام حج ہوتے تھے۔ اور سخت اژدحام ہوتا تھا۔ کیونکہ حج کے ایام میں وسعت کے باوجود جگہ تنگ ہو جاتی تھی۔ پھر حجرہ شریف کے ساتھ جالیاں لگائی جائیں تو کس قدر تنگی کا باعث ہوں گی؟ اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ زائرین کے لئے مشرقی جانب وسیع ہے۔ کیونکہ لوگ اُدھر آتے ہیں۔ اُدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ہے وہاں آکر لوگ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ پھر شیخین کو سلام کہتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو یہ بات بالکل درست نظر آتی ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اس میں مزید حسن و آرائش کی ضرورت نہیں۔ نیز اس کے سبب سے روضہ کی کسی چیز میں فرق نہیں پڑتا بلکہ نمازیوں کی سستی اور غفلت کے باعث نقصان ہوتا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے چند خادموں کو دیکھا جو جمعہ کے روز جالی کے اندر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

میں کہتا ہوں جو اس نے ذکر کیا ہے اس کے زمانہ کے مطابق درست ہو گا کیونکہ مذکورہ دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ نیز اس نے بیان کیا ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ان جالیوں نے روضہ شریف کا اکثر حصہ جو آپ کے گھر سے متصل تھا گھیر رکھا تھا۔ اور حجرہ اور جالیوں کی درمیانی جگہ عورتوں کے لئے مخصوص ہو گئی تھی۔ وہ ایام حج میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر وہاں بیٹھتی تھیں۔ اور بچے عموماً وہاں پر گندگی پھیلاتے تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر میں نے حج کے موقعہ پر ملک ناصر سے بات چیت کی۔ یہ ۷۲۰ھ کا واقعہ ہے۔ میں نے بادشاہ مذکور سے درخواست کی کہ حج کے ایام میں اسے بند کیا جائے۔ لیکن اس نے میری درخواست پر کوئی توجہ نہ دی۔ حالانکہ یہ بات نہایت غور و فکر کے قابل تھی۔"

اس کے بعد تمام دروازے بند کرنے کا رواج ہوا۔ اور کوئی دروازہ بھی نہیں کھلتا تھا۔ ہاں البتہ جب رات کے وقت قندیلیں روشن کرتے تو کچھ خادم اور دربان وغیرہ یا کچھ معزز لوگ شیخ الخدام کی اجازت سے اندر داخل ہوتے تھے چونکہ یہ رات کے وقت زیارت کے لئے اندر داخل ہوتے تھے۔ اس لئے اس حصہ میں دن کے وقت لوگوں کی آمد و رفت بند ہو گئی اور لوگ چارپائی کے ستون سے تبرک حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ اس کا مقام مشرقی ستون کی جانب ہے۔ اس طرح سلف کی جگہ پر کھڑے ہو کر زیارت کرنے سے محروم ہو گئے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مقام جبریلؑ اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کی زیارت سے بھی محروم ہو گئے۔ یہ تمام اشیاء جالی کے اندر تھیں بلکہ انہیں کی خاطر جالی لگائی گئی تھی۔ جو ان کے لئے قلعہ کا کام دیتی تھی۔ گنبد کے ستون بھی اسی میں تھے۔ عوام الناس اور حقیقت حال سے ناواقف لوگ اسے مسجد سے خارج تصوّر کرنے لگے تھے۔ اور حجرہ شریف کا حصہ تصوّر کرتے تھے۔ جب ان کا یہ عمل حد سے تجاوز کر گیا تو ان کو منع کیا گیا۔ بعض لوگوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے ستونوں کے سروں پر گنبد بنانے کی تجویز پیش کی اور کہا نیچے بنیاد نہ رکھی جائے لیکن ان کی تجویز مسترد کی گئی۔

مذکورہ دروازوں کو بند کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ملک شام کے قاضی نجم بن حجبی نے جب حج کیا تو اس نے اس مقام پر لوگوں کا اژدحام دیکھا۔ نیز جو ابن جماعہ نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے ان دروازوں کو بند کرنے کا فتویٰ دیا لیکن وہاں کے گورنر ابوزرعہ نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ جب مصری حجاج کے ساتھ حج کرنے آیا۔ تو اس نے ان دونوں کو کھولنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے حکم کے مطابق کافی دیر تک کھلے رہے۔ یہ ۸۲۲ھ کا واقعہ ہے پھر جب نجم بن حجی وہاں کی عدالت کا مجسٹریٹ مقرر ہوا تو اس نے انہیں بند کرنے کا حکم صادر کیا۔ یہ ۸۲۸ھ کی بات ہے۔ پھر اس کے بعد ہمیشہ کے لئے بند کیا گیا۔ حرم شریف کے بعض مشائخ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

میں نے محمد شیرازی کی کلام پر حافظ جمال الدین بن خیاط یمنی کا حاشیہ دیکھا اس کے الفاظ یہ ہیں :

> "ملک اشرف برسبائی صاحب مصر و شام کے زمانۂ حکومت میں دروازوں کی جالیوں کو میخیں لگائی گئیں اور دروازے بند کئے گئے۔ یہ ۸۳۰ھ کے کچھ دیر بعد کا واقعہ ہے۔ اب لوگ ان جالیوں کے پیچھے کھڑے ہوکر حجرہ شریف کی زیارت کرتے ہیں۔ اس میں داخلہ ممنوع ہے۔ اس سے ان کا مقصد روضۂ مطہرہ کی غایت درجہ تعظیم و تکریم ہے۔ نیز کثرت سے چھونے والوں کے ہاتھوں سے محفوظ کرنا ہے۔ کیونکہ عرب کے اکثر جاہل اور دیگر ممالک کے کوتاہ فہم لوگ قبر مبارک سے اپنی پیٹھ رگڑتے تھے۔ اور روضہ مبارک کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیوار سے بھی ایسا کرتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد تبرک حاصل کرنا ہوتا تھا۔ حالانکہ تمام بھلائی ادب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنے اور تعظیم و تکریم میں اور کثرت سے چھونے والوں کے ہاتھوں سے محفوظ کرنا ہے۔ کیونکہ عرب کے اکثر جاہل اور دیگر ممالک کے کم عقل لوگ قبر مبارک سے اپنی پیٹھ رگڑتے تھے اور روضہ مبارک کی دیوار سے بھی ایسا کرتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد تبرک حاصل کرنا ہوتا تھا۔ اور تمام بھلائی ادب کے استعمال میں ہے۔[1]

روضۃ من ریاض الجنۃ کا مطلب

جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہونے کا مطلب

اس حدیث کے معنی لوگوں نے مختلف بیان کئے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"علماء نے اس کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ٹکڑہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ کی طرح ہے۔ رحمت کے نزول اور سعادت کے حصول کی وجہ سے جو وہاں پر ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو رحمت اور سعادت حاصل ہوتی تھی۔ تو اس لحاظ سے یہ مجازی معنے میں استعمال ہوا۔"

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۱۱۶۱، حجرہ شریف کی حفاظت ص ۱۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ:

"اس میں عبادت کرنا جنّت کا موجب بنتا ہے۔ تو یہ بھی مجازی معنی ہو گا۔ یا یہ ظاہر پر محمول ہے۔ اور اس سے مراد حقیقتاً جنت کا باغ ہے اور وہ اس طرح کہ یہ ٹکڑہ جنّت میں منتقل کیا جائے گا۔ اور پھر کہا کہ تمام اقوال علی الترتیب قوی ہیں۔ اور سب سے پہلے قول کو یا آخری قول کو زیادہ تقویت ہے۔ اور میرے نزدیک سب سے آخری قول راجح ہے۔"

ابن نجار کا بھی یہی نظریہ ہے۔ برہان بن فرحون نے اپنی "منسک" میں ابن جوزی وغیرہ مالک نے یہی بیان کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو "جو میری قبر اور میرے منبر کے مابین ہے وہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔"

امام مالکؒ نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے۔ ابن جوزی وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

"جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گا یعنی جنت کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور باقی زمین کی طرح فنا نہیں ہو گا۔ علماء کی ایک جماعت نے اس نظریہ میں ان کی موافقت کی ہے۔"

خطیب ابن جملہ نے دراوردی سے بیان کیا ہے کہ:

"ابن الحاج نے اپنی مدخل میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ علماء نے اس سے اس مقام کی مزید فضیلت ثابت کرنا چاہا ہے۔"

پھر میں نے حافظ ابن حجرؒ کی کلام کو دیکھا جس میں انہوں نے دوسرے مقام پر پھر اس کو ترجیح دی ہے۔ حوض کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے انہوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کہا ہے کہ:

"اس مقام کا نام باغ رکھنا اس لحاظ سے ہے کہ یہ ٹکڑہ جنت کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اور اس وقت جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگا یا مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں عبادت کرنا عبادت کرنے والے کے لئے جنت کا موجب ہوگا"

پھر کہا ہے کہ:

"یہ معنی محلِ نظر ہیں کیونکہ اس ٹکڑہ میں ہی عبادت کے ساتھ جنت خاص نہیں ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب تو اس ٹکڑہ کی دیگر قطعات پر فضیلت بیان کرنا ہے"

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی جمرہ کا نظریہ ان سب سے بہتر ہے۔ اس نے اس نظریہ اور سابقہ نظریہ کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہم منبر کے معاملہ میں جو پہلے ذکر کر چکے ہیں اس سے ہم نے یہ استنباط کیا ہے کہ اس سے مراد پہلے معنی ہیں۔ پھر آخری دونوں معانی بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

"ان کی مطابقت دو طریقے سے ہو سکتی ہے اور ہر لحاظ سے ایک دلیل ہے جو اس کو پختہ اور مضبوط کرتی ہے:

۱۔ اس میں عمل کرنا جنت کا موجب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجد کی فضیلت کے متعلق یہ ذکر ہوا ہے کہ اس میں کئی گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اس ٹکڑے کو باقی زمین کے ٹکڑوں پر فضیلت ہے۔

۲۔ اور یہ بعینہٖ جنت میں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"میرا منبر حوض پر ہوگا" اور اس کو ظاہری معنے پر تمام علماء نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمول کیا۔ اور یہ بات حق ہے کہ وہ حوض پر موجود ہوگا۔"

میں کہتا ہوں یہ قول محلِ نظر ہے۔ اس لئے کہ ہم اسے پہلے بیان کر چکے ہیں نیز بیان کیا ہے کہ:

"شرع کے قواعد میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ مبارک ٹکڑوں کی برکت کا ہمیں اس وقت فائدہ ہوگا جب ہم اس کو اطاعت اور تابعداری سے آباد کریں گے۔"

نیز کہا ہے کہ:

"اس میں ایک اور توجیہہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ٹکڑہ بذاتِ خود جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگا۔ جیسا کہ حجرِ اسود جنّت سے آیا ہے تو اس لحاظ سے موضع مذکور اسی وقت سے جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور اسی طرح جنّت میں جائے گا۔ اور اس میں عمل کرنے والے کے لئے جنّت میں باغ دیا جائے گا۔ اور کہا یہ معنی بہت واضح ہے۔ کیونکہ اس میں آپ کی عظمت اور شان کا اظہار ہے۔"

نیز اسی لئے بھی کہ آپ کے اور آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان مشابہت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ کو حجرِ اسود جنت سے عنایت کرتے ہیں۔ مخصوص کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں وہ نفسِ مقام ہے۔ اس لحاظ سے الفاظ کے ظاہر معانی مراد ہوں گے اور اس لئے کہ اس معنے کے خلاف کوئی تقاضا نہیں کرتا۔ کیونکہ دنیا کے ہوں کو مدنظر رکھ کر اس کا مشاہدہ کیا جائے تو اس میں کسی کو جرح قدح کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور جب تک انسان اس جہان میں ہے۔ دوسرے عالم کے رموز و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقائق سے آگاہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس پر کئی کثیف پردے ہوتے ہیں، اور
باد مذکور کو اس سے خاص کرنا یا تو عبادت کے طور پر ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک
حضور اکرم کی قبر مبارک ہے جو روضہ مطہرہ کے نام سے موسوم ہے۔ ابن ابی جمرہ نے
ایسے ہی اشارہ ہے۔

جمال محمد راسانی ریمی کہتے ہیں کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ لفظ معقول معنی
پر دلالت کرتا ہے اور دانائی اور حکمت کا اظہار کرتا ہے۔ اختلاف تو اس معنے
میں ہے کہ وہ کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ اپنے حقیقی معنی میں استعمال
ہوا ہے۔ اور بے شک یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اس لحاظ
سے کہ یہ بعینہٖ جنت سے لایا گیا ہے۔ یا جنت کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ بعض
کہتے ہیں کہ یہ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں
عبادت کرنا جنت کا موجب بنتا ہے یا اس لئے کہ اس میں رحمت کا نزول ہوتا
ہے اور بخشش ہوتی ہے۔ جس طرح مجالس ذکر کو جنت کے باغ کہا ہے۔ حدیث
شریف میں ہے:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا

جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کھاؤ پیو۔

ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ میں نے دریافت کیا: ما ریاض الجنۃ قال
المساجد قلت وما الرتع؟ قال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

ــــہ

کہ جنت کے باغ کون سے ہیں آپ نے فرمایا مسجدیں پھر میں نے دریافت
کیا کہ چرنے سے کیا مراد ہے، فرمایا سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ واللہ
اکبر پڑھنا مراد ہے۔ سبحان اللہ الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن عبدالبر نے کہا ہے ۔۔۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پر تشریف فرما ہوتے تو لوگ آپ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہاں بیٹھتے اس لئے اسے روضہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ جو کچھ وہاں حاصل کرتے تھے وہ بہت بہترین ہوتا تھا۔ اور اس کی نسبت جنت سے اس لئے کی گئی کہ وہ جنت کا باعث ہو گا جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الجنۃ تحت ظلال السیوف

جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

یعنی وہ ایسا عمل ہے جو جنت میں داخل کرے گا۔

خطابی نے کہا ہے کہ جنت کے باغوں میں سے باغ ہے بشرطیکہ اس میں عبادت کی جائے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہے"۔

یعنی توقع کی جاتی ہے کہ اس عمل کے ذریعے اس کو جنت کا باغ نصیب ہو گا۔ اس لحاظ سے مسبب کا نام سبب پر اطلاق ہوا ہے۔ جیسے جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

یہ معانی خطیب ابن جملہ نے نقل کیا ہے، پھر اس نے اس آخری معنے پر تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس لحاظ سے تو روضہ کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ حالانکہ لوگوں نے اس سے اس کی بڑی فضیلت سمجھی ہے جس کے باعث امام مالکؒ نے اسے تمام ٹکڑوں پر۔۔۔۔ افضل قرار دیا ہے۔

اور جمال ریمی نے خطیب کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اظہر معنی یہ ہے کہ اس میں عبادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اس میں لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خطابی اور ابن عبدالبر نے بھی اس معنی میں اس سے اتفاق کیا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور وہ دونوں نفقہ حدیث میں امّت کے قابلِ اعتماد اشخاص تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ کچھ نظائر بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ خطیب نے آخری دونوں معانی کی کسی کی طرف نسبت نہیں کی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں اقوال ضعیف ہیں۔ اور قاضی عیاض نے یہ بات ذکر نہیں کی کہ یہ موضع بعینہٖ جنّت سے لایا گیا ہے۔ اس کے سوا اور اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے شاذ ہونے کی دلیل ہیں اس لئے کہ ایسے موقعہ پر توقیف کرنا بہتر ہوتا ہے جس طرح رکن اور مقام کے متعلق توقیف کرتے ہیں۔ اور اس میں جرح قدح کرنا گویا محسوس اور موجود اشیاء کے انکار کے مترادف ہے۔ خطیب کی بات کا جواب یہ ہے کہ:

"اس کی فضیلت واضح ہے کیونکہ مذکورہ بالا نظائر جنّت کے باغوں کا موجب بنتے ہیں۔ اسی طرح اس مقام پر عمل کرنا ایک ایسے باغ کا موجب ہوگا جو ان تمام باغوں سے اعلیٰ ہوگا۔"

میں کہتا ہوں کہ اس کا اس معنی میں استعمال کرنا کہ اس مقام پر عمل کرنا جنّت اعلیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ روضہ سے مراد تمام مسجد نبوی ہے۔ کیونکہ جب اجر بڑھنے کا معاملہ ثابت ہوا تو یہ تمام مسجد پر حاوی ہوگا تو اس سے اس کے مجازی معنی مراد ہوں گے۔ اور اس نے اس کے متعلق ایک کتاب بھی تالیف کی ہے اس کا نام:

دلالات المسترشد علیٰ ان الروضة هي المسجد۔

رکھا ہے۔ شیخ صفی الدین کازرونی مدنی نے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے میں نے ان دونوں کا خلاصہ لکھا ہے۔ اور ان دونوں میں فیصلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب کا نام: "دفع التعرض والانکار بسط روضة المختار"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھا ہے۔ اس معاملہ میں درست اور صحیح بات عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ اس قول کو کہ:

"یہ مقام جنّت سے لایا گیا ہے"

ضعیف قرار دینے کے متعلق اس نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ:

"قاضی عیاض نے اسے عجیب ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ عین ممکن ہے کہ وہ اس پر اطلاع نہ پاسکا ہو۔ اور اس کا یہ کہنا کہ رکن کی طرح اس میں بھی توقیف کیا جائے! تو ہم کہتے ہیں ہمیں تبلایئے صادق اور مصدوق یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے بڑھ کر کیا توقیف ہو سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن اور مقام کی خبر دی۔ اصل بات یہ ہے کہ علماء نے اس حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ یہ مقام بانع ہے خواہ اس میں ذکر کرنے والے اور نماز ادا کرنیوالے ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے برعکس حلقۂ ذکر میں یہ ہوتا ہے کہ جب وہ حلقہ چھوڑ کر اُٹھتے ہیں تو ان پر رحمت وغیرہ کا نزول بند ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ یانع ہمیشہ کے لئے یانع ہی رہتا ہے خواہ اس میں ذاکر ہوں یا نہ ہوں۔ اس لئے "رتع" کی تفسیر ذکر سے کی گئی ہے۔ اور

"جنّت ماؤں کے قدموں تلے ہے"

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کی خدمت کو لازم پکڑنا جنّت کا موجب بنتا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ:

"یہ معنی اس معنی کی طرف لے جاتے ہیں جو اس نے ذکر کئے ہیں"

یہ عجیب ہے۔ حالانکہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کا حقیقت پر محمول کرنے میں کچھ موانع ہیں۔ اور اس سے اچھا قول کون سا ہو سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"یہ جنّت کا باغ ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام فرمایا ہے۔"

منبر کے متعلق متذکرہ بالا احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں۔ اور جو احادیث احد اور عیر پہاڑ کے متعلق وارد ہوں گی وہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ کیونکہ یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ احد کے پاس عبادت گزار کی عبادت اسے جنّت میں پہنچانے کا باعث ہو گی۔ اور اسی طرح عیر کے پاس عبادت کرنا آگ سے نجات کا موجب ہو گا۔ اور فضیلت کے سلسلہ میں اس کا یہ کہنا کہ:

"اس میں عمل کرنا اعلیٰ باغ میں پہنچا دیتا ہے حدیث میں ایسا وصف مذکور نہیں کہ فلاں جگہ سب سے اعلیٰ باغ ہے۔ بلکہ مطلق ذکر ہے۔ جب یہ غیر کے لئے بھی ثابت ہو گیا تو اس میں کوئی خصوصیت نہ رہی۔ بلکہ مکّہ کی افضلیّت بیان کرنے والا یہ کہے گا کہ اس میں عمل کرنا اعلیٰ اور افضل باغ میں لے جانے کا موجب ہو گا۔ چونکہ اس ٹکڑہ کی باقی زمین پر فضیلت ہے۔ اس لئے بعض ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ مدینہ منوّرہ کو مکّہ معظمہ پر افضلیّت حاصل ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

لقاب قوس احدکم فی الجنّۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔

جنّت میں تمہاری ایک کمان کے برابر جگہ دنیا اور وما فیھا سے بہتر ہے"[۱]

ابنِ حزم نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس کا جنّت کہنا تو بر سبیل مجاز ہے کیونکہ اگر حقیقتاً ایسا ہوتا تو جنّت کی صفت کے مطابق ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بیان کیا ہے۔

۱؎

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ (طٰہ)

وہاں پر تمہیں بھوک پیاس محسوس نہیں ہوگی اور نہ ہی تم برہنہ ہو گے۔"
اس نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اس میں نماز ادا کرنا جنت کا موجب بنتا ہے۔ جیسا کہ اچھے دن کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ دن، تو جنت کے دنوں میں سے ہے[1]

تحویل قبلہ

ابن نجار نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں سولہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ پھر کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم نازل ہوا۔ آپ نے مسجد کے کناروں پر کچھ لوگ کھڑے کئے تاکہ قبلہ کی صحیح سمت مقرر کی جائے۔ اس موقعہ پر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے عرض کی کہ خانہ کعبہ کو دیکھ کر قبلہ کی سمت متعین فرمائیں۔ پھر اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور آپ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان جو پہاڑ تھے وہ دور کر دیئے۔ پھر آپ نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر قبلہ کی سمت مقرر فرمائی۔ آپ کی نظر اور خانہ کعبہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ہاتھ سے پھر اشارہ کیا تو پہاڑ اور درخت اور باقی اشیاء اپنی اصلی حالت میں پھر واپس آ گئیں۔ اور آپ کا قبلہ میزاب کی جانب ہوا[2]

یحییٰ نے زبالہ وغیرہ سے انہوں نے خلیل بن عبداللہ ازدی سے اس نے انصار

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۴۲۶
[2] ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ایک آدمی سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے کیئے تاکہ قبلہ کی سمت درست کی جائے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس پہنچے۔ اور عرض کی یارسول اللہ۔ آپ قبلہ کی سمت خانہ کعبہ کو دیکھ کر مقرر فرمایئے۔ پھر انہوں نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور تمام پہاڑ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خانہ کعبہ کے درمیان حائل تھے دُور کر دیئے۔ پھر حضور اکرم نے مسجد کے قبلہ کی سمت مقرر فرمائی۔ اس وقت خانہ کعبہ آپ کو نظر آ رہا تھا اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت جبریلؑ نے پھر ہاتھ سے اشارہ اور پہاڑوں، درختوں اور باقی اشیاء کو ان کے اصل مقام پر واپس لایا۔ اور قبلہ میزاب کی جانب ہوا[1]

اور نافع بن جبیر نے کئی طریقوں سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کہ جب تک خانہ کعبہ میرے سامنے نہیں لایا گیا میں نے اپنی مسجد کا قبلہ مقرر نہیں کیا[2]"

ابن عجلان نے بیان کیا ہے کہ:

"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کا قبلہ مقرر کرنے لگے تو حضرت جبریلؑ خانہ کعبہ کو دیکھتے رہے۔ پھر خانہ کعبہ تک جو کچھ تھا آپ کے سامنے ظاہر کر دیا گیا[3]"

---

[1]

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن شہاب نے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت تک اپنی مسجد کا قبلہ مقرر نہیں کیا جب تک مجھے خانہ کعبہ نہیں دکھایا گیا۔ پھر میں نے اسے سامنے رکھ کر قبلہ مقرر کیا"۔[1]

عراقی نے "ذیل" میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے وہ ابی علی بن شاذان سے وہ ابراہیم بن دینار سے وہ مالک بن انس سے وہ زید بن اسلم سے بیان کرتا ہے کہ:

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبلہ مقرر کیا"۔[2]

امام مالکؒ نے عتیبہ میں لکھا ہے کہ:

"میں نے سنا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قبلہ مقرر کیا۔ یہ وہی مدینہ والی مسجد نبوی تھی"۔[3]

ابن زبالہ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ شام کی جانب تھا۔ اور آپ کا مصلّٰی جس میں کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، ملکِ شام کی جانب

---

[1]

[2]

[3]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا۔[1] اس کی صورت یہ ہے کہ آج آپ ستونِ مخلق کو پیٹھ کے پیچھے کریں۔ پھر آپ شام کی جانب چلیں حتیٰ کہ بابِ آلِ عثمان کے دائیں جانب پہنچیں تو اس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تھا۔"

ذہبیؒ نے کہا ہے کہ:

"یہ قبلہ شمال کی جانب تھا۔ جب قبلہ تبدیل ہوا تو پہلے قبلہ کی دیوار باقی رکھی گئی جو اہلِ صفہ کے چبوترہ پر تھی۔ ستونِ مخلق سے مراد وہ ستون ہے جسے ستونِ عائشہؓ کہتے تھے۔ مطری نے ایسا ہی بیان کیا ہے"

عنقریب اس کے متعلق ابن زبالہ کا بیان آئے گا کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کا رُخ تبدیل ہونے کے بعد دس یوم سے زیادہ ایام تک ادھر کو نماز ادا کی۔ پھر آپ نے مصلّٰی کی جانب آگے بڑھے جو محرابِ عثمانی کے سامنے درمیانی صف میں ہے۔[2]"

مطریؒ نے کہا ہے کہ:

"پہلے قبلہ کی دیوار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی کے برابر تھی۔ کیونکہ یہ ذکر آتا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی پر کھڑا ہونے والا جب کھڑا ہوتا تو منبر اس کے دائیں کندھے کے برابر ہوتا تھا۔"

نیز کہا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں بالاتفاق کوئی تغیر و تبدّل نہیں ہوا۔ اسی طرح منبر اپنے سابق مقام سے پیچھے نہیں ہٹایا گیا کیونکہ

---

[1]

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنقریب یہ ذکر ہوگا کہ شامی جانب سے اس میں اضافہ کیا گیا۔ اور وہ صندوق جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے آگے ہے اسے مقام النبی اور ستونوں کے درمیان سترہ بنایا گیا"

عنقریب کھجور کے تنے کے متعلق ذکر آئے گا جس کے پاس کھڑے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، کہ وہ کہاں تھا۔ آیا وہ مصلّیٰ کے دائیں جانب تھا یا قبر مبارک کے پاس بائیں جانب تھا۔

عنقریب یہ بھی ذکر آئے گا کہ یہ تنہ ستونِ مخلق کی جگہ پر تھا جو محراب النبی کے دائیں جانب صندوق کے پاس تھا۔ ابن نجار نے ایسی ہی عبارت ذکر کی ہے دوسری روایت جو یحییٰ عن ابی زناد وغیرہ علمارِ مدینہ سے مروی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنہ کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ ستونِ مخلق کی جگہ پر تھا۔ اور قبر مبارک کے بالکل قریب واقع تھا۔ یہ ستون صندوق کے پاس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں پر ایک صندوق زمانۂ قدیم سے ...... ہے۔ لیکن اس سے مراد مصحف کا صندوق ہے۔"

جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

اس صندوق کا مخلق سے موصوف ہونا آپ کے لئے کوئی اشکال کا باعث نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اسطوانتہ المہاجرین جو اسطوانہ عائشہ رضہ ہے مخلق کے وصف سے مشہور تھا۔ اس لحاظ سے مخلق کی صفت کئی ستونوں پر صادق آتی ہے۔ جیسا کہ عنقریب ہم اس کی وضاحت کریں گے۔ اس لئے یہ کلام ان دونوں ستونوں پر صادق آتی ہے۔

مرجانی نے عتیبہ سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"میرے لئے نفل پڑھنے کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ رسول میں آپ کا مصلّیٰ ہے جہاں پر ستون کو خلوق (ایک خوشبو کا نام) لگا ہوا ہے۔"

ابنِ قاسم نے کہا ہے کہ :

"حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سب سے افضل جگہ نفل پڑھنے کے لئے ستونِ مخلق ہے اور نمازِ فرض کے لئے صف اوّل ہے۔"

ابن رشد کہتے ہیں کہ :

"ستونِ مخلق کی جگہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّیٰ تھا یا یہ جگہ آپ کے مصلّیٰ کے بالکل قریب تھی۔ اس قول کو ابن قاسم کی طرف منسوب کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ ستونِ مخلق وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے پاس ہے۔ اسی لئے ابن وہب نے مالک سے روایت بیان کی ہے کہ :

"اس سے مسجدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا گیا۔ اور پوچھا گیا کہ کس جگہ نماز پڑھنا تمہیں زیادہ پسند ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نفل نماز نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے پاس لیکن نمازِ فرض اوّل صف میں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو یہاں پر عمود مخلق کو مصلّیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

میں نے "عتیبہ" میں ابن رشد کا بیان پڑھا۔ اس کے الفاظ یوں ہیں :

"مالک رح نے کہا ہے کہ عمودِ مخلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ نہیں تھا۔ آپ کا قبلہ تو امام کے قبلہ کے برابر تھا۔ امام کا قبلہ آنحضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کے برابر کیا گیا تھا۔"

اس کے بعد ابن رشد نے کہا ہے کہ ابن قاسم کی روایت سے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّیٰ تو عمودِ مخلق تھا۔ یہ امام مالکؒ کے قول کے برعکس ہے۔ امام مالکؒ کا یہ کہنا کہ:

"قبلہ کو آگے کیا گیا۔ تو اس سے اس محراب کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو حضرت عثمان رضؓ کی توسیع کے وقت قبلہ کی دیوار میں تھا۔"

ابن قاسم کا مطلب تو صرف یہ تھا کہ عمودِ مخلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کے بہت قریب تھا اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ اسی لئے ابن نجار نے مالکؒ سے نقل کیا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ستونِ مذکور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کا علم تھا۔ اس نے مالک بن انسؓ سے بیان کیا ہے کہ حجّاج بن یوسف ثقفی نے جب بڑے بڑے شہروں کی جانب مصحف ارسال کئے تو ایک بڑا مصحف مدینہ منورہ کی طرف ارسال کیا۔ وہ ایک صندوق میں تھا۔ جو اس ستون کے دائیں جانب تھا۔ یہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کا کام دیتا تھا۔

ابن زبالہ نے کہا ہے کہ جب خیزران نے مسجد کو خوشبو لگانے کا حکم دیا تو ابراہیم بن فضل نے لوگوں کو اشارہ کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے ستونِ توبہ پر خوشبو لگائی اور اس ستون کو بھی معطر کیا جو مصلّیٰ کے پاس بطور علم تھا۔ حتیٰ کہ ان دونوں ستونوں کے نیچے اور اُوپر تک خوشبو لگائی گئی۔

ایک جماعت کو اس سے وہم پڑ گیا تو اُنہوں نے کہا کہ ابن قاسم کی کلام اور جو امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ ستون ہے جو آج کل "اسطوانہ مخلقہ" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ روضہ شریف کے وسط میں ہے۔ لیکن اس کی تردید کی جاتی ہے کیونکہ ستونِ مذکور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے لئے بطورِ علم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استعمال نہیں ہوتا تھا۔ وہم اس لئے ہوتا کہ انہوں نے مخلقہ کے وصف سے خاص کیا۔ جن لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا۔ ان میں سے حافظ ابنِ حجرؒ بھی ہیں۔ انہوں نے یزید بن عبید کے قول کے متعلق کہا ہے کہ:

"میں اور سلمہ بن اکوعؓ آتے اور اس ستون کے پاس نماز پڑھتے جو مصحف کے پاس تھا"

اس کے یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مصحف کے لئے کوئی مخصوص جگہ تھی۔ اور مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"آپ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے"

گویا کہ مصحف کے لئے کوئی صندوق تھا۔ جس میں اسے رکھا جاتا تھا۔ ستونِ مذکور کے متعلق ہمارے بعض مشائخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ روضہ شریف کے وسط میں ہے۔ اور وہ ستونِ مہاجرین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عائشہؓ نے وہاں پر ابن زبیرؓ کو باندھا تھا۔ پھر میں نے ابن نجار کی "تاریخ مدینہ" میں یہ ذکر پایا۔ اس سے پہلے محمد بن حسن نے اسے "اخبارِ مدینہ" میں بیان کیا۔ یہ ابنِ حجر کی کلام ہے۔ محمد بن حسن سے اس کی مراد ابن زبالہ ہے۔ اس کلام میں اور ابن نجار کی کلام میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ ستون جو صندوق کے پاس ہے وہ ستونِ مہاجرین ہے۔ ہاں البتہ ان دونوں کی صفت مخلقہ بیان کی گئی ہے جس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید وہ دونوں ایک ہی ہوں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)[1]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ا ص ۳۶۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محراب مسجد نبوی

عنقریب یہ ذکر آئے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسجد نبوی کا محراب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ولید کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بنایا تھا۔[1] اقشہری کا خیال ہے کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّٰی صندوق کی جگہ پر واقع تھا۔ آج اس جگہ پر سنگِ مرمر کا محراب بنا ہوا ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی سے اونچا ہے۔"

نیز کہا ہے کہ:

"نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منبر نہ تو پہلے زمانہ میں تبدیل ہوا اور نہ ہی آخری زمانہ میں اس میں کوئی تغیّر و تبدّل واقع ہوا۔ ہاں البتہ شمالی جانب منبر میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ باقی اسی حالت پر ہے۔ اور منبر کی حد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی کے مساوی ہے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّٰی اس کے سامنے صندوق کی جگہ پر واقع ہے۔ آج وہ قبر کی حد سے خارج ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ دائیں اور بائیں جانب صندوق برابر ہوگا۔"

نیز اس نے کہا ہے کہ:

"یہ جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور اسے حضرت عمرؓ

---

[1] خلاصۃ الوفاء ص ۲۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے بڑھایا تھا۔ کیونکہ مصلّیٰ شریف یقیناً روضہ کی جگہ میں ہے۔ اور جو اس کے برابر ہوگا۔ وہ بھی روضہ میں شامل ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے۔ اس سے پہلے کسی سے ایسا نہیں سُنا گیا۔ اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آج منبر کی حد قبلہ کی جانب امام کے مصلّیٰ کے برابر ہے وہ اس لئے کہ قبلہ کی جہت میں منبر انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نے اس کا نقشہ بھی پیش کیا ہے۔ گویا کہ اسے یہ وہم پڑ گیا کہ نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصلّیٰ محراب میں ظاہر تھا جو مسجد کی سمت میں ہے اور دائیں بائیں اضافے کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ کسی اور نے ایسے نہیں کہا۔ اس کے ساتھ ساتھ جو اس نے برابر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کی عقلاً اور نقلاً کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ جو منبر اس کے زمانہ میں تھا وہی مطری کے زمانہ میں تھا اس لئے کہ وہ دونوں ہم عصر ہیں۔ حالانکہ مطری نے اس سے پہلے ایک فصل میں یہ بات بیان کی ہے کہ منبر اور جنگلوں کے درمیان، جو قبلہ کی جانب واقع ہیں، تقریباً سوا چار ہاتھ کا فاصلہ ہے اس سے اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ اس کی بات درست ہے اور وہی منبرِ نبوی کا مقام ہے۔"

جیسا کہ ہم عنقریب وضاحت کریں گے۔ صندوق مذکور اور جالیوں کے مابین اڑھائی ہاتھ سے زائد فاصلہ ہے۔ اور وہ منبر جو ہم نے پہلی مرتبہ دیکھا اس کے اور جالیوں کے درمیان ساڑھے تین ہاتھ سے زائد فاصلہ تھا۔ اس کے باوجود منبر کی حد قبلہ کی جانب تقریباً ایک ہاتھ امام کے مصلّیٰ کے پیچھے تھی۔ جو مطری نے بیان کیا ہے وہ درست ہے اور وہ اس سے بھی زیادہ پیچھے ہوگا۔ جو بات ظاہر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ فاصلہ مذکور منبر اور قبلہ کی دیوار میں ہوگا۔ اور اس سے زیادہ واضح اس کی تردید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں یہ بات ہے کہ یحییٰ نے اپنی کتاب میں محمد بن یحییٰ مالکؒ کے شاگرد سے بیان کیا ہے کہ:

"ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسجد اور قبلہ کی دیوار کے درمیان پیمائش کی تو سوا بیس ہاتھ کا فاصلہ ہوا۔ اور یہ اضافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا گیا"

مراغی کہتا ہے کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کو منبر کی جانب سے قبلہ کی دیوار کی طرف ماپا گیا تو اتنا ہوا جتنا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصلّیٰ شریف اپنی جگہ سے تبدیل نہیں کیا گیا بلکہ صندوق پہلی دیوار کی جگہ پر رکھا گیا"

میں نے قبلہ کی دیوار سے مصلّیٰ شریف تک مسجد کی پیمائش کی تو وہ پونے بائیس ہاتھ ہوئی۔ جب دیوار گرائی گئی جو تقریباً ڈیڑھ ہاتھ تھی تو سوا بیس ہاتھ باقی رہ گئی۔ یحییٰ نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے۔

آپ یہ تو جان چکے ہیں کہ صندوق مذکور بہت قدیمی ہے تو یہ مصلّیٰ شریف کی جگہ پر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور کسی کو علم بھی نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس جگہ پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرّک حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی حیلہ تراشا جائے۔

نوویؒ نے اپنی مناسک میں لکھا ہے کہ:

"احیاء علوم الدین میں مذکور ہے کہ منبر کی لکڑی دائیں کندھے کے برابر کی جائے اور وہ ستون جو صندوق کی جانب ہے اسے سامنے کیا جائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور وہ دائرہ جو مسجد کے قبلہ میں ہے آنکھوں کے سامنے رکھا جائے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہوگا۔"

ابن زبالہ نے بھی اس ستون کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ابراہیم بن محمد نے بیان کیا اس نے خارجہ بن عبداللہ بن کعب بن مالک وغیرہ سے بیان کیا کہ:

"آپ ستون مذکور سے تھوڑا سا پھریں گے اور چہرہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں گے اور رمانہ (   ) جو منبر میں ہے اسے کان کی لَو کے برابر رکھ کر کھڑے ہوں گے تو آپ مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوں گے۔ احیاء العلوم میں ایسے ہی ذکر ہوا ہے۔"

عنقریب یہ ذکر ہوگا کہ جب دوسری دفعہ آتشزدگی کے بعد منبر کی بنیاد کھودی گئی تو منبر کی اصل جگہ معلوم ہوئی۔ وہ ایسے تھا جیسے پتھر کا حوض ہوتا ہے اور مشرق اور مغرب میں دونوں پہلوؤں میں لکڑی کی دو چولیں پتھر میں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں کرید کر ان میں سکہ بھرا ہوا تھا اور مصلّیٰ شریف کے پچھلے حصّے میں واقع تھا۔ جب میں نے لکڑی کی چول کو غور سے دیکھا تو میں نے اسے اپنے دائیں پہلو کے برابر پایا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہی مراد ہے۔

لیکن جزعہ تو اس کے متعلق مطری نے بیان کیا ہے یہ جزعہ (مہرہ) قبلہ کے محراب میں تھا جو مصلّیٰ شریف کے بالمقابل تھا۔ پھر اسے وہاں سے ہٹایا گیا۔ اور امام غزالی رح نے جو مصلّیٰ شریف کا ہونا ثابت کیا ہے تو وہ مسجد کی آتشزدگی سے پہلے کی بات ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے قبلہ کی جانب تختی لگنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چونکہ اس جزعہ (سچا موتی) سے ایک عظیم فتنہ کا خطرہ تھا۔ اور روضہ شریف کے مجاوروں کے لئے پریشانی کا باعث تھا اس لئے اسے دُور کیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس فتنہ کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں پر مرد اور عورتیں یکجا جمع ہوتے ہیں اور کہتے یہ حضرت فاطمہؓ کا موتی ہے۔ یہ اونچا تھا۔ وہاں پر ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے ایک عورت نیچے بیٹھ جاتی اور دوسری اس کے اوپر چڑھ کر اس سچے موتی کو چھوتی تھی۔ بسا اوقات بے پردگی ہوتی اور انکشاف عورت کا باعث بنتا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات برہنہ ہو جاتی تھی۔

۵۷۱ھ میں احمد بن محمد نے جو ابن مناصر کے نام سے مشہور تھا۔ یہ تمام ماجرہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس نے اسے نہایت ناپسندیدگی سے دیکھا اور اس موتی کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اب وہ حرم شریف کے مخزن میں محفوظ پڑا ہے۔

.... پھر اسی سال مکہ معظمہ کی طرف گامزن ہوا۔ وہاں پر بھی حرم شریف کے اندر وہی بیماری اور فتنہ دیکھا۔ وہاں پر خانہ کعبہ کا ایک کنڈہ تھا جسے "العروۃ الوثقیٰ" کہتے تھے۔ لوگ اس کے ساتھ لٹک جاتے تھے۔ عورتیں مردوں کے کندھوں پر سوار ہوتی تھیں۔ اس نے اسے اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس طرح اس بدعت کی بھی بیخ کنی ہو گئی۔

یہ وہی جزعہ (سچا موتی) ہے جسے ابن جبیرؒ نے اپنے سفرنامہ میں بیان کیا ہے جب کہ ۵۷۸ھ کو مدینہ منورہ آیا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے محراب پر ایک میل دیکھی جو دیوار میں گاڑی ہوئی تھی۔ اس کی کوئی پہچان نہیں ہوتی تھی کہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں وہ کسریٰ شاہ ایران کا پیالہ تھا۔ اور میں نے محراب کے سرے پر ایک چھوٹا سا مربع شکل کا پتھر دیکھا جو ۱×۱ بالشت تھا۔ جو بہت چمکدار تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ کسریٰ کا آئینہ تھا۔ واللہ اعلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منبر تیار کرنے کا سبب

حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنہ سے تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن رومی کا وہاں سے گزر ہوا تو کہنے لگا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں تو میں اُن کے لئے ایسی چیز تیار کردوں جو اس سے زیادہ آرام دہ ہو گی۔ لوگوں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے اسے بُلا بھیجا۔ چنانچہ اس نے آپ کے لئے منبر تیار کیا۔ پھر اس نے تنے کے رونے کا اور آنحضرت کا اسے پسند کرنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ سُن کر تنہ زمین میں غائب ہو گیا۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنہ کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو تنہ کو چھوڑ کر منبر پر چڑھے تو تنہ رونے لگا۔ پھر آپ منبر سے اُتر کر تنہ کے پاس تشریف لائے اور اسے اپنی گود میں لیا تو وہ رونے سے خاموش ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ قیامت تک رونے میں مشغول رہتا۔

اسفرائنی نے ذکر کیا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ زمین

له وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۲۷۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو پھاڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ اسے بغلگیر ہوئے۔ پھر اسے واپس جانے کا حکم دیا تو واپس اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ لے

ابن زبالہ کی کتاب میں ہے۔ وہ خالد بن سعید سے مرسل ذکر کرتے ہیں کہ تمیم داری رضؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ کیونکہ آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر تمیم داریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ فرمائیں تو آپ کے لئے ایسا منبر تیار کردوں جس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں اس سے آپ کو بیٹھنے اور اُٹھنے میں آرام ہوگا۔ آپ نے پوچھا کیسا منبر ہوگا؟ وہ کہنے لگا میں آپ کے لئے تیار کروں گا۔ چنانچہ وہ درختوں کے جھنڈ میں گئے۔ وہاں سے جھاؤ کے درخت کی کچھ لکڑیاں لائے۔ اور اس کا تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا۔ پھر آپ نے اس لکڑی کو جس پر خطبہ کے موقعہ پر ٹیک لگاتے تھے، چھوڑ دیا اور منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر اس نے ان کے لانے کا ذکر کیا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا ہے۔ ۲ے

مطلب بن حنطب بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کھجور کے تنہ (جذع) کو دفن کیا جائے۔ چنانچہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا۔ نیز کہا کہ یہ منبر نصیب مخزومی عورت کے غلام نے تیار کیا ہے۔ اور یہ منبر جھاؤ کے درخت کا بنا ہوا تھا۔ اور مسجد کے قریب تھا۔

سہل بن سعد ساعدی سے ایسے ہی روایت ہے جیسے کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ کچھ آدمی سہل کے پاس آئے انہیں کچھ شک تھا کہ منبر کس چیز کا ہے۔ چنانچہ

لے وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۳۸۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اس سے سوال کیا۔ تو اس نے بتایا کہ بخدا مجھے معلوم ہے کہ وہ کس چیز کا ہے جب پہلے روز رکھا گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے تھے تو میں نے خود دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت کو جس کا سہل رضؓ نے نام بھی لیا تھا۔ پیغام بھیجا کہ اپنے غلام بڑھئی کو حکم دیں کہ میرے لئے منبر تیار کرے جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا تو اس نے جھاؤ کی لکڑی کا منبر تیار کیا۔ اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔

پھر راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر فرمائی۔ جب آپ رکوع میں گئے تو اس پر سے پھر پیچھے ہٹے اور منبر کے نیچے سجدہ کیا۔ یہ لفظ صحیح بخاری کے ہیں۔ ابن زبالہ نے اس میں کچھ زائد بیان کیا ہے کہ میں نے منبر کی لکڑی اپنے ہاتھ سے کاٹی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجدیا اور ایک سیڑھی کو میں نے اٹھایا۔

یحیٰی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ منبر جھاؤ کی لکڑی کا بنایا گیا اور میں منبر اٹھانے والوں میں سے تھا۔ پھر کھجور کے تنے کے لانے کا ذکر کیا۔ ایک روایت میں ہے جو بخاری کی کتاب الہبہ میں مذکور ہے کہ لوگ منبر لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھایا اور اسے وہاں رکھا جہاں پر تم دیکھتے ہو۔[1]

حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ:

"بعض راویوں نے انصار کی عورت کا نام "علاثہ" لکھا ہے جو غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے اس عورت کا نام غیر معلوم ہے۔"

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

16059

ابن تین نے مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ :

"بڑھئی سعد بن عبادہ کا غلام تھا اور اس بات کا احتمال ہے کہ وہ درا صل اس عورت کا غلام ہو اور اس کی طرف مجازاً منسوب کیا گیا ہو۔ اور اس عورت کا نام فکیہہ بنت عبید بن ولیم تھا۔ اور وہ اس کی چچا کی بیٹی تھی تو اس بات کا احتمال ہے کہ وہ عورت مراد ہو۔"

لیکن اسے ابن راہویہ نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ اس نے بنی بیاضہ کا غلام لکھا ہے۔ اور کرمانی نے اس کا نام عائشہ لکھا ہے۔ پھر میں نے طبرانی کی اوسط میں دیکھا کہ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ :

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ستون کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور خطبہ کے وقت اس کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور اس پر ٹیک لگاتے تھے۔ پھر عائشہ رضؓ کو حکم دیا کہ منبر تیار کرے تو اس نے آپ کے لئے یہ منبر تیار کیا۔"

پھر باقی ماندہ حدیث بیان کی۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اگر اسے صحیح بھی مان لیں تو اس پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ عائشہ وہی ہے جو سہل کی حدیث میں مذکور ہے۔ ہاں تکلف کے ساتھ ایسی بات بنائی گئی ہے۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ابو ہریرہ رضؓ سے روایت بیان کی ہے۔ واقدی کے سوا اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو کھجور کے تنے سے ٹیک لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا کھڑا ہونا میرے لئے تکلیف کا باعث ہے۔ تو تمیم داریؓ نے عرض کی کیا میں آپ کے لئے ایک منبر تیار کروں۔ جیسا میں نے ملک شام میں بنا ہوا منبر دیکھا ہے؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے منبر بنوانے کا مشورہ دیا۔ عباسؓ بن عبدالمطلب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ میرا ایک غلام ہے جسے کلاب کہتے ہیں جو سب سے اچھا کام کرنا جانتا ہے تو آپ نے فرمایا اسے حکم دو کہ منبر تیار کرے۔

جائے جذع

یحیٰی نے ابن ابی زناد سے منقطع روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز مسجد میں جذع کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ جذع اس ستون کے پاس تھا جو اسطوانہ مخلقہ کے نام سے مشہور تھا۔ جس کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے جو صندوق کے پاس تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں مجھے تکلیف ہوتی ہے اور پاؤں میں درد ہوتا ہے تو تمیم داری نے کہا کہ:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے میں آپ کے لئے منبر تیار کروں جیسے شام کے ملک میں بنا ہوا میں نے دیکھا ہے؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ صاحب رائے صحابہ نے منبر بنانے پر اتفاق کیا تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے کہا کہ میرا ایک نوکر ہے جس کا نام کلاب ہے منبر بنانے میں تمام لوگوں سے زیادہ ماہر ہے۔ تو آپ نے فرمایا اسے کہو کہ تیار کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے نوکر کو ایک جھنڈ میں بھیجا وہاں پر جھاؤ کے درخت تھے۔ اس نے جھاؤ کی لکڑی کاٹی اور اس سے دو سیڑھیاں اور ایک بیٹھنے کی جگہ تیار کی۔ پھر وہ منبر لے کر آیا

ے وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۳۸۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جہاں پر آج پڑا ہے وہاں رکھ دیا۔ پھر جب جمعہ کا روز ہوا تو آپ جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ جب کھجور کے تنہ کے پاس سے گزرے اور منبر پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو جذع تین مرتبہ رویا۔ اس کی آواز بچھڑے کی طرح تھی۔ یہ سُن کر لوگ کانپنے لگے۔ اور کھڑے ہو گئے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ چُپ کر گیا۔ اس کے بعد اس کی کبھی آواز سُنائی نہیں دی۔ پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور اس پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں اسی حالت پر رہا۔ جب حضرت عثمانؓ نے مسجد گرائی تو جذع کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ اسے اُبیؓ بن کعب لے گئے اور ان کے پاس رہا حتیٰ کہ زمین نے اسے نگل لیا۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ اسی جگہ پر زمین میں دفن کیا گیا۔[1]

حنین جذع کی حدیث

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حنین جذع کی حدیث مشہور ہے اور خبر متواتر ہے اسے اہل صحیح نے بیان کیا ہے۔ دس سے زائد صحابہ نے اسے بیان کیا ہے۔

بیہقی نے کہا ہے کہ:

"حنین جذع کا واقعہ ان ظاہری امور میں سے ہے جسے خلف نے سلف سے بیان کیا ہے۔ اور اس خبر کو خاص کرنا تکلفات سے ہے

---

[1] وفاء الوفا، جلد ۲ ص ۳۹۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس بات میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات جمادات میں ادراک اور شعور پیدا کر دیتا ہے جیسے کہ انسان میں ہوتا ہے۔"

ابن ابی حاتم نے مناقب شافعی میں ذکر کیا ہے وہ اپنے باپ سے وہ عمر بن سواد سے وہ شافعیؒ سے بیان کرتے ہیں کہ:

"جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا کسی نبی کو عطا نہیں کیا تو میں نے کہا کہ حضرت عیسٰےؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جذع رویا حتیٰ کہ اس کی آواز کو آپ نے سنا۔ تو یہ معجزہ اس سے بھی بڑا ہے۔[1]"

جذع کی جائے مدفون

ابن زبالہ نے اس کے جائے دفن میں اختلاف بیان کیا ہے۔ عثمان بن محمد کی روایت کے مطابق منبر کے بائیں جانب بالکل قریب ہی دفن کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ منبر کے مشرقی جانب دفن ہوا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ منبر کے نیچے دفن کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں پہلے ذکر آ چکا ہے کہ وہ جس جگہ پر تھا وہیں دفن ہوا ہے۔ یحییٰ کی کلام کے مطابق مذکورہ روایات کا ماحصل یہ ہے کہ وہ مصلّٰی شریف سے بائیں جانب مشرق کی جہت میں دفن ہوا ہے۔

ابن زبالہ نے عبدالعزیز بن محمد سے نقل کیا ہے کہ وہ ستون جس کا ۲/۳ یا اس

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۳۸۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے قریب خلوق (ایک قسم کا روغن) سے رنگا ہوا تھا۔ اس کا جذع کی جگہ پر واقع تھا۔ جس کے پاس آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس جذع اور قبلہ کے درمیان ستون تھا۔ اور اس جذع اور منبر کے درمیان بھی ستون تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ستون وہ ہے جس کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ مصلّی شریف کے دائیں طرف علم کا کام دیتا تھا۔ اور اسی لئے عقبہ نے روایت کیا ہے کہ جو آدمی اس سے تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے تو وہ مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہوتا ہے۔ یہ روایت مطری کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ جذع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ سے دائیں طرف تھا۔ مسجد کی قبلہ والی دیوار سے متصل تھا جو دائیں جانب کی شمع کے پاس تھا۔ یہ مقام النبی پر امام کے مصلّیٰ کے دائیں جانب واقع تھا۔ اور ستون کرسی کے سامنے جذع کی جگہ سے آگے ہیں تو ایسے آدمی کا کوئی اعتبار نہیں۔ جس نے اسے جذع کی جگہ ثابت کیا ہے۔

نیز کہا ہے کہ اس میں ایک لکڑی نظر آتی ہے جو سکّہ سے بھری ہوئی ہے اس جگہ پر پہلے پتھر کا ستون تھا۔ یہ لکڑی صاف نظر آرہی ہے۔ اس پر سفید روغن کیا ہوا ہے عام لوگ کہتے ہیں کہ یہ وہ جذع ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رو دیا تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک ایسی بدعت ہے جس کا ازالہ ناگزیر ہے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں جس طرح جزعہ کا ازالہ کیا گیا جو محراب قبلی میں تھا۔ اس جزعہ کا واقعہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

مجد نے کہا ہے کہ لکڑی مذکور کی زیارت کے لئے لوگ ازدحام کرتے تھے۔ اور اسے ہاتھوں سے چھوتے تھے اور عوام الناس اسے جذع ہی تصور کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر بعض فقہاء نے اسے منکرات میں شمار کیا جس کا ازالہ ضروری تھا۔ اور اپنی کتابوں میں اس کی وضاحت کی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے شیخ عزبن جماعہ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے زائل کرنے کا حکم دیا۔ اور ستون مذکور سے یہ لکڑی تقریباً دو ہاتھ اونچی تھی اور اس پر چاندی لگی ہوئی تھی۔ حالانکہ اس کے متعلق کوئی روایت یا کوئی اثر مذکور نہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ لکڑی وہ ہوگی جس پر حضور اکرم تکیہ لگاتے تھے اور فرماتے تھے اپنی صفیں درست کرو۔ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے[1]

منبر کس نے تیار کیا

ابن زبالہ نے منبر بنانیوالے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ نصیبہ مخزومی کا غلام تھا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ حضرت عباسؓ کا غلام تھا۔ کچھ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ وہ سعید بن عاص کا غلام تھا۔ اس کا نام باقول تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا غلام تھا۔ بعض نے اس کا نام مینا بتایا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ تمیم داری اس کے صانع ہیں۔ اور یحیٰی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ کے غلام صباح نے منبر تیار کیا۔ پہلے اس کا نام کلاب بھی ذکر ہو چکا ہے۔

مراغی نے اسے بعض شیوخ سے بیان کیا ہے کہ اس کا نام باقول تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے قریش کے زمانہ میں خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔

استیعاب میں اس کا نام باقوم رومی مذکور ہے اس نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جھاؤ کے درخت سے منبر تیار کیا اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔

ابن عبدالبر نے کہا اس کی اسناد پختہ نہیں۔

---

[1] وفاء الوفاء جلد دوم ص ۳۹۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ صحابہ رضؓ نے کہا کہ یارسول اللہ لوگ زیادہ ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز بنوالیں جس پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں، تو بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا جیسے آپ کی خواہش ہے ویسے ہی ہوگا۔

حضرت سہل رضؓ نے کہا کہ مدینہ میں صرف ایک بڑھئی تھا۔ میں اسے لے کر جنگل میں گیا۔ وہاں سے جھاؤ کی لکڑی کاٹ کر منبر تیار کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سہل نے .... وہاں سے لکڑی اٹھائی۔ مجد۔ نے کہا ہے کہ ان دونوں کی سند صحیح ہے۔

اور قاسم بن اصبغ کی روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں ایک بڑھئی تھا جس کا نام میمون تھا۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔

اور طبرانی میں حضرت سہل رضؓ سے مذکور ہے کہ میں اپنے ایک انصاری ماموں کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ آپ نے فرمایا کہ جنگل کی طرف جاؤ اور وہاں سے لکڑی لاؤ اور منبر تیار کرو۔

طبرانی نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن اس میں ایک راوی متروک ہے۔ کہ منبر کے صانع کا نام ابراہیم تھا۔

اور ابن شیبہ نے اسماء صحابہ میں اسے مرسل بیان کیا ہے کہ اس کا نام قبیصہ یا قصیبہ مخزومی تھا۔ یہ ان کا غلام تھا۔

ابوداؤد میں عمدہ سند کے ساتھ مذکور ہے کہ جب آپ جسیم ہو گئے تو تمیم داری نے کہا کہ یارسول اللہ کیا آپ کے لئے ایک منبر نہ تیار کردوں جو آپ کو اٹھائے رکھے آپ نے فرمایا ہاں ضرور بناؤ۔ تو اس نے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا۔ ایک سیڑھی پر آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ دو سیڑھیاں اور تھیں۔[1]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۲۹۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گنبدِ خضراء

موجودہ گنبد مسجد نبوی میں پہلی مرتبہ آتشزدگی کے موقعہ پر نہیں تھا۔ اور اس کے بعد بھی حجرۂ نبوی بغیر گنبد کے تھا۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف کے برابر اردگرد دیوار تھی جو اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس کی بلندی نصف قامت، (قدآدم) تھی۔ یہ چھوٹی سی دیوار اس لئے تھی تاکہ حجرہ شریف کی مسجد نبوی سے تمیز ہو سکے۔
ابن نجار وغیرہ نے ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ ۶۷۸ھ میں منصور قلادون صالحی کے زمانہ میں اسی حالت پر تھا۔ پھر اس نے یہ گنبد تیار کروایا۔ یہ نیچے سے مربع شکل کا ہے اور اوپر جاکر مثمن ہو جاتا ہے۔ اس پر ستونوں کے سروں پر کچھ لکڑی لگی ہوئی ہے۔ اور لکڑی کی تختیاں لگوائی گئیں۔ اور اس کے اوپر کی جانب سکے کی تختیاں لگائی گئیں۔ اس میں ایک روشندان ہے۔ جب اس سے کوئی آدمی دیکھتا ہے تو مسجد کی چھت اسے نیچی نظر آتی ہے۔ اس میں ایک شیشہ ہے۔ اور اس پر ایک شمعدان ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اس گنبد کے اردگرد مسجد کی چھت پر سکے کی تختیاں لگی ہوئی ہیں۔ جو اس سے قریب ہیں۔ اور اس گنبد کو لکڑی کے جنگلے گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ جنگلے پکی اینٹوں کی دیوار کی جگہ پر ہیں۔ اور دو چھتوں کے درمیان بھی لکڑی کا جنگلہ ہے جو تمام چھت کو محیط ہے اور اس میں ایک شیشہ ہے۔ اور اس پر ایک شمعدان ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور مدینہ کے مؤرخین میں سے کسی نے بھی اس گنبد بنانے والے سے تعرض نہیں کیا۔

میں نے "الطالع السعید الجامع اسماء الفضلاء والرواۃ باعلی الصعید" میں کمال احمد بن برہان عبدالقوی ربعی کے ترجمہ میں دیکھا کہ اس نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد مذکور بنایا۔ اور اس سے بھلائی اور ثواب حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ سوء ادب میں شامل ہے۔ کیونکہ معمار اُوپر چڑھتے ہیں۔ اور لکڑی وغیرہ کوٹتے ہیں۔ اور اسی سال اس کے اور بعض گورنروں کے درمیان اس پر بحث مباحثہ ہوا۔ پھر شاہی حکم جاری ہوا کہ کمال احمد کو پیٹا جائے۔ چنانچہ اسے مارا پیٹا گیا۔ جو کہتے تھے یہ سوء ادب ہے انہوں نے کہا یہ اس کا بدلہ ہے۔ یہ حکم امیر علم الدین شجاعی نے جاری کیا تھا۔ پھر اس کے گھر کو خراب کردیا اور سنگِ مرمر اور اس کے خزانے پر قبضہ کیا گیا۔ یہ تمام کچھ مدرسہ منصوریہ پر خرچ کردیا۔

اس کی تائید میں ابوداؤد کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ باہر نکلے تو ایک اونچا گنبد نظر آیا۔ پوچھا یہ کیسا ہے؟ صحابہ نے عرض کی یہ فلاں انصاری کا مکان ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے لیکن اس مکان کو ذہن میں رکھا۔ جب اس کا مالک آیا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔ آپ نے اس سے روگردانی کی۔ اس نے کئی مرتبہ آپ سے سلام عرض کیا لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ آپ کے چہرہ مبارک پر خفگی کے آثار نظر آئے اس نے اپنے ساتھیوں سے یہ ماجرا بیان کیا کہ۔ مجھے آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کچھ تبدیل نظر آرہی ہے۔ کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا آپ نے تیرا گنبد دیکھا ہے اس وجہ سے آپ ناراض ہیں۔ یہ سن کر وہ آدمی اپنے گھر آیا اور اپنے گنبد کو منہدم کردیا۔ حتیٰ کہ زمین کے برابر ہوگیا۔ پھر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باہر تشریف لے گئے تو آپ کو وہ گنبد دکھائی نہ دیا۔ پوچھا کہ گنبد کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا اس کے مالک نے ہمارے پاس آپ کی روگردانی کا ذکر کیا تو ہم نے بتایا کہ تمہارے گنبد کی وجہ سے آپ ناراض ہیں۔ چنانچہ اس نے گنبد کو زمین بوس کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر تعمیر انسان کے لئے وبال ہے ہاں ایسی تعمیر جس کے بغیر چارۂ کار نہیں اس کی اجازت ہے۔"

ملک ناصر حسن بن محمد بن قلاوون کے زمانہ میں اس گنبد کی دوبارہ مرمت کی گئی اور سکّے کی تختیاں اتاری گئیں۔ پھر بارش کے خطرہ سے اس کی تجدید کی گئی۔ اور ملک اشرف شعبان بن حسین بن محمد کے زمانہ میں ۷۶۵ھ کو یہ تختیاں مضبوط کر کے نصب کی گئیں۔

۸۸۱ھ میں اس کی کچھ لکڑیاں بوسیدہ ہو گئیں تو شمس بن زمن نے جو اس وقت عمارت کا متولی تھا کچھ لکڑیاں لگا کر اسے مضبوط کر دیا۔ اور سکّے کی تختیاں جو اس کے اردگرد تھیں۔ انہیں اکھاڑ دیا۔ اس کے نیچے سے کچھ ایسی لکڑیاں برآمد ہوئیں جو طویل عرصہ کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھیں۔ اور بارش کے پانیوں کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ان کی اصلاح کی گئی اور مسجد کے بیت المال سے اس میں سکہ ڈال کر انہیں دوبارہ لگایا گیا۔ اور جو مصر سے آیا تھا وہ بھی اس پر لگایا گیا اور گنبد کے اردگرد کی جالی کی بھی تجدید کی گئی۔ بارش کا پانی گنبد پر لگی ہوئی تختیوں سے بہہ کر حجرہ شریف کی چھت میں پہنچ جاتا تھا۔ تجدید کے وقت پانی کے آثار اس پر دکھائی دے رہے تھے۔ اور اس جنگلے کو بھی متاثر کیا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تعمیر کردہ دیوار کے اُوپر تھا حتیٰ کہ کچھ جنگلہ بوسیدہ ہو گیا۔ عمارت کے متولی نے اس کی درستی کی۔ اور چھت کے اُوپر جو پردہ بنا ہوا تھا جو ستارہ کہلاتا تھا اس کا بھی کچھ حصہ بوسیدہ ہو گیا۔ پھر جب دوبارہ مسجد میں آتشزدگی کا حادثہ پیش آیا تو یہ تمام جل کر راکھ ہو گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر انہوں نے یہ تجویز پاس کی کہ گنبد کو ستونوں پر بنایا جائے۔ اور پختہ اینٹوں سے مضبوط کیا جائے۔ چنانچہ موجودہ گنبد یہی ہے۔ اور ان ستونوں کو ان ستونوں کے بالمقابل بنایا گیا جن کے مابین مقصورہ کا جنگلہ ہے۔ اور شام کی جانب کچھ اور ستونوں میں اضافہ کیا گیا جو حجرہ شریف کے مثلث کے پاس ہیں۔ یہ ستون حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعمیر میں نہیں تھے۔ اور وہاں پر ایک اور ستون کا اضافہ کیا گیا۔ اور جب اس کی بنیاد رکھنے لگے تو مشرقی مثلث کی جانب ایک قبر نظر آئی۔ اس کی لحد سے کچھ ہڈیاں برآمد ہوئیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہے کہ:

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے گھر میں دفن کیا گیا تھا تو پھر یقیناً یہ ان کی قبر ہوگی۔ اور بعض چھوٹے ستونوں کو بڑے ستونوں .... میں تبدیل کیا گیا۔ اور بعض کے ساتھ اور ستون ملائے گئے تاکہ ان کے اوپر ڈاٹ باندھنے میں آسانی ہو۔ اور مسجد کی شرقی دیوار اور ان کے درمیان جگہ تنگ ہو گئی کیونکہ وہاں پر ستون ایک دوسرے سے مل گئے سابقہ دیوار کو گرایا گیا۔ اور باب جبریل تک دوبارہ دیوار بنائی گئی۔ لیکن باب جبریلؑ اپنی جگہ پر قائم رہا۔"[1]

مسجد نبوی میں کنکروں کا بچھانا

ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابی الولید سے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا میں نے بن عمر سے مسجد کی کنکریوں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک رات

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۰۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارش ہوئی جس سے مسجد کی زمین تر ہو گئی اس لئے مسجد میں جو شخص آتا وہ اپنے کپڑے میں کچھ کنکریاں اپنے ہمراہ لاتا تھا اور اسے اپنے نیچے بچھا لیتا تھا۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور کنکریاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیسا اچھا کام ہے[1]

یہ روایت واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ کنکریاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی بچھائی گئی تھیں۔ اور اس کی تائید اصحاب سنن کی وہ روایت کرتی ہے جو حضرت ابی ذر سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے[2]

اسی طرح جو احمد نے حذیفہ کی حدیث بیان کی ہے۔

قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل شئی حتی عن

عن مسح الحصیٰ فقال واحدۃ او دع[2]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ہر شے کے متعلق دریافت کیا حتیٰ کہ کنکریوں کو چھونے کے متعلق بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ چھونے کی اجازت ہے بہتر تو یہ ہے کہ ایک دفعہ بھی ہاتھ نہ لگائیں"

اسی طرح جو ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رض سے بیان کیا ہے۔ ابو بدر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو شخص کنکریاں مسجد سے نکال کر پھینکتا ہے۔ اسے قسم کھا کر کہتی ہیں

---

[1] ابوداؤد جلد ا ص ۷۳
[2] " " ص ۱۴۳
[3] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ ایسا مت کرو[1]

لیکن دارقطنی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے ابو ہریرہؓ سے موقوف بیان کی اور کہا ابو بدر کو وہم پڑ گیا۔ اس لئے اس نے اسے مرفوع بیان کیا ہے۔

یحییٰ نے بعض سلف سے بیان کیا ہے کہ جب وہ اپنے کپڑے یا جوتے میں کنکریاں لے کر باہر نکلتے تو انہیں کہا جاتا کہ یہ مسجد میں واپس ڈال دو۔

برہان بن فرحون نے ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کوئی آدمی جب مسجد سے نکلتا ہے اور اس کے چہرے پر کچھ کنکریاں لگی ہوتی ہیں کیا ان کا مسجد میں واپس کرنا ضروری ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کوئی ضروری نہیں اور ان کو وہیں باہر پھینکنے کی اجازت دی۔ سائل نے پھر سوال کیا کہ اے ابو عبداللہ (امام مالک کی کنیت ہے) کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ جب مسجد سے کنکری باہر پھینکی جائے تو وہ چیختی رہتی ہے حتیٰ کہ اسے دوبارہ مسجد میں لایا جائے۔

امام مالکؒ نے جواب دیا کہ اسے رونے دو حتیٰ کہ اس کا گلا پھٹ جائے سائل نے پوچھا کیا اس کا گلا بھی ہے؟ جواب دیا پھر وہ روتی کیسے ہے؟

ابن شبہ نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اس نے نفیع سے بیان کیا ہے کہ کنکریوں کو مسجد میں واپس کر دو ورنہ قیامت کے روز آپ سے جھگڑا کریں گی۔

الشہری نے شیخ الخدام ظہیر الدین بن عبداللہ الشرفی سے بیان کیا ہے کہ ۷۱۵ھ کو حج کے موقعہ پر ایک آدمی ملک شام سے میرے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ میں پچھلے سال بھی حج کرنے آیا تھا۔ اور میں نے مسجد کی کچھ مٹی اور کنکریاں

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۷۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہاں سے اٹھالیں۔ اب مجھے خواب میں وہ کنکریاں نظر آتی ہیں۔ اور مجھے کہتی ہیں کہ ہماری جگہ پر ہمیں پہنچاؤ۔ تو نے ہمیں عذاب میں مبتلا کیا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب میں مبتلا کرے۔ اور میں انہیں لے کر آیا ہوں۔ پھر اس نے ایک تھیلی نکالی اس میں کنکریاں تھیں۔ پھر ہم نے ان کو مسجد میں پھینک دیا۔

مورخین کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ کنکریاں بچھانے کا کام حضرت عمرؓ بن خطاب کے عہد میں ہوا۔ چنانچہ یحییٰ نے عبدالحمید بن عبدالرحمان ازہری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے کہا جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ہم مسجد میں کیا بچھائیں۔ تو کسی نے مشورہ دیا کہ عقیق وادی سے کنکریاں بچھائی جائیں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو مبارک وادی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے:

"عقیق مبارک وادی ہے۔"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے کنکریاں بچھانے کا کام کیا۔[1]

ابن زبالہ نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ:

"سفیان بن عبداللہ ثقفی حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا۔ اور دیکھا کہ مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی نہیں ہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ سے وادیٔ عقیق کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اس مبارک وادی سے کنکریاں لاؤ۔"

مطری نے کہا ہے کہ:

"مسجد نبوی کی کنکریاں وادی عقیق سے لائی ہوئی ہیں۔ یہ اس میدان

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے لائی گئی تھیں جو وادی۔ کے شمالی جانب ہموار جگہ تھی۔ اور اس ہموار زمین کے ماسوا اس وادی میں کہیں سرخ کنکر نہیں ہیں۔ یہ سرخ کنکر پہلے چھانے جاتے ہیں پھر مسجد کے فرش میں بچھائے جاتے ہیں۔"

مسجد میں تھوکنا

ابن زبالہ نے ضحاک سے بیان کیا ہے وہ بشر بن سعید یا سلیمان بن یسار سے بیان کرتا ہے کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں فرش پر پانی چھڑکا جاتا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے زمانہ میں بھی ایسے ہی ہوتا رہا۔ حضرت عمر رضہ کے عہدِ خلافت میں بھی ایک سال تک یوں ہی کام چلتا رہا لوگ مسجد میں کھنگار اور تھوک پھینکتے تھے اور فرش پر پھسلن ہو جاتی تھی۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود ثقفی رضہ حضرت عمر رضہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کیا آپ کے قریب کوئی وادی نہیں ہے؟ جواب دیا ضرور ہے۔ تو اس نے کہا پھر آپ حکم دیجئے کہ مسجد میں کنکر بچھائے جائیں کیونکہ اس سے کھنگار اور تھوک وغیرہ چھپ جائیں گے؟ چنانچہ حضرت عمر رضہ نے کنکر لانے کا حکم صادر کیا۔"

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے تاہم یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگ مسجد نبوی میں تھوکتے تھے۔

صحیحین میں حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتھا دفنھا۔[1]

"یعنی مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے دفن کیا جائے۔"

ابن زبالہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ نیز اس نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رائی نخامۃ فی المسجد فقال من فعل ھذا جاء یوم القیامۃ وھی فی وجھہ[2]

"یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک کھنگار دیکھا اور فرمایا کہ جس نے یہ کھنگار پھینکا ہے۔ قیامت کے روز یہ اس کے چہرے پر ہوگا۔"

عبداللہ بن قسیط نے مرفوعاً ذکر کیا ہے:

"لایبصق فی مسجدی ھذا۔"

"کہ کوئی شخص میری اس مسجد میں نہ تھوکے۔"

حدیث ابن عمرؓ کو بزار اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور احمد نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

البصاق فی المسجد سیئۃ ودفنہ حسنۃ۔[3]

"مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور تھوک کا دفن کرنا نیکی ہے۔"

---

1. صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۸ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۷ نسائی جلد ۱ ص ۸۴

2. وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۷

3. ۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن شیبہ نے اس مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ:

"مسجد تھوک سے اس طرح نفرت کرتی ہے جس طرح چمڑا آگ سے نفرت کرتا ہے"

اس لئے نوویؒ نے "تحقیق" اور "شرح مہذب" میں اس کے متعلق تحریم کا فتویٰ دیا ہے۔ ہمارے بعض علماء کی عبارت میں کراہت کا لفظ مذکور ہے۔ تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ مسجد میں تھوکنا اس شخص کے لئے گناہ ہے جو اس کو زمین میں دفن نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے مسجد گندی ہو جاتی ہے اور یہ باعث تکلیف ہوتی ہے۔

قرطبیؒ نے کہا ہے کہ اس تاویل کی تائید ابوذر کی وہ حدیث کرتی ہے جو مسلم وغیرہ نے ذکر کی ہے کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنی امت کے بُرے اعمال میں سے مسجد میں کھنگار پھینکنے کو پایا جسے دفن نہیں کیا جاتا"

تو مسجد میں تھوکنے سے گناہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اسے غیر مدفون رکھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی روایت میں واضح ہے کہ:

"مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اسے زمین میں دفن کرنا اس کا کفارہ ہے جس طرح زنا کا کفارہ کوڑے لگانا ہے"

تو دوسری روایت کو بھی اسی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس میں اس امر کی خبر ہے جس پر استقرار ہو گیا۔ لیکن ابن شیبہ نے فرج بن فضالہ سے اس نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"میں نے واثلہ بن اسقع کو دیکھا کہ وہ دمشق کی مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں نماز پڑھی، اور اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکا پھر اسے رگڑ دیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اسے کہا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابی ہو کر مسجد میں تھوکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"[۱]

ابوداؤد نے سند مذکور کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل ھذا المسجد فبزق فیہ او تنخم فلیحفر ولیدفنہ فان لم یفعل فلیبزق فی ثوبہ ثم لیخرج بہ[۲]

"یعنی حضور اکرم نے فرمایا جو میری مسجد میں داخل ہوا اور تھوک یا کھنگار آئے تو اسے دفن کرے یا اسے دور لے جائے اور دفن کرے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اپنے کپڑے میں تھوک لے پھر اسے باہر لے جائے۔"

اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس مذہب کے لئے حجت بن سکتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے بخاری کی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان کی تائید کرتی ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی نخامۃ فی القبلۃ فشق ذالک علیہ حتی روئی فی وجھہ فقام فحکہ بیدہ فقال ان احدکم اذا قام فی صلوٰۃ فانہ یناجی ربہ او ان ربہ بینہ وبین القبلۃ

---

[۱] وفاء الوفاء، جلد ۲ ص ۶۵۸

[۲] ابوداؤد جلد اول ص ۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ ثم اخذ طرف ردائہ فبصق فیہ ثم رد بعضہ علی بعض فقال او یفعل ھکذا [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ شریف کی طرف ایک کھنگار پڑا دیکھا تو آپ پر بہت ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچا، پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے یا یوں فرمایا کہ اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اس لئے قبلہ کی جانب کوئی آدمی مت تھوکے۔ تھوکنا ضروری ہو جائے تو اپنے بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔ پھر آپ نے اپنے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑا، اور اس میں تھوکا اور ایک کنارے کو دوسرے سے رگڑ دیا۔ فرمایا یا یوں کر لے۔"

اسی طرح وہ روایت جو ابن شیبہ نے جیّد سند کے ساتھ ابی نضرہ سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں ایک کھنگار دیکھا تو سخت ناراض ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ آپ تھوکنے والے کو بددعا دیں گے۔ پھر فرمایا تم میں کوئی شخص قبلہ کی جانب مت تھوکے۔ کیونکہ اس کا رب اس کے سامنے ہے اور دائیں جانب بھی نہ پھینکے کیونکہ دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے ہاں البتہ بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔ اگر بائیں جانب اور کوئی آدمی ہو تو اپنے کپڑے میں تھوک لے۔[2]

---

[1] بخاری جلد ا ص ۵۸

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ:

"اگر اس کے بائیں جانب ایسا آدمی ہو جو اس طرح تھوکنے کو بُرا سمجھے تو اپنے کپڑے میں تھوک لے۔ پھر آپ نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔ اور کپڑے کا ایک حصہ دوسرے سے رگڑا"[1]

تو یہ روایت اس بات کا تقاضا کرتی کہ:

"مسجد میں تھوکنا جائز ہے ہاں البتہ قبلہ کی جانب اور دائیں جانب نماز کی حالت میں تھوکنا منع ہے۔ اور تھوک کا دفن کرنا بھی ضروری ہے"

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث نمازی کے ادب کے لئے ہے کہ جب اسے نماز میں تھوک آجائے تو کسی طرح تھوکے۔ یہ مسجد میں تھوکنے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ مسجد میں تھوکنے کے متعلق پہلے حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ اس لئے اس حدیث سے ہم اسے ترک نہیں کر سکتے۔

قفال نے اپنے فتاویٰ میں ایک اچھا فائدہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

"یہ اس بات پر محمول ہے کہ جب سر سے نزلہ اترے لیکن جب سینہ سے باہر پھینکا جائے تو یہ ناپاک[2] ہے اور اس کا مسجد میں دفن کرنا ممنوع ہے"

ابوداؤد نے ابن عمر کی حدیث بیان کی ہے کہ: قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوما اذرأی نخامۃ فی قبلۃ المسجد فتغیظ علی

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۸

[2] بلغم گندہ اور غلیظ ضرور ہے لیکن اس کے نجس اور ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الناس ثم حکھا واحسب قال فدعا بزعفران فلطخہ بہ وقال ان اللہ قبل وجہ احدکم فلا یتنخمن بین یدیہ[1]

ایک دن آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کی نگاہ ایک کھنگار پر پڑی جو قبلہ کی جانب پڑا ہوا تھا۔ آپ یہ دیکھ کر سخت ناراض ہوئے پھر اسے کھرچا میرا خیال ہے کہ پھر آپ نے زعفران منگوا کر اس پر لگایا اور فرمایا اللہ تعالےٰ تمہارے سامنے ہوتا ہے اس لئے اپنے سامنے کوئی شخص ہرگز نہ تھوکے"

ابن شبہ نے اپنے شیخ غلاء بن یزید بن عبدالعزیز بن ابی رواد سے بیان کیا ہے وہ نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتا ہے کہ:

"ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور مسجد میں قبلہ کی جانب ایک کھنگار دیکھا۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے ایک لکڑی لے کر اسے کھرچا۔ پھر خوشبو منگوا کر اس پر لگائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا لوگو! جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو اپنے آگے اور دائیں جانب مت تھوکے کیونکہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے[2]"

---

[1] ابوداؤد جلد ا ص ۵۔

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں خوشبو لگانے کا آغاز

ابن شبہ نے جید سند کے ساتھ ابو الولید سے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ مسجد میں زعفران لگانے کا رواج کب شروع ہوا؟ اس نے بتایا کہ:

"ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک کھنکار دیکھا اور فرمایا یہ کیسی بری چیز ہے۔ یہ کس نے کیا ہے؟ پھر کھنگار تھوکنے والا آیا اور اس نے اسے کھرچا۔ پھر اس پر زعفران لگایا۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے بہت اچھا کام کیا ہے[1]"

یحییٰ نے بھی اسے روایت کیا ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں:

"میں نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ مجھے بتائیے کہ مسجد میں یہ زردی جو قبلہ کی جانب نظر آرہی ہے اس کا آغاز کیسے ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو قبلہ کی جانب ایک کھنگار دیکھا اور اس کا ذکر کیا تو لوگ جلدی سے اس کی طرف گئے۔ یہ اس کے آغاز کا سبب ہوا[2]"

نسائی اور ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ:

---

[1]

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں ایک کھنگار دیکھا۔ اسے دیکھ کر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر ایک انصاری عورت نے اسے کھرچ دیا اور اس کی جگہ خوشبو لگائی۔ آپ نے اس کام کو بہت پسند فرمایا"[1]

ابن شیبہ نے عمدہ سند کے ساتھ ابی نضرہ سے بیان کیا ہے کہ:

"جس شخص نے مسجد میں تھوکا تھا وہ کچھ زعفران لایا اور اس جگہ پر لگایا۔ آپ نے اسے بنگاہِ استحسان دیکھا"[2]

نیز ایک اچھی سند کے ساتھ ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر تھوک دیکھی تو آپ نے اسے کپڑے کے ساتھ کھرچ کر مسجد سے باہر پھینک دیا اور وہاں پر خوشبو یا زعفران وغیرہ لگایا"

ابراہیم بن قدامہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ:

"عثمان بن مظعون نے قبلہ میں تھوکا۔ اور بہت غمگین ہوا۔ اس کی عورت نے دریافت کیا آج آپ غمگین نظر آرہے ہیں کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا کہ غم کی کوئی اور بات تو نہیں۔ البتہ میں نے مسجد کے قبلہ میں تھوکا ہے اور وہاں نماز پڑھتا ہوں۔ یہ سُن کر اس کی عورت وہاں گئی اور اس جگہ کو دھویا پھر وہاں پر خوشبو لگائی۔ سب سے پہلے اس عورت نے خانہ کعبہ میں خوشبو لگائی تھی"[3]

---

[1] نسائی جلد ۱ ص ۸۴، ابن ماجہ ص ۵۶

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۰

[3]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز ثقہ راویوں سے روایت کی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور آپ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ نے مسجد کے قبلہ میں کھنگار دیکھا تو اسے چھڑی سے کھرچا۔ اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میں ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے روگردانی کرے؟ ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ایسا کوئی نہیں۔ فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے اور دائیں جانب مت تھوکے۔ بلکہ اپنے بائیں جانب پاؤں کے نیچے تھوکے۔ اگر اسے بہت ہی جلدی ہو تو اس طرح اپنے کپڑے پر تھوکے پھر اس کا کچھ حصّہ دوسرے حِصّے پر لپیٹا پھر فرمایا مجھے خوشبو دو۔ چنانچہ ایک نوجوان جلدی سے اپنے گھر گیا اور ہتھیلی پر کچھ خوشبو رکھ کر لایا۔ آپ نے اس سے لیکر چھڑی کے سرے پر لگائی۔ پھر اسے تھوک کی جگہ پر لگایا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں اس وقت سے تم نے اپنی مساجد میں خوشبو لگانا شروع کیا ہے۔"[۱]

ابو داؤد نے اس کی مثل روایت کی ہے یہ جابر بنو سلمہ کے قبیلہ سے تھا اُن کی مسجد ان کے مکانات میں تھی جو عربی بطحان میں واقع تھی اور مسجد فتح کے نام سے مشہور تھی۔ اس سے مراد مسجد قبلتین نہیں ہے۔ جس طرح مطرؔ اور ایک جماعت نے بیان کیا ہے اور خوشبو کا واقعہ بھی اسی کے متعلق بیان کیا ہے۔ لیکن ہم اس کی تردید میں عنقریب وضاحت کریں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور عنقریب جابر رضؓ کی حدیث کا ذکر ہو گا جو ابن زبالہ نے روایت کی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی حرام کی مسجد کے صحن میں نماز ادا کی۔ اور قبلہ میں ایک تھوک دیکھی۔ اور آپ کے پاس ایک چھڑی ہمیشہ رہتی تھی جس سے ٹیک لگاتے تھے"[1]

اور پھر بقیہ حدیث بیان کی۔ اور اس میں ذکر کیا کہ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جس میں خوشبو لگائی گئی۔

ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابی سہلہ سائب رضؓ بن خلاد صحابی سے ذکر کیا کہ:

"ایک آدمی نے لوگوں کی امامت کی اور قبلہ میں تھوکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو فرمایا کہ یہ شخص تمہیں جماعت نہ کرائے۔ اس کے بعد اس آدمی نے جماعت کرانا چاہا۔ لوگوں نے اسے روک دیا اور اسے فرمانِ رسولؐ سے آگاہ کیا۔ اس نے آپ سے ذکر کیا کہ کیا واقعی آپ نے ارشاد فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ تو نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو ایذا پہنچائی ہے"[2]

ایک روایت میں ہے جو مجد نے بیان کی۔ ہے کہ:

"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محراب میں کھنکار پڑا دیکھا

---

[1]

[2] ابوداؤد جلد ۱ ص ۷۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو پوچھا اس مسجد کا امام کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص۔ آپ نے فرمایا میں اسے امامت سے معزول کرتا ہوں۔ اس کی عورت نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امامت سے کیوں معزول کر دیا؟ اس نے بتایا کہ محراب میں آپ کو کھنگار پڑا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ اس کی عورت خوشبو لے کر وہاں گئی اور محراب کو لگائی۔ پھر آپ وہاں سے گزرے تو خوشبو دیکھ کر فرمایا یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ امام کی عورت نے یہ کام کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اس کا گناہ اس کی عورت کے باعث معاف کر دیا۔ اور اس کی امامت کو بحال کرتا ہوں[1]۔"

میں کہتا ہوں کہ روایات کا اختلاف اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مختلف اوقات کے واقعات ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی تعارض نہیں۔ ہاں ابن شبہ کی روایت کی تردید کرتی ہیں جو جابر بن عبداللہ سے ہے کہ:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجد کو خوشبو لگائی اور مؤذن کا وظیفہ مقرر کر دیا[2]۔"

اور چوتھی فصل میں یحییٰ کی روایت جو جابرؓ سے اس کی مثل ہے پہلے گزر چکی ہے ہاں البتہ اس کی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ اس نے خوشبو بیت المال سے سب سے پہلے مسجد کو لگائی ہو۔

ابن زبالہ نے عجلان سے نقل کیا ہے کہ:

---

[1]

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مدینہ کے گورنر کو حکم دیا تھا کہ مسجد میں صرف قبلہ کی جانب خوشبو لگائی جائے اور ستونوں کو دھویا جائے اس نے بتایا کہ اس کے عہد میں ستونوں کو خوشبو نہیں لگائی جاتی تھی" [۱]

۱۷۱ھ میں خیزران ام موسیٰ وہاں آئی۔ اس نے مسجد کو خوشبو لگانے کا حکم دیا اور خوشبو لگانے کا کام ایک لونڈی کے سپرد کیا۔ جس کا نام مونسہ تھا۔ ابراہیم بن فضل بن عبداللہ جو ہشام بن اسماعیل کا غلام تھا اس کے پاس گیا اور کہا کیا تم ایسا کام کرو گے۔ جو تم سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری پیروی کریں؟ مونسہ نے پوچھا وہ کونسا کام ہے؟ اس نے کہا کہ تم تمام روضۂ اطہر کو خوشبو لگاؤ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ان سے پہلے روضۂ اطہر کے دو حصوں یا اس سے کم پر خوشبو لگائی جاتی تھی۔ اور ان کو اشارہ کیا تو انہوں نے ستونِ توبہ پر بھی خوشبو لگائی اور اس ستون کو بھی معطر کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے لئے علم تھا۔ ان دونوں ستونوں کو اس قدر معطر کیا کہ نیچے تک خوشبو پہنچ گئی۔ اور ان کے اوپر کے حصوں میں خوشبو اور لگائی گئی" [۲]

بعض نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے:

وعهدنا الى ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتي الآية.

کی تفسیر میں لکھا ہے یہ کہ طهرا بيتي یعنی اسے صاف رکھو اسے خوشبو لگاؤ اور

---

[۱]

[۲]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں بخورات جلاؤ"[1]

مسجد میں بخورات جلانا و دیگر احکام مسجد

یحییٰ نے ابن زبالہ وغیرہ سے بیان کیا وہ علی بن حسن بن حسن سے بیان کرتا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بخور جلانے کا حکم فرمایا"[2]۔ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ حکم جمعہ کے روز فرمایا"

ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رض کی روایت بیان کی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں میں بچوں اور پاگل لوگوں کو مت لاؤ۔ اور بیع شرا اور اپنے جھگڑوں کے مقدمات وہاں پر مت کرو۔ نیز آوازیں بلند مت کرو، حدیں مت لگاؤ اور تلواریں میانوں سے مت نکالو۔ وضو کے لئے ٹونٹیاں اس کے دروازہ کے پاس بناؤ اور جمعہ کے دن اس میں بخور جلاؤ"[2]

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رض کی روایت بیان کی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد بنانے کا حکم فرمایا

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۵۹

[2]

[3]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز یہ بھی حکم دیا کہ ان کو صاف ستھرا رکھیں[1]۔"

یحییٰ نے محمد بن یحییٰ سے اس نے محمد بن اسماعیل سے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ:

"وہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس عود کی ایک شاخ لے کر آیا۔ لوگ اس سے استفادہ نہ کر سکے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے مسجد میں جلاؤ تاکہ تمام مسلمان اس سے فائدہ حاصل کریں۔ تو اس وقت سے نعلیغوں میں یہ کام مسنون قرار پایا۔ ہر سال عود (اگر بتی) سے مسجد میں خوشبو جلائی جاتی ہے۔ یہ کام جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن منبر کے پاس پچھلی جانب کیا جاتا ہے۔ جب کہ امام خطبہ دینے میں مشغول ہوتا ہے[2]۔"

سعد قرظ سے روایت ہے کہ:

"وہ حضرت عمرؓ کے پاس عود لے کر آیا۔ اُنہوں نے اسے مہاجروں میں تقسیم کر دیا، اور ایک حصّہ مسجد کے لئے رکھا۔ اور جمعہ کے روز اسے جلاتے تھے۔ یہ کام آج تک یوں ہی جاری رہا۔ خوشبو جلانے کے لئے سعد قرظ کو مقرر کیا گیا۔"

یحییٰ کی روایت پہلے ذکر ہو چکی ہے جس میں حجرے کی قندیلوں کے متعلق ذکر تھا کہ:

"حضرت عمرؓ کے پاس چاندی کی انگیٹھی لائی گئی۔ انہوں نے سعد کو دے دی جو موذنوں کا دادا تھا۔ اور اسے کہا کہ جمعہ کے روز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور رمضان المبارک میں اس میں بخور جلاؤ۔ چنانچہ سعد جمعہ کے دن اس میں بخور جلاتا اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے سامنے رکھتا تھا"

ابن زبالہ نے نعیم مجمر سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ:

"حضرت عمر بن خطاب نے اسے کہا کیا تو یہ احسان کر سکتا ہے کہ لوگوں کے پاس انگیٹھی لے کر جائے جس میں بخور جلائی ہوئی ہو اس نے کہا ضرور ایسا ہی ہو گا۔ چنانچہ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ کے لئے خوشبو جلاتے تھے"

مسند ابی یعلی موصلی میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ:

"حضرت عمرؓ ہر جمعہ کو مسجد نبوی میں بخور جلاتے تھے"[1]

مسجد میں چٹائی بچھانا

ہمارے علماء کا خیال ہے کہ مسجد میں چٹائی بچھانا مستحب ہے۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے:

"الصلوٰۃ علی الخمرۃ"

یعنی چٹائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ:

"وہ چٹائی پر نماز پڑھا کرتی تھیں"

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن زید رضؓ نے کہا ہے کہ الخمرہ سے مراد جائے نماز ہے۔[1]
طبری نے کہا ہے کہ اس سے مراد چھوٹا مصلیٰ ہے جو کھجور کی شاخوں سے بُنا جاتا ہے اور رسیوں سے مضبوط کیا جاتا ہے۔
امام بخاری نے صحیح میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضؓ نے اپنی چٹائی پر نماز ادا کی۔

اور کہا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے کپڑے پر سجدہ کرتے تھے۔[1]
یحییٰ نے کہا ہمیں ابو مصعب نے حدیث بیان کی ہے اس کو مالک نے وہ اپنے چچا ابو اسماعیل بن مالک سے روایت کرتا ہے وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ عقیل بن ابی طالب کے لئے ایک چٹائی جمعہ کے روز مسجد کی غربی دیوار کے ساتھ بچھائی جاتی تھی۔ جب تمام چٹائی پر دیوار کا سایہ ہو جاتا تو حضرت عمر رضؓ بن خطاب خطبۂ جمعہ کے لئے آتے تھے۔ پھر جمعہ کی نماز کے بعد واپس جاتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے۔[2]
ابن زبالہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۵۵

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جوتوں کا حکم

یحیٰی نے عطاء بن ابی رباح کی روایت بیان کی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے جوتے مسجد کے دروازے کے پاس چھپا دیا کرو۔"[1]

متفرقات

موسیٰ بن یعقوب سے روایت ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے غبار کو کھجور کی ایک شاخ سے اکٹھا کیا۔"

ابن ابی شیبہ نے بھی یعقوب بن زید سے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کا غبار کھجور کی ایک شاخ سے اکٹھا کرتے تھے۔"[2]

مسجد کی فضیلت کے سلسلہ میں آخری کلام ہم ذکر کر چکے ہیں کہ:

"پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے منع فرمایا ہے۔"

اور حضرت عمرؓ کی توسیع میں ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے مسجد میں آواز بلند کرنے سے منع فرمایا اور اشعار پڑھنے سے بھی روکا۔ اور ولید کے اضافہ میں ہم نے نماز جنازہ کے متعلق ذکر کیا تھا۔ آیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟[1]

مسجد میں جوں کا حکم

ابن شبہ نے شیبہ بن قصاح سے مرسل بیان کیا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھے اور وہ مسجد میں ہو تو اس کے لئے گڑھا کھود کر اسے دفن کر دے۔ اور اس پر تھوک دے۔ یہ اس کا کنارہ بن جائے گا۔"[2]

ابن زبالہ نے محمد بن منکدر سے بیان کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ:

"مجھے اس آدمی نے خبر دی جس نے ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ وہ جوئیں مسجد میں دفن کر رہے تھے۔"[3]

یحییٰ نے یوسف بن مالک سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہے کہ:

"میں نے عبید بن عمیر کو دیکھا کہ اس نے ابن عمرؓ کے کپڑے سے جوئیں پکڑ کر مسجد میں دفن کر دیں۔"[4]

---

[1]

[2]

[3]

[4]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر بن منکدر سے روایت ہے کہ:

"میں نے اپنے چچا محمد بن منکدر کو دیکھا کہ وہ جوئیں پکڑتے حالانکہ وہ مسجد میں ہوتے۔ پھر مسجد میں ان کو دفن کر دیتے پھر اس پر تھوکتے تھے۔"

جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ:

"مسجد میں جوئیں دفن کرنے کا کوئی حرج نہیں۔"[1]

میں کہتا ہوں کہ ان سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ کیونکہ احمد نے اپنی مسند میں ایوب سے روایت بیان کی ہے کہ:

"ایک آدمی نے اپنے کپڑے میں جوں دیکھی اسے پکڑا اور زمین پر پھینکنا چاہا۔ آپ نے اسے روک دیا اور فرمایا اسے اپنے کپڑے میں دوبارہ ڈال لو اور مسجد سے باہر لے جاؤ۔"

ابن شیبہ نے عمدہ سند کے ساتھ یحییٰ بن ابی کثیر یمانی سے بیان کیا ہے وہ حضرمی سے بیان کرتا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جوں کو دیکھے اور وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اپنے کپڑے میں رکھے، اور مسجد میں اسے مت مار۔"[2]

یحییٰ نے ابن عمرؓ سے روایت بیان کی ہے۔ اس نے کہا کہ:

"جب تم سے کوئی اپنے کپڑے میں جوں دیکھے اور وہ مسجد میں ہو

---

[1]

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اسے اپنے کپڑے میں ڈال لے اور مسجد سے باہر لے جائے۔"

نوویؒ نے کہا ہے کہ:

"اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو مسجد میں پھینکنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ مردار ہے۔"

امام مالکؒ نے مسجد میں جوں مارنے کو مکروہ کہا ہے۔

ابن عماد نے مالکی کتب کے حوالہ سے بیان ہے کہ:

"زندہ جوں مسجد میں پھینکنا بھی حرام ہے۔ لیکن پسو کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ پسو مٹی کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن جوں کو .... اس طرح پھینکنے میں بھوک کی تکلیف ہوگی۔"[1]

مسجد میں دستکاری

مسجد میں بیع و شرا اور شعر و شاعری کی نہی کے متعلق احادیث نبویؐ مذکور ہیں اسی طرح مسجد میں دستکاری بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن ابی عدی نے علیؓ بن ابی طالب کی حدیث بیان کی ہے کہ:

"حضرت علی رضہ بیان کرتے ہیں میں نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ انہوں نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک درزی دیکھا تو اس کو نکل جانے کا حکم دیا۔ کسی نے کہا اے امیرالمومنین یہ شخص مسجد

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جھاڑو دیتا ہے اور دروازے بند کرتا ہے اور پانی چھڑکتا ہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ صنعت کاروں کو مسجد سے باہر رکھو۔[۱]

مسجد میں سکوت اور خاموشی وغیرہ

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں کچھ کام مسجد میں ایسے ہوتے ہیں جو وہاں پر منکرات میں شامل ہیں لیکن کچھ اہل علم نے ان میں تساہل سے کام لیا ہے۔ مثلاً تعمیر کے سلسلہ میں مسجد نبوی میں آری سے لکڑی چیرنا، لکڑی کا دیگر کام کرنا اور پتھروں کو تراشنا وغیرہ۔ کیونکہ ان کے وہاں پر کام کرنے سے سخت آواز پیدا ہوتی ہے اور مسجد میں لکڑی کا برادہ وغیرہ پھیلتا ہے۔ حالانکہ یہ کام مسجد سے باہر بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ :

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسجد کے اردگرد مکانات سے میخ اور کیل ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو ان کو پیغام بھیجتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا مت پہنچاؤ۔"[۲]

حضرت علی رضؓ نے اپنے گھر میں قضائے حاجت کی جگہ پر کواڑ نہیں لگوائے تھے تاکہ اس کی آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو۔[۳]

---

[۱] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۵

[۲]

[۳]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"مثیر الغرام" میں مقدسی نے کعب احبار سے بیان کیا ہے کہ:

"حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک جن سے کہا جس کو بیت المقدس کی تعمیر کے سلسلے میں سنگ مرمر تراشنے کے لیئے بلایا تھا۔ کیا تم ایسی کوئی تدبیر کر سکتے ہو کہ جس سے یہ پتھر کاٹا جاسکے؟ مجھے لوہے کی آواز مسجد میں بری لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وقار اور سکون کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا کہ عقاب کا گھونسلہ کہیں سے تلاش کیجئے۔ کیونکہ اس سے زیادہ سخت اور حیلہ ساز پرندہ آسمان میں میری نظر میں کوئی نہیں۔ تو لوگوں نے عقاب کا گھونسلہ تلاش کیا۔ اس پر لوہے کی مضبوط ڈھال ڈالی گئی۔ عقاب آیا لیکن اس پر کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر آسمان میں ایک دن اور ایک رات اڑتا پھرا۔ پھر جب واپس آیا۔ تو اس کے پاس ہیرے کا ایک ٹکڑہ تھا۔ یہ دیکھ کر جنات نے مختلف سمتوں میں ہو کر اسے گھیر لیا اور اس سے یہ چھین کر حضرت سلیمان کے پاس لائے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ اس سے پتھر کاٹتے تھے[1]

اسی طرح خچر اور گدھے آلات سے لدے ہوئے مسجد میں لانا ممنوع ہے کیونکہ یہ آلات آدمی بھی اندر لا سکتے ہیں۔

مسجد میں گمشدہ کی تلاش

جب کوئی آدمی کسی کو دیکھے کہ وہ اپنی گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کرتا ہے تو اسے

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہے کہ:

"اے تلاش کرنے والے! یہ تیرے سوا کسی اور کو ملے۔ اور جو اس کے مانند بات چیت ہو جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے۔ ہاں البتہ کوئی آدمی اپنے پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں سے دریافت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اس کے لئے بھی آواز اونچی نہ کرے جیسا ابن نافع نے مالک سے بیان کیا ہے۔ اور جو آدمی وہاں پر کچھ بیچے اسے کہو اللہ تعالیٰ تیری تجارت سودمند نہ کرے۔ جیسا کہ مرفوع حدیث میں مذکور ہے۔"

زین مراغی کہتے ہیں کہ:

"قیاس یہ چاہتا ہے اس میں سائل کو یہ جواب دیا جائے کہ اللہ تعالےٰ تجھ پر اپنے خزانے نہ کھولے۔ جیسا کہ ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا ہے۔"

مسجد میں سونا

"عتبیہ" میں ہے کہ امام مالک نے مسجد میں پنکھوں اور سونے کو مکروہ جانا ہے۔ لیکن مسجد میں سونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اور بعض اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اجنبی جس کا کوئی گھر نہیں اس کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں احادیث مذکور ہیں۔

احمد بن یحییٰ بلاذری نے ابی سعید مولیٰ ابی اسید سے بیان کیا ہے کہ:

حضرت عمر عشاء کے بعد مسجد میں گشت لگاتے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنے والے کے علاوہ جو آدمی نظر آتا اسے باہر نکال دیتے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کے پاس پہنچے ان میں ابی بن کعب بھی تھے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ ابی نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین کہ آپ کے گھر والوں سے کچھ آدمی ہیں۔ پوچھا نماز کے بعد تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم ذکر الٰہی میں مشغول ہیں، یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر ہم میں جو ادنیٰ شخص تھا اسے کہا کہ دعا کرو۔ اس نے دعا کی۔ پھر یکے بعد دیگرے ہر ایک کو دعا کے لئے کہتے رہے حتیٰ کہ میری باری آئی اور میں اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ تو مجھے کہا ادھر آؤ اور دعا کرو۔ میں رک گیا اور مجھے شرمندگی اور ندامت سے سر جھکانا پڑا۔ حضرت عمرؓ نے کہا دعا کرو خواہ یہی کہو کہ الٰہی! ہمیں بخش، الٰہی ہم پر رحم فرما۔ پھر حضرت عمرؓ خود دعا میں مصروف ہو گئے۔ اور اس وقت ان سے زیادہ آنسو بہانے والا اور رونے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ پھر کہا اب چلے جاؤ[1]

مسجد میں بے وضو ہونا

مسجد میں پیٹ سے ریح کا خارج کرنا منع نہیں۔ لیکن اس سے پرہیز بہتر ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"جس چیز سے بنی آدم کو تکلیف ہوتی ہے وہ فرشتوں کے لئے بھی باعث ایذا ہوتی ہے"

زرکشی نے کہا ہے کہ بعض قدیم متکلمین نے اس حدیث پر بات کرتے ہوئے کہا ہے:

"مسجد میں بے وضو ہونا گناہ ہے۔ بے وضو ہونے والا فرشتوں کی استغفار اور دعا سے محروم رہتا ہے"

ابن عدی نے "کامل" میں حمزہ بن ابی ضبی کی سند سے بیان کیا ہے وہ ابی زبیر رضؓ سے اور وہ جابر رضؓ سے بیان کرتا ہے کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت، لے کر مسجد سے گزرنے سے منع فرمایا"

ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے۔ اور گوشت کی نہی کے لئے وہی حدیث کافی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ:

"مسجد میں سے گزرنے کا راستہ نہ بنایا جائے"[1]

مسجد میں مصحف سے قرآن پاک کی تلاوت

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ:

"مسجد میں مصحف کو دیکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کا پہلے رواج نہیں تھا۔ یہ کام سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے شروع کیا"

---

[1] وفاء الوفا جلد ۲ ص ۶۶۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ:

"مسجد میں مصحف سے قرآن پاک کی تلاوت میرے نزدیک مکروہ ہے۔ اور جب وہ قرآن پاک پڑھنے کے لئے اکٹھے ہوں تو ان کو مسجد سے نکالا جائے"[1]

میں کہتا ہوں کہ سلف اور خلف کے نزدیک مسجد میں مصحف کی تلاوت مستحب ہے۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ:

"مسجدیں ذکرِ الٰہی اور نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہیں"[2]

اور یہ مصحف کو بھی شامل ہے۔ ابن شبہ نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا اس نے کہا کہ:

"سب سے پہلا شخص جس نے قرآنِ پاک مصحف میں جمع کیا اور اسے لکھا یہ حضرت عثمان رضہ تھے۔ پھر انہوں نے مسجد میں رکھا اور حکم دیا کہ ہر روز اس کی تلاوت کی جائے"

محرز بن ثابت جو سلمہ بن عبدالملک کا غلام تھا اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا کہ:

"میں حجّاج کا باڈی گارڈ تھا۔ اس نے کئی مصاحف لکھے اور پھر کئی شہروں میں بھیجے اور ایک مصحف مدینہ منوّرہ میں بھیجا۔ لیکن آلِ عثمان نے اسے مکروہ سمجھا۔ تو انہیں کہا گیا کہ حضرت عثمان رضہ کا مصحف نکال

---

[1] اس کی کوئی دلیل نہیں بیان کی گئی اس لئے جائز بلکہ ثواب ہوگا۔

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر پڑھو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رض کی شہادت کے روز کچھ مصحف کا نقصان ہوا تھا۔"

لیکن محرز کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ:

"حضرت عثمان رض کا مصحف خالد بن عمرو بن عثمان رض کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جب مہدی خلیفہ ہوا تو اس نے مدینہ منورہ میں ایک مصحف ارسال کیا۔ آج وہی تلاوت کیا جاتا ہے۔ اور حجّاج کا بھیجا ہوا مصحف منبر کے پاس صندوق میں رکھ دیا گیا۔"[1]

مصاحف کا مسجدوں میں بھیجنا

ابن زبالہ نے کہا ہے کہ مجھے مالک بن انس رض نے حدیث بیان کی کہ:

"حجاج بن یوسف نے بڑے بڑے شہروں میں مصاحف بھیجے ایک مصحف مدینہ منورہ میں بھی ارسال کیا۔ یہ بہت بڑا تھا۔ یہ مصحف ایک صندوق میں تھا جو اس ستون کے دائیں جانب تھا جو مقام رسول کے لئے علم تھا۔ اس صندوق کو جمعہ اور جمعرات کو کھولا جاتا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد اس کی تلاوت کی جاتی تھی۔ پھر خلیفہ مہدی نے کئی مصحف ارسال کئے بعد ازاں حجاج کا مصحف صندوق میں بند کر کے ایک گوشہ میں ایک ستون کے بائیں جانب رکھا گیا۔ پھر ان کے لئے منبر بنائے گئے اور ان پر رکھ کر پڑھا جاتا تھا۔ پھر حجاج کا مصحف، صندوق سمیت اس

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستون کے پاس رکھا گیا جو منبر کے دائیں جانب ہے[۱]۔"

میں کہتا ہوں کہ موجودہ مصحف جو مسجد کے گنبدوں میں لکھا ہوا ہے۔ مؤرخین میں سے کسی نے بھی اسے حضرت عثمان رضہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس وقت مسجد میں نہیں تھا۔ بلکہ ابن نجار کی کلام میں بھی کوئی ذکر نہیں ہوا۔ اور متاخرین میں یہ سب سے پہلے مؤرخ ہوئے ہیں حالانکہ اس نے مسجد کے مصاحف پر باب باندھا ہے۔ پھر اس نے وہ ذکر کیا جو ہم نے ابن زبالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پھر کہا کہ زمانۂ طویل کی وجہ سے بوسیدہ ہو گیا اور اس کے اوراق پھٹ گئے۔

نیز کہا کہ آج وہی اکھٹا کیا ہوا ہے جو نہایت جلال میں ہے۔ یہ اس مقصورہ میں رکھا ہوا ہے جو ایک دفعہ آتش سے جل گیا تھا۔ جو باب مروان کی جانب ہے۔ پھر اس نے مسجد میں کئی مصاحف کا ذکر کیا جن کا خط نہایت خوبصورت تھا۔ یہ مصاحف مسجد کے لئے وقف تھے۔ یہ ساگوان کی لکڑی کے بنے ہوئے صندوق میں مقصورہ کے سامنے پڑے تھے۔ جو مقام النبی سے پچھلی جانب تھا۔

نیز یہ بھی کہا کہ وہاں پر ایک بہت بڑی کرسی تھی۔ اس میں ایک مصحف تھا۔ جس پر تالہ لگا ہوا تھا۔ یہ مصر سے بھیجا گیا تھا۔ اور وہ اس ستون کے پاس تھا۔ جو مقام النبی کے برابر تھا۔ اور اس کے پاس دو اور مصحف تھے جو دو کرسیوں پر رکھے ہوئے تھے اور لوگ ان کی تلاوت کرتے تھے۔ اور مسجد میں ان دونوں کے سوا اور کوئی مصحف نظر نہیں آتا تھا[۲]۔

۱ـ

۲ـ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موجودہ مصحف کی نسبت حضرت عثمان رضی کی طرف سوائے مطری کے کسی نے نہیں کی۔ اور مطری کے بعد جنہوں نے مسجد کے درمیانی گنبد کا آتشزدگی کے موقعہ پر محفوظ رہنا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے بھی اس مصحف کا ذکر نہیں۔ ہاں البتہ ابن جبیرؒ نے اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مقام النبی کے سامنے ایک بڑا صندوق ہے اور مقام النبی اور حجرہ کے درمیان ایک بڑی رحل ہے جس پر ایک بڑا مصحف رکھا ہوا۔ ہے۔ یہ مصحف ایک غلاف میں بند ہے اور اس پر قفل لگا ہوا ہے۔ یہ ان چاروں مصاحف میں سے ہے جو حضرت عثمان رضی نے مختلف شہروں کی طرف بھیجے تھے[1]

یہ مصحف جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے اس مصحف کے مطابق ہے جو ابن نجار نے ذکر کیا ہے جو مصر سے بھیجا گیا تھا۔ اور ابن جبیرؒ نے اس کی نسبت حضرت عثمان کی طرف نہیں کی۔ حالانکہ ابن جبیرؒ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ ان مصاحف میں سے ہے جو حضرت عثمان رضی نے دیگر ممالک میں ارسال کیے تھے۔ ہاں یہ نہیں کہا کہ یہ وہی مصحف ہے جو حضرت عثمان رضی کی شہادت کے موقعہ پر ان کی گود میں تھا۔

ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ وہ مصحف جو شہادت عثمان رضی کے موقعہ پر ان کی گود میں تھا۔ وہ ان کے بیٹے خالد کے پاس تھا۔ پھر اس کی اولاد کے پاس رہا۔ پھر نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا۔ ملک شام کے بعض مشائخ نے مجھے بتایا کہ اب وہ طوس کے علاقہ میں ہے[2]

---

[1]

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۶۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شاطبی نے کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"امام مالکؒ کہتے ہیں کہ مصحف پہلی کتابت کے مطابق لکھنا چاہیئے جو لوگوں نے نئی کتابت ایجاد کی ہے اس کے مطابق نہیں لکھنا چاہیئے۔"

نیز اس نے کہا ہے کہ مصحفِ عثمان تو غائب ہے اس کی کسی کو خبر نہیں۔ ابو عبید قاسم نے اپنی کتاب میں قرآن کے متعلق لکھا ہے کہ:

"میں نے ایک مصحف دیکھا جسے امام مصحف عثمان کہتے تھے یہ بعض امراء کے خزانے سے برآمد ہوا تھا۔ یہ وہی مصحف ہے جو شہادتِ عثمان رضؓ کے موقعہ پر ان کی گود میں تھا۔ اور میں نے ان کے خون کے آثار اس میں کئی جگہوں پر دیکھے۔ لیکن ابو جعفر نحاس نے اس کی کلام کو رد کر دیا ہے اور حوالہ میں امام مالکؒ کی کلام جو اوپر بیان ہو چکی ہے ذکر کی ہے۔"

شاطبی کہتے ہیں کہ منصف مزاج لوگوں نے مالکؒ کی بات کو ٹھکرا دیا ہے۔ کیونکہ مالکؒ کی کلام میں غیب ہو۔ نے کا لفظ ہے جو اس بات پر دلالت نہیں ...... کرتا کہ مصحف کلیتہً معدوم ہے اور اس کا پایا جانا ناممکن ہے۔ کیونکہ غائب چیز کے متعلق یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ کسی وقت ظاہر ہو گا۔[1]

مصاحف عثمان

میں کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ مصحف کا پتہ چل جانے کے بعد

---

[1] ۵۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں لایا گیا ہو۔ لیکن اس احتمال کو یہ بات کمزور کر دیتی ہے کہ قاہرہ میں ایک مصحف پڑا ہوا ہے۔ اس پر خون کا نشان آیت فسیکفیکھم اللہ الخ کے پاس ہے۔ اس طرح آج جو مدینہ منورہ میں مصحف ہے۔ اس پر آیت مذکور پر خون کے دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مصحفِ عثمانی ہے۔ اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی ایسا ایک مصحف ہے۔ مصحف امام جو شہادتِ عثمان رضؓ کے موقع پر ان کے پاس تھا وہ تو ایک ہی تھا۔ ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں نے اس آیت پر خلوق لگا دی تاکہ مصحف امام سے تشبیہ دی جائے۔ اور غالباً یہ وہی مصاحف ہیں جو حضرت عثمان رضؓ نے مختلف ممالک میں بھیجے تھے جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

مدینہ منورہ کے موجود مصحف کے متعلق ابن جبیر رحؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت حفصہ کے پاس جو مصحف تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اس کی نقل کرنے کے متعلق زید بن ثابت رضؓ، عبداللہ بن زبیر رضؓ، سعید بن عاص رضؓ اور عبدالرحمان بن حارث رضؓ بن ہشام کو حکم دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس مصحف کی نقول لکھیں پھر حضرت عثمان رضؓ نے ہر جہت کی طرف ایک مصحف ارسال کیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے کتنے مصاحف لکھ کر بھیجے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ پانچ تھے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحؒ نے بیان کیا ہے۔ ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں حمزہ زیات کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے چار مصحف بھیجے تھے۔ ایک ان میں سے کوفہ بھیجا تھا۔ وہ مراد قبیلہ کے ایک آدمی کے ہاتھ لگا۔ اور اس کے پاس رہا۔ حتیٰ کہ اس سے اور کئی ... لکھے گئے ہیں ... سمجھتا ... سنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ کہتا تھا کہ:

"سات مصاحف لکھے گئے تھے۔ اور انہیں مکہ، شام، یمن، بحرین بصرہ اور کوفہ بھیجا گیا۔ ان سے ایک مدینہ میں رکھا گیا تھا"[1]

اور موجودہ مصحف کے متعلق ہمارے یہ صرف احتمال ہی ہیں۔ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی مصحف ہے جو شہادت عثمان رضؓ کے موقعہ پر ان کے ہاتھ میں تھا۔ واللہ اعلم

مسجد میں چراغ جلانا

مسجد میں چراغ جلانا مستحب ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے پہلے تمیم داری رضؓ نے یہ کام کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضؓ نے اس کام کا آغاز کیا۔ جب لوگوں کے لئے نماز تراویح کے لئے ایک امام مقرر کیا تو ان کے لئے روشنی کا انتظام کیا۔

ابن زبالہ نے یوسف بن مسلم سے روایت کیا ہے کہ:

"مسجد کی قندیلوں کا تیل شام سے آتا تھا۔ پھر جب جعفر بن سلیمان مدینہ کا گورنر بنا تو اس کے آخری عہد میں شام سے تیل کی آمد بند ہو گئی۔ اور اس نے مدینہ کے لوگوں پر تیل لانے کی ڈیوٹی لگائی۔ پھر داؤد بن عیسیٰ کی گورنری کے زمانہ میں جب کہ انگور کا ٹیکس لوگوں کو معاف کیا گیا تو بیت المال سے تیل کا اہتمام کیا گیا۔ یہ ۱۹۸ھ کا واقعہ ہے"[2]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۷۰

[2]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مسجد کے تیل اور قندیلوں کی حفاظت کرنے والے کو بیت المال سے ہر ماہ تین دینار دیئے جاتے تھے۔ اور جو قندیلیں ٹوٹ جاتی تھیں ان کی اصلاح وغیرہ اس کے ذمے تھی۔ ابن نجار نے کہا ہے کہ آج ہمارے زمانہ میں یہ تیل مصر کے اوقاف سے آتا ہے۔ اور اس کی مقدار ستائیس قنطار[1] مصری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی بڑی ایک سو ساٹھ شمع لائی جاتی تھیں۔ اور ایک مُدیہ بھیجی جاتی تھی جس میں سو مثقال خوشبودار لکڑی ہوتی تھی تاکہ مسجد میں جلائی جائے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں یہ تیل مصر اور شام سے بھیجا جاتا ہے۔ اور یہ سو قنطار سے زیادہ ہوتا ہے۔ کچھ تو مصر سے محکمہ اوقاف کے شافعی قاضی کے زیر اہتمام بھیجا جاتا ہے۔ اور کچھ کا مصر کا امام اہتمام کرتا ہے[2][3]۔

مسجد کی عام صفت

مسجد کے برآمدے، ستون، بدرو اور ٹونٹیاں وغیرہ کے متعلق ابن جبیرؒ نے کہا ہے کہ مسجد نبوی مستطیل ہے۔ اس کے چاروں جانب برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کے وسط میں صحن واقع ہے۔ قبلہ کی جانب پانچ برآمدے ہیں۔ ہم پہلے ذکر

---

[1] ایک قنطار سو رطل کا ہوتا ہے اور رطل تقریباً ۵ چھٹانک کا ہوتا ہے۔

[2] یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب بجلی نہیں تھی۔ اب تو بجلی کے قمقموں سے رات کو مسجد نبوی بقعۂ نور نظر آتی ہے۔

نوٹ:۔ ایک رطل کا وزن پانچ چھٹانک ہوتا ہے۔

[3] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۲۰۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہیں کہ اس میں دو برآمدے اور بڑھائے گئے۔ جو مشرق سے مغرب کی جانب ہیں۔ اور شامی جانب پانچ برآمدے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جو ہم نے توسیع مہدی میں ذکر کیا ہے یہ اس کے بالکل موافق ہے۔ ابن زبالہ سے بیان کیا گیا تھا کہ شامی جانب پانچ ستون تعمیر کئے گئے ہیں اور ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اب موجودہ ستونوں کی تعداد صرف چار ہے۔ اور چار ہی برآمدے ہیں گویا کہ پہلی آتشزدگی کے بعد قبلہ کی چھت میں جو دو برآمدے زائد بن گئے تھے۔ شامی جانب کی چھت کی طرف سے ان سے ایک برآمدہ کم کیا گیا اور اسے مسجد کے صحن میں داخل کیا گیا۔ لیکن مؤرخین میں سے کسی نے اس کی اطلاع نہیں کی اور آج اسے چبوترہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ یہ زمین سے اونچا ہے۔ اور اس کا پتہ نہیں کہ کب بنا ہے۔

ابن جبیرؒ نے بھی اس کی بلندی کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ اس کے علاوہ اس نے سب کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا سفر مدینہ منورہ میں پہلی آتشزدگی سے پیشتر کا واقعہ ہے۔ غالباً یہ اس کے بعد بنایا گیا ہے جس طرح مسجد کے دونوں پہلوؤں میں دو چبوترے دوسری دفعہ آتشزدگی کے بعد بنائے گئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اور ہمارے زمانہ میں اس سے تھوڑی دیر پہلے ایک اور چبوترہ ظاہر ہوا ہے جو قبلہ کی جانب چبوترہ کے پاس ہی ہے۔ اور یہ چبوترہ حجرہ شریف کی عمارت سے باہر نہیں۔

ابن زبالہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شامی جانب چھت کو سقائف النساء کے نام سے پکارتے ہیں۔

ابن جبیرؒ نے کہا ہے کہ مشرقی جانب تین برآمدے ہیں۔ یہ قبلہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شروع ہو کر شامی جہت کی طرف ہیں اور مغربی جہت میں چار برآمدے ہیں۔
ابن جبیرؒ نے ایسے ہی بیان کیا ہے ہاں البتہ اس نے رواق (برآمدہ) کے بجائے بلاط کا لفظ استعمال کیا ہے۔
اسی طرح ابن عبدربہ نے "عقد" میں بیان کیا ہے۔ اور اس کا بیان آج کی موجودہ عمارت سے ملتا جلتا ہے ہاں جو ہم نے قبلہ کی جانب اور شامی جانب کی چھت، کا ذکر کیا ہے وہ اس نے بیان نہیں کیا.... [1]

مسجد کی دیواریں

ابن جبیرؒ نے بیان کیا کہ مسجد کی دیوارِ قبلی کا نیچے والا نصف حصہ سنگِ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ پشتے پر پشتہ باندھا ہوا ہے۔ اس پشتہ پر رنگا رنگ کی کاریگری کی ہوئی ہے۔ اور سیاہ اور سفید پتھر نہایت احسن طریقے سے نصب کئے ہوئے ہیں۔ اور دیوار کا اوپر والا نصف حصہ سنگِ مرمر کے پتھروں سے بنا ہوا ہے اور اس پر سنہری بیل بوٹے بنائے ہوئے ہیں۔ کاریگر نے نہایت اعلیٰ اور عدیم المثال گلکاری کا کام کیا ہے۔ اس پر مختلف اقسام کے درختوں کی تصویریں ہیں جس کی شاخیں پھلوں سے جھکی ہوئی ہیں۔ اور تمام مسجد میں اسی قسم کے بیل بوٹے ہیں۔ لیکن قبلی دیوار میں یہ کام سب سے زیادہ ہے۔ اور قبلہ کی جانب جو دیوار صحن کے قریب ہے اس پر بھی اسی طرح بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ اور شامی جانب کی دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ اور صحن کے قریب شرقی اور غربی دیوار جدید بھی ایسی ہی ہیں۔ ان پر

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۷۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی زنگار رنگ کے بیل بوٹے ہیں۔ جن کا بیان کافی طویل ہے۔

ابن عبدربہ نے "العقد"، میں قبلہ کی دیوار پر جو پشتے باندھے گئے ہیں۔ اور سنگ مرمر لگائے گئے ہیں اور سنہری گلکاری کی گئی ہے۔ ان سب کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس نے کہا ہے کہ مسجد کی تمام دیواریں اوّل سے آخر تک اندر کی جانب سے سنگ مرمر، سونا اور چپس وغیرہ سے مزین کی ہوئی ہیں۔

نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ ستونوں کے سروں پر سنہری نقش و نگار کا کام کیا گیا ہے اسی طرح دروازوں کی دہلیزوں پر سونے کا ملمع کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی آتشزدگی کے موقعہ پر یہ تمام بیل بوٹے ضائع ہو گئے تھے۔ مسجد کی مغربی دیوار میں کچھ معمولی سے نشانات باقی رہ گئے تھے۔ اور کچھ اذان کہنے کے منبر پر نشانات نظر آتے تھے۔ جو غربی شمال میں ہے۔ لیکن دیوار قبلی میں صرف ایک تختی باقی ہے جس پر درختوں کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ یہ تختی محراب کے دائیں جانب ہے۔ اور یہ آثار قدیمہ سے ہے۔ محراب کے بائیں جانب بھی ایسی ہی تختی تھی جو تقریبًا تمام ضائع ہو چکی تھی۔ پھر دوسری آتشزدگی کے موقعہ پر یہ باقی ماندہ آثار بھی ختم ہو گئے۔ اور مذکورہ دیوار پر سنگ مرمر کا پشتہ نظر آتا ہے یہ پہلی آتشزدگی کے بعد ظاہر جقمق نے بنوایا تھا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی ذکر کیا تھا کہ محراب عثمانی اور اس کا ارد گرد سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور باقی مسجد نہایت سفید تھی۔ اور قبلہ کی دیوار میں طرز قدیم کی دو پٹیاں (ڈیم فورس) باندھے ہوئے تھے۔

ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ان کے اوپر کی جانب سے معمولی سی خرابی پیدا ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر عمارت کے متولی نے اسے اکھاڑ دیا اور اس کے ارد گرد سے بھی کچھ منہدم کر کے از سر نو بیل بوٹوں سے منقش کر کے تعمیر کیا اور اسے سلطان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشرف قائیتبائی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور باقی ماندہ ڈیم فورس سے ملا دیا۔ اور چھت کے پاس بیل بوٹوں کے نقش و نگار وغیرہ کا بیان بھی کیا ہے۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہ مسجد نبوی کی تمیز کے لئے ہے کہ جو اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری دفعہ آتش زدگی کے موقعہ پر تمام بیل بوٹے اور نقش و نگار وغیرہ ضائع ہو گئے تھے۔ اور قبلہ کی دیوار دوبارہ سنگِ مرمر کے پتھروں سے بنائی گئی۔

مسجد کے ستونوں کی تعداد

ابن زبالہ نے ستونوں کی تعداد کے متعلق بیان کیا ہے کہ مسجد نبوی کے ۲۹۶ ستون ہیں۔ ان میں چھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی دیوار میں ہیں۔ ابن نجار کے بیان سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

ابن جبیر رضؓ نے ان کی تعداد ۲۹۰ بیان کی ہے تاہم ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے! اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن جبیر رضؓ نے حضور اکرم کی قبر کے چھ ستونوں کو ان میں شامل نہیں کیا۔ ہاں البتہ ایک ستون کی کمی ہے۔ اس لئے کہ ہماری تحریر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس زمانہ میں تمام ستون بمع قبر کے ستونوں کے ۲۹۵ ہوں اس لئے کہ غربی چھت میں چار صفیں ہیں۔ جب آپ قبلہ کی دیوار سے شامی دیوار تک حساب لگائیں گے تو ہر صف میں ۲۸ ستون ہوں گے۔ اس طرح اس چھت کے کل ستون ۱۱۲ ہوں گے۔ اسی طرح شرقی چھت میں تین صفیں ہیں۔ ان میں بھی ہر ایک صف میں ۲۸ ستون ہیں۔ لیکن وہاں درمیان میں ایک ستون کم ہے۔ اس کا علم ہمیں اس وقت ہوا جب حجرہ شریف کی اصلی حالت سے انکشاف ہوا۔ اس لئے کہ وہ ستون جو حجرہ کی شامی دیوار سے متصل ہے جو ظاہری دیوار کے اندر ہے۔ اس نا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عمارت کے متولّی نے اسے درمیانی صف کی دیوار میں داخل کر دیا تھا۔ اندرونی ستون جو دیوار کے اندر ہے۔ وہ اس کے بالمقابل تھا۔ ستونوں کی بنیاد کا تقاضا تھا کہ ہر جانب سے ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ اس طرح قبر مبارک کے چاروں طرف ستون ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ستون حجرہ شریف کے اندر آ گیا تھا۔ اس لیئے اس طرف سے اس ستون کی کمی ہو گئی۔ اور جس نے حجرہ شریف کے اندر سے زیارت نہیں کی وہ اسے معلوم نہیں کر سکا۔ اس طرح شرقی چھت کے تمام ستونوں کی تعداد دیوار قبلہ سے شامی دیوار تک ۸۴ ہوئی۔ اور باقی ان کے بعد قبلہ کی چھت میں ہیں جو صحن کے متوازی ہے۔ اس کی پانچ صفیں ہیں۔ ہر صف میں دس ستون ہیں۔ اسی طرح کل ۵۰ ستون ہوئے اور باقی ماندہ شامی چھت میں ہیں۔ اس کی بھی پانچ صفیں ہیں۔ اور اس کے ستونوں کی تعداد ۵۰ ہے۔ اس طرح تمام ستونوں کی تعداد بمع دیوارِ قبر مبارک کے ستونوں کے کل ۲۹۵ ہے۔ اور مغربی چھت کے آخر میں دو ستون ہیں۔ یہ اس تعداد میں شامل نہیں۔

آج کل مسجد کے ستونوں کی تعداد میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ قبلی چھت میں مسجد کے صحن کی جانب سے کچھ توسیع کی گئی ہے اور دو برآمدے بڑھائے گئے ہیں۔ اور شامی جانب سے ایک برآمدہ کم کیا گیا ہے۔ اس طرح دس ستونوں کا اور اضافہ ہو گیا۔ اور یہ ان ستونوں سے مستثنیٰ ہیں جو مسجد میں چبوترے کی چھت کے لیئے بنائے گئے تھے ...... یہ چبوترہ حجرہ شریف کے گنبد سے باب شامی کی جانب واقع ہے۔

آتشزدگی کے بعد نئی عمارت میں سے ایک ستون گر پڑا تھا۔ یہ ستون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّیٰ کے ستون اور محراب عثمان کے درمیان واقع تھا۔ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہاں پر بعض ستونوں کو بعض سے ملایا گیا۔ اور بعض ستونوں کو بڑے ستونوں میں تبدیل کیا گیا تھا۔ جس کی طرف اکیسویں فصل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور قبلی چھت کے ستونوں کے تبدیل کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور مسجد کے تمام ستون عمودی شکل کے تھے جیسا کہ ابن جبیرؒ نے بیان کیا ہے۔ یہ چھت سے ملے ہوئے تھے۔ گویا کہ یہ مضبوط ستون تھے۔ یہ تراشے ہوئے پتھر کے ٹکڑوں سے بنائے گئے تھے۔ ان پتھروں میں تراش کر سوراخ کئے گئے۔ پھر اس میں لوہے کی سلاخیں ڈالی گئیں اور خالی جگہ میں سکّہ ڈالا گیا۔ اور ایک پختہ اور سیدھا ستون بنایا گیا۔ اور اس کے اوپر ان بُجھ چونے کی سفیدی کی گئی اور اسے اس قدر چمکایا اور رگڑا گیا کہ سفید سنگِ مرمر کی طرح نظر آنے لگا۔

میں کہتا ہوں کہ قسی سے مراد آج جسے ہم "القناطر المعقودہ" یعنی ڈاٹ کہتے ہیں۔ لیکن برآمدے کے داخلی ستون تو وہ چھت سے متصل ہیں۔ ہاں دو ستون جو مسجد کی چھت کے پاس ہیں۔ دوسری دفعہ آتشزدگی کے بعد نئی عمارت قبلی جانب کی چھت، ان دو ستونوں کے مطابق تیار کی گئی۔

ابن نجار نے ان عقود کو طاقات (روشندان) سے تعبیر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے روشندان جو صحن کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ان میں قبلہ کی جانب ۱۱ ہیں اور شامی جانب ۱۱ ہیں۔ اور مشرق اور مغرب ہر ایک میں ۱۹ روشندان ہیں۔ اور دو روشندان کے درمیان ایک ستون ہے۔ اور بروشندانوں کے سروں پر لکڑی کا جنگلہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ مشرق اور مغرب کی جانب تو ابن زبالہ کی کلام کے عین مطابق ہے۔ لیکن قبلہ اور شام کی جانب مختلف ہے۔ کیونکہ اس نے بتایا کہ اس کے روشندان قبلہ کی جانب ۱۲ ہیں اور شام کی جانب ۱۲ ہیں۔ اور مشرق اور مغرب ہر ایک کی جانب ۱۸ میں ہیں۔ اس طرح یہ باسٹھ روشندان بنتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات اس وقت پوری ہو سکتی ہے جب کہ مغربی چھت کو تین برآمدوں میں تسلیم کیا جائے۔ جیسے مشرقی چھت ہے تو یہ روشندان جو قبلہ اور شام کی جانب ہیں ان کی تعداد ۲۱ ہو گی۔ اور جو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہ اس کے منافی ہو گا۔ تو صحیح بات وہی ہے جو ابن نجار نے بیان کی ہے۔

اور اس کے ڈاٹوں کی کل تعداد جو قبلہ اور شام کی جانب سے چبوترے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ابن نجار کے قول کے موافق گیارہ ہیں۔ ہاں البتہ مقصورہ کے شامی دروازے اور اس کی چھت نے ان ڈاٹوں میں سے ایک کو بند کر دیا ہے۔

لیکن مشرق اور مغرب میں ڈاٹوں کی تعداد ہر جہت سے ایک ایک کم ہو گئی ہے اس لئے کہ دو برآمدے اگلی جانب اور بڑھائے گئے ہیں۔ اور شامی جانب میں ایک برآمدہ کم کیا گیا ہے۔ اب تمام ڈاٹوں کی تعداد ہر جانب میں اٹھارہ ہو گئی۔

آج جو ڈاٹوں کے سروں پر جنگلات لگائے ہیں تو کچھ قبلہ کی جانب اور کچھ مشرقی جانب لگائے گئے ہیں۔ دوسری دفعہ آتشزدگی کے موقعہ پر یہ سب کچھ منہدم ہو گیا تھا۔

ابن زبالہ نے محمد بن اسماعیل سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا جمعہ کے روز لوگ مسجد میں نہیں سماتے تھے۔ چنانچہ بعض لوگ دار القضاء میں نماز ادا کرتے تھے۔

نیز ابن مکمل اور نخالین اور عاتکہ کے گھر میں نماز پڑھتے تھے۔ جب ۱۴۰ھ میں ابو جعفر منصور مدینہ منورہ میں آیا تو اس نے سائبان لگانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسجد کا صحن سائبان سے ڈھانپا گیا۔ اس کے نیچے ستون تھے جن کے سرے صحراؤں میں رہنے والے خیموں کے مانند تھے۔ اور ان میں ہوا اندر آتی اور باہر جاتی تھی۔ بسا اوقات یہ ستون انسانوں پر گر پڑتے تھے۔ اس لئے ان کو تبدیل کر دیا۔ اور حکم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ ان سے زیادہ مضبوط اور موٹے کپڑے کے خیمے لگائے جائیں اور رسیوں سے باندھے جائیں۔ چنانچہ جدہ سے کشتیوں کے رستے لائے گئے اور خیمے ان رسیوں سے باندھے گئے۔ اب ہر جمعہ کو یہ پردے صحن میں کئے جاتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو آرام میسّر ہو۔ حتیٰ کہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے بدھوار کو جب کہ جمادی الآخر کے دو دن باقی تھے۔ ۱۴۵ھ میں خروج کیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان رسیوں کو قطع کیا جائے۔ پھر ان سائبانوں کا رواج متروک ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہارون رشید کا زمانہ آیا۔ تو اس نے یہ خیمے لگوائے۔ اور بنوامیہ کے دور میں صحن پر کوئی پردہ نہیں کیا جاتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا رواج زمانۂ قدیم سے ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ لوگوں کی قلت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ کئی برآمدے بھی خالی پڑے رہتے ہیں۔

آج مسجد میں ایک پردہ ہے۔ جو شامی حجرہ کے قریب ہے۔ وہ مشرقی جانب کی ڈاٹ پر ڈالا جاتا ہے تاکہ مسجد کے خادم جو وہاں بیٹھتے ہیں۔ سورج کی گرمی سے محفوظ رہیں۔

یحییٰ اور ابن زبالہ نے کہا ہے کہ جب بارش کا پانی صحن میں زیادہ ہو جاتا تو اس سقیفہ میں پہنچ جاتا تھا جو قبلہ کی جانب تھا۔ اور اس کی طرف کنکر بہہ کر مسجد کے صحن میں چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اس نے قبلہ اور صحن کے درمیان ایک پتھروں کا بند بنا دیا۔

جو ستونوں کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہ مسجد کی غربی جانب سے شرقی جانب حضور اکرم کی قبر مبارک تک بنایا گیا۔ اب صحن کا پانی آگے جانے سے رک گیا۔ اور قبلہ کی کنکریاں صحن میں بہہ جانے سے رک گئیں۔ یحییٰ کی عبارت یہ ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ابو البختری نے پتھر لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پانی روکنے کے لئے ان سے بند بنایا گیا۔ اور ان کنکروں کو روکنے کے لئے جو قبر مبارک کے پاس تھے اور مسجد کے غربی جانب پڑے تھے۔ ایک مضبوط بند پتھروں کا باندھا گیا۔ یہ ستونوں کے ساتھ ساتھ بنایا گیا"

میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد کہ بند مذکور کے پتھروں کو ستونوں کے درمیان لگایا گیا۔ وہ ستون ہیں جو مسجد کے چبوترہ سے متصل تھے۔ یہ بند مشرق سے مغرب کی جانب باندھا گیا۔ اور مشرق کی جانب سے قبر کے مربعہ کا ستون پہلا تھا۔ اس لئے کہ وہ ستون وفود کی صف میں واقع تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ ستون مثمن تھا۔ اس کے اور مسجد کے غربی صحن کے درمیان آج کل دو ستون ہیں۔ جو دو برآمدوں کی توسیع سے بنے ہیں۔ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

یہ بند آج کل ناپید ہے۔ اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا ظاہر یہ بات ہے کہ یہ مسجد کے صحن میں گول ستونوں کے پاس تھا۔ جو مشرق سے مغرب کی جانب تھا۔ یہ پشتے کی مانند تھا۔ اس کے کچھ نشانات باقی تھے۔ جو کہ مسقف چبوترہ کے پاس تھے۔ لیکن یہ چبوترہ کے منہدم ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ اور قبلی چھت کا فرش صحن سے کچھ اونچا ہے۔ اب اس پر پانی نہیں پہنچتا۔ دوسری آتشزدگی کے بعد متولی عمارت کی جگہ مصلیٰ شریف کے برابر ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تو اب اس بات کی ضرورت ہوئی کہ مسجد کے چبوترہ کے پاس جو ستون ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ پتھروں کا ایک بند باندھا جائے [1]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۷۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد کی بدرروئیں

ابن زبالہ اور یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ:

"مسجد کے صحن میں چونسٹھ بدرروئیں ہیں۔ یہ بارش کا پانی نکالنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ ان پر پتھر کے ڈھکنے بنے ہوئے ہیں۔"

میں کہتا ہوں آج کل وہاں سوائے ایک بدررو کے کوئی نظر نہیں آتی۔ اس کے دو منہ ہیں۔ اور مسجد کی تجدید کے موقعہ پر جو دو پتھروں کا ذکر ہو چکا ہے وہ ان کے پاس ہے۔ ایک کا منہ قبلہ سے دونوں پتھروں کی جانب ہے اور دوسرے کا شام کی جانب سے ان کی طرف ہے۔ اور دونوں کا مرکز ایک ہی کنواں ہے۔ اور ان دونوں کے نیچے ایک جالی ہے تاکہ اس سے پانی گزر سکے۔ لیکن کنکر اس سے نہ گزر سکیں اس کے باوجود سابقہ عمارت جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس سے کافی کنکر اس میں گزر گئے تھے۔[1]

مسجد میں پانی پلانے کا انتظام

ابن زبالہ نے ذکر کیا ہے کہ:

"مسجد کے صحن میں انیس[19] مقامات پر پانی کا انتظام تھا۔ اور یہ ماہِ صفر ۱۹۹ھ کی بات ہے۔ ان میں سے تیرہ[13] خالصہ نے تیار کروائی تھیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

[1] وفاء الوفا جلد ۲ ص ۷۷۶

www.KitaboSunnat.com

اور سب سے پہلے اس نے یہ کام کیا۔ اور تین زید بربری نے بنوائی تھیں۔ یہ امیر المومنین کا غلام تھا۔ ایک ابی البختری وھب بن وھبہ نے بنوائی تھی۔ اور ایک شخص نے جو ہارون رشید کی ام ولد تھی تیار کی اور ایک جعفر بن ابی جعفر کی ام ولد سلسبیل نے بنوائی تھی۔"

ابن نجار نے مسجد میں پانی کے حوضوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ:

"اب مسجد کے وسط میں صرف ایک مقام پر پانی کا انتظام ہے اور اس میں ایک بڑا حوض ہے۔ وہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے جس میں چونہ وغیرہ لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس جانے کے لئے چار سیڑھیاں ہیں جو چاروں جانب ہیں۔ اور اس کے وسط میں ایک فوارہ ہے اس سے پانی بہتا رہتا ہے۔ یہ پانی ایک نہر سے آتا ہے۔ اور جب حج کا موسم ہوتا ہے اور حجاج کی آمد شروع ہوتی ہے تو اس حوض میں پانی بھر جاتا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد باقی سارا سال خالی پڑا رہتا ہے۔ یہ شام کے بعض امراء نے بنایا تھا۔ اس کا نام شامہ ہے۔ پھر خلیفہ ناصر الدین کی والدہ نے مسجد کے پچھلے حصے میں ایک بڑا حوض تیار کروایا۔ اس میں کئی خالی کمرے تھے۔ اور اس کے لئے کنواں کھودا گیا۔ اور اس کا دروازہ مسجد کی جانب بنایا گیا۔ یہ شامی دیوار میں تھا۔"

میں کہتا ہوں کہ ابن زبالہ کی کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ:

"پانی کے حوض سے مراد وہ ہے جو پینے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔"

لیکن ابن نجار کی کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے حوض سے مراد وہ ہے، جو وضو کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ خلیفہ ناصر دین کی والدہ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو کام کیا یعنی پانی کے حوض بنوائے تو وہ واضح ہے کہ اس سے مراد وہ ٹونٹیاں ہیں جن کا مسجد کی شامی دیوار میں دروازہ تھا۔ اور اس کا ایک اور دروازہ تھا جو کافی دیر سے بند ہو چکا ہے۔ اور وہ ظاہر ہے کہ وہ مغربی جانب میں مسجد کے متصل تھا۔ ابن فرحون نے بیان کیا ہے کہ :

"مسجد کے وسط میں ایک حوض تھا۔ اس میں نہر کا پانی ڈالا جاتا تھا یہ حوض شیخ الخدام نے اس وقت بنوایا تھا۔ اور اس پر اپنا کافی مال خرچ کر دیا۔ اس کا طول و عرض ۱۵×۱۵ تھا۔ اور اس کے درمیان میں پانی استعمال کرنے کی جگہ سنگ مرمر کی تیار کی۔ اور اس پر پانی کے ڈرا پر نصب کئے۔ اور مٹکے رکھوائے اور کوزے رکھے۔ اور اسے لکڑی اور کھجور کی شاخوں سے بند کیا۔ اور لوہے کا ایک ڈھکنا بنایا۔ یہ کئی سال تک ایسے ہی رہا۔ اب اس سے ازدحام ہونے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگی۔ جو آدمی اس میں وضو کرنے کے لئے داخل ہوتا۔ وہ بسا اوقات اس سے اپنی نجاست وغیرہ دور کرتا تھا۔ یعنی وہاں پر استنجا کرتا تھا۔ پھر حالت اس سے زیادہ بگڑ گئی اور اس میں برائی کا زیادہ اندیشہ ہوا۔ پھر اس نے اس فتنے کا ذکر کیا جو بعض خادموں کو بعض امراء لوگوں کے سبب وہاں پیش آیا۔ پھر اس نے کہا کہ جب اس کی برائی مصلحت پر غالب آ گئی تو قاضی شرف الدین السیوطی اور شیخ ظہیر الدین نے اسے زائل کر دیا۔"

لیکن وہ حوض جس کا ابن نجار نے ذکر کیا ہے وہ مطری کی کلام میں مذکور ہے۔ اور اس کی کلام اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس حوض کی نسبت ابن ابی ہیجاء کی طرف ہو کیونکہ اس نے ذکر کیا ہے جو عین زرقاء کے موقعہ پر آئے گا کہ ابن ابی ہیجاء نے ۵۶۰ کی حد میں سے ایک نالی نکالی اور اسے اسی چبوترہ سے ملا دیا جو مسجد کے پاس۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب السلام کی طرف واقع ہے۔ پھر اس نے کہا اس نے ایک چھوٹی سی نالی بنوائی جو مسجد کے صحن میں داخل ہوتی تھی۔ اور اس کے لئے ایک گھاٹ بنایا۔ اس پر ایک سیڑھی تھی۔ اس کی طرف پانی فوارہ سے نکلتا تھا۔ جسے ضرورت ہوتی وہ اس سے وضو کر لیتا تھا۔ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہونے لگی۔ کیونکہ لوگ مسجد میں استنجا کرنے لگے اور بعض لوگوں کی شرمگاہ برہنہ ہو جاتی تھی۔ اس لئے اسے بند کر دیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے اس سیڑھی کے نشانات مسجد کے صحن کے قریب دیکھے۔ آج مسجد میں ان حوضوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں۔ ہاں جو پانی پلانے کے لئے پھرتے ہیں، لوگ ان سے مخصوص اوقات میں پیتے ہیں۔ البتہ حرم کے خادموں کے لئے ہر وقت پانی موجود رہتا ہے۔ پھر جب سلطان اشرف نے مدرسہ بنوایا، جو باب الرحمۃ اور باب السلام کے مابین واقع ہے تو اس نے باب رحمت کے پاس سبیل لگوائی۔ اس میں ایک جالی بھی لگوائی۔[1]

مسجد کا سامان رکھنے کا انتظام

ایک الماری تو گنبد کے نیچے ہے جو صحنِ مسجد میں واقع ہے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس میں عموماً مسجد میں جلانے کے لئے تیل جمع کیا جاتا ہے۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ مصحف جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہیں رکھا ہوا ہے۔ اور چار مناروں کے سامنے بھی الماریاں ہیں۔ لیکن وہ الماریاں جو قبلی مناروں کے پاس ہیں وہ پہلے کی ہیں۔ اور شامی جانب کے دونوں مناروں کے

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۷۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس الماریاں نئی بنائی گئی ہیں۔

اسی لئے بدر بن فرحون نے کہا ہے کہ شامی جانب کے دو منار منہدم کرنے کے قابل ہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کا دروازہ اصل مناروں کے دروازوں کے سامنے آگیا ہے۔ اور ان دونوں دروازوں میں خالی جگہ رکھی ہوئی ہے۔ اس سے مسجد کا ایک حصہ منقطع ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کی حرمت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور مغرب کی جانب یعنی مغربی منارہ کے پاس ایک چھوٹا سا گودام ہے۔ اس میں خادم اپنے بستر وغیرہ رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات جو آدمی اعتکاف کرتا ہے تو وہیں اقامت کرتا ہے۔ اور اس کے نزدیک دو اور بڑی الماریاں ہیں۔ ان میں شیشے کی قندیلیں رکھی جاتی ہیں اور کچھ مسجد کے آلات رکھے جاتے ہیں۔ ان دونوں سے پہلی الماری میں میں نے اپنی کتابیں رکھی تھیں۔ اور مطالعہ کے لئے وہاں بیٹھتا تھا جب کہ اعتکاف کے لئے بیٹھا تھا۔ کیونکہ وہ مسجد میں شامل ہے۔ اور وہاں پر اقامت کرنے کے لئے مجھے ایک خاص سبب ہوا تھا۔ جس کے ذکر کا اب موقعہ نہیں۔

اور مشرق کی جانب ایک منارہ ہے جو سنجاریہ کے نام سے مشہور ہے اس کے پاس کچھ خالی جگہ پڑی ہے۔ اس میں خادموں کے بستر ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاس دو الماریاں ہیں۔ ایک تو اس آدمی کے اختیار میں ہوتی ہے جس کی دریاں بچھانے کی باری ہوتی ہے۔ اس میں مسجد کے فانوس وغیرہ رکھتا ہے۔ اور دوسری بھی مسجد کے خادموں کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ اور مشرقی جانب بابِ جبریل اور باب النساء کے درمیان ایک الماری ہے۔ جس میں خادم پینے کا پانی رکھتے ہیں۔ اور اپنے بستر ے اور دیگر سامان رکھتے ہیں۔ اور ابن جبیر رح کی کلام میں بھی ان کا ذکر ہے۔ جب کہ اس نے کہا کہ مشرقی جانب ایک لکڑی کا گھر بنا ہوا ہے اور وہ مسجد کے بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محافظین کیلئے رات کو آرام کرنے کی جگہ ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے مجاور حبش اور سسلی کے نوجوان ہیں۔ جو صاحبِ عقل ہیں اور صاف ستھرے لباس میں رہتے ہیں اور مذکورہ بیت المال کے پاس ایک صندوق رکھا ہوا ہے۔ اس میں ہر رات جلانے کا تیل رکھا ہوا ہوتا ہے۔

اور مسجد کی غربی جانب بابِ رحمت اور باب السّلام کے درمیان ایک بیت المال ہے۔ اس میں چونہ رکھا جاتا ہے۔ یہ دروازہ ابو بکر کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ وہ اس کے سامنے ہے۔ جب مسجد میں توسیع کی گئی تو وہاں پر ایک چھوٹی سی کھڑکی مسجد میں رکھی گئی جو پہلی کھڑکی کے بالمقابل تھی۔ مدرسہ اشرفیہ کی تعمیر کے وقت اس کے تین دروازے بنائے گئے۔ جب آپ باب السلام سے اندر داخل ہوں گے تو یہ کھڑکی کا مقام تیسرے دروازے کے پاس آپ کے بائیں جانب ہوگا۔[1]

مسجد کی قندیلیں

ابن زبالہ نے مسجد کی قندیلیں ۲۹۰ لکھی ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں ان کی کل تعداد ۲۵۶ ہے۔ یہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ اور تقریباً سو قندیلیں ایسی ہیں جو بعض مخصوص اوقات میں جلائی جاتی ہیں۔ اور ہر ڈاٹ پر جو مسجد کے صحن کے اگلے حصے میں ہے تین قندیلیں لگاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک قندیل پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خصوصاً جب تیل کی کمی ہوتی ہے[1] تو ایسا کرتے ہیں۔ اور دوسری آتشزدگی کے بعد قندیلوں کو لٹکانے کے لئے بہت سی زنجیریں تیار کی گئی تھیں۔ اور مسجد کے صحن میں چار مشعل ہیں۔ دو قبلہ کی جانب اور دو شام کی جانب ہیں اور ہر ایک ستون کی مانند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک بڑا چراغ ہے جو زیارت کی مشہور راتوں میں جلتا رہتا ہے اور مجھے کوئی علم نہیں کہ یہ کب شروع ہوا۔ اور روضہ اور اس کے ارد گرد زیادہ روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ خصوصاً ستائیس رمضان المبارک کو خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور ہر رات اس میں چالیس کے قریب شمع جلاتے ہیں۔ اور وہ ان بڑے شمعدانوں پر رکھتے ہیں۔ جو روضہ شریف کے پاس ہیں۔ اور منبر کے غربی جانب ہیں۔ بعض محراب میں واقع ہیں۔ جن کا ذکر ابھی آئے گا۔ اور مسجد کے چھ فانوس ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد خادم ان کو لے کر مسجد میں چکر لگاتے ہیں۔ اور لوگوں کو مسجد سے باہر نکال کر دروازے بند کر دیتے ہیں۔ اور یہ صرف ان خادموں کے پاس ہوتے ہیں جن کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔

بدر بن فرحون نے شیخ الخدام حریری کا ذکر کیا ہے کہ اس کی اچھی نیکیوں میں سے ہے کہ اس نے کھجور کی شاخوں کی مشعل بنانے کے بجائے فانوس بنایا۔ جس کو لے کر آج تمام رات خادم گھومتے پھرتے ہیں۔ حریری کے زمانہ سے پہلے خادم اور دریاں بچھانے والے کھجور کی شاخ کو جلا کر لئے پھرتے تھے اور چکر لگاتے پھرتے تھے۔ آج اس کی جگہ فانوس تیار ہو گئے ہیں۔ وہ کھجور کی شاخوں کو جلا کر بھاگے پھرتے تھے۔ جب باب النساء پر پہنچتے تھے۔ تو عورتوں کو وہاں سے نکالتے تھے اور جلدی اندھیرا ہونے کی وجہ سے بعض راستہ بھول جاتی تھیں۔ اس سے مسجد

---

[1] اب یہاں پر بجلی کے قمقموں سے مسجد رات کو بقعۂ نور نظر آتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیاہ ہو جاتی اور دروازہ بھی سیاہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ بدیہی طور پر نقصان دہ تھی۔ اس لئے اس نے فانوس کا حکم دیا[1]

مسجد کے آئمہ

مسجد نبوی کا ہمیشہ ایک ہی امام رہا ہے۔ وہ مقام النبی پر کھڑا ہو کر امامت کرتا تھا۔ اور حج کے موسم میں محراب عثمانی میں کھڑا ہو کر امامت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اشرف اینال کے عہد حکومت میں طوغان۔ نے احناف کے لئے ایک علیحدہ امام مقرر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اہل مدینہ نے اس کی اس کوشش کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ اور حکومت مصر کے جمال الدین یوسف نے اہل مدینہ کی پوری پوری اعانت کی۔ لیکن جب وہ فوت ہو گیا تو طوغان نے پھر کوشش کی۔ چنانچہ ۸۶۰ھ[2] میں اس کی کوشش بارآور ہوئی اور ہمارے زمانہ تک یہی حال رہا۔ محراب نبوی کے امام کے بعد پانچوں نمازیں پڑھاتا تھا۔ اور وہ امام شافعیوں کا تھا۔ ہاں البتہ تراویح کی نماز دونوں اکٹھے پڑھاتے تھے۔ اور یہ رواج مکہ شریف سے مدینہ منورہ پہنچا۔

زرکشی نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت کا امام بدعتی تھا۔ تو بدیں وجہ لوگ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے۔ اور اپنے اپنے نئے امام مقرر کئے۔ اور کافی عرصہ تک یہ کام جاری رہا۔ اسی طرح بیت المقدس اور جامع مصر

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۸۲

[2] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۸۳ حاشیہ پر مذکور ہے کہ تاریخ مذکور غیر مناسب ہے۔ غالباً ۸۹۰ھ کا واقعہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بھی یہی رواج جاری ہوگیا۔

اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "دفع التعرض والانکار لبسط روضۃ المختار" میں پوری وضاحت کی ہے[1]

مسجد کی دیواروں کا عرض

(یہ ایک بے معنی عنوان تھا اس لئے اس کا ترجمہ ترک کر دیا گیا۔ مترجم)

ابن زبالہ اور یحیٰی نے کہا ہے کہ مغربی دیوار کا عرض دو ہاتھ سے کچھ کم ہے اور مشرقی دیوار کا عرض دو ہاتھ اور چار انگشت ہے۔ یہ اس لئے زیادہ کیا کہ سیلاب اس طرف سے آتا تھا۔

مسجد نبوی کی زیارت اور مجاورت کے آداب

ان میں سے بعض تو آداب سفر کے متعلق ہیں۔ جیسا کہ استخارہ اور توبہ کرنا اور رزق حلال تلاش کرنا اور وصیت کرنا۔ اور خویش واقرباء کو راضی کرنا اور نان ونفقہ کا گھر میں انتظام کرنا اور اپنے لئے بافراغت زادِ راہ کا انتظام کرنا۔ اور رفیق سفر سے حسن سلوک اختیار کرنا۔ اور اہل خانہ اور برادری کا وداع کرنا۔ اور ان سے دُعا کی التماس کرنا۔ اور گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت ادا کرنا۔ اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی اور سورۂ ایلاف کا پڑھنا۔ پھر دُعا کرنا اور اپنے جملہ امور میں اللہ تعالٰی کی اعانت

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۸۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مدد کا سوال کرنا وغیرہ۔ اور یہ دعا کرنا۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل۔ اللھم انی اعوذبك من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب۔ اللھم اقبض لنا الارض وھون علینا السفر۔

الٰہی! تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے گھر میں تو ہی میرا جانشین ہے۔ الٰہی! میں سفر کی مصائب اور بُرے منظر اور بُرے لوٹنے سے پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی! زمین ہمارے لئے لپیٹ دے اور سفر کو آسان بنا دے۔"

جب سفر کے لئے چلے تو یہ دعا کرے۔

اللھم بك انتشرت، والیك توجھت وبك اعتصمت اللھم انت ثقتی وانت رجائی۔ اللھم اکفنی ما اھمنی وما لا اھتم له وما انت اعلم بہ منی۔ اللھم زودنی التقوی واغفرلی ذنبی ووجھنی للخیر حیثما توجھت [1]

الٰہی! میں تیری مدد سے اٹھا ہوں، اور تیری طرف متوجّہ ہوا ہوں اور تیرے دین کو مضبوطی سے تھاما ہے۔ الٰہی! تو ہی میرے بھروسے کی جگہ ہے اور تو ہی میری امید ہے۔ الٰہی! جو مجھ پر پریشانیاں ہیں، ان میں تو ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس کام میں تو ہی کفایت کرنیوالا ہے جس کا میں اہتمام نہیں کر سکتا، اور جو تو مجھ سے جانتا ہے۔ الٰہی! مجھے تقوےٰ زیادہ عنایت کر، اور میرے گناہ کو معاف فرما۔ اور جہاں بھی میں جاؤں میرے لئے بھلائی کو متوجّہ کر۔"

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۱۳۵۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جب گھر سے نکلے تو حسبِ توفیق صدقہ خیرات کرنا مستحب ہے اور ایسا رفیقِ سفر تلاش کرے جو نیکیوں میں اس کی موافقت کرنے والا ہو۔ جسے نیکی کا شوق ہو اور برائی سے نفرت ہو۔ اگر کسی موقعہ پر وہ بھول جائے تو اسے یاد کرائے اگر یاد کرے تو اس کی اعانت کرے وغیرہ۔

آدابِ سفر میں یہ بھی ہے کہ نیّت خالص ہو۔ کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیّت پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل کرنا مقصود ہو۔ اور اس تقرب کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کے سفر کا ارادہ کرے۔ اور اس کی طرف کوچ کرے۔ اور اس میں نماز پڑھنے کی نیّت کرے۔ جیسا کہ ہمارے علماء ...... ابن صلاحؒ اور نوویؒ وغیرہ نے کہا ہے۔ ابن صلاحؒ کہتے ہیں کہ اس سے آپ کی زیارت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شیخ الحنفیہ کمال بن ہمامؒ نے اپنے مشائخ سے بیان کیا ہے کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد کی زیارت کی بھی نیّت کرے۔"

پھر اس نے کہا ہے کہ:

"بہتر یہ ہے کہ صرف قبر مبارک کی زیارت مقصود ہو۔ پھر اگر اسے موقعہ ملے اور مسجد کی زیارت کے لئے آئے یا اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوسری مرتبہ قبر مبارک کی زیارت نصیب ہو تو دونوں کی نیّت کرے۔ اس لئے کہ اس طرح آپ کی عزّت اور تکریم کا اضافہ مقصود ہے۔"

اور تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق عمل ہو کہ:

لاتحمله حاجة الازيارتي"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کا قصد کرنے کی بھی ترغیب دی ہے تو اس کے امتثال میں بھی تعظیم ہے۔

اور مستحب یہ ہے کہ وہاں جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلوٰۃ اور سلام پڑھے۔ اور اگر ممکن ہو تو قرآن پاک ختم کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں پر صدقہ خیرات کرے اور دیگر ایسے کام کرے جو زائر کے لئے مستحب ہیں ہر کام میں سب سے اوّل اللہ تعالیٰ کا تقرب مقصود ہو تاکہ اسے ثواب حاصل ہو۔ کیونکہ مومن کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے حیا کرتا ہوا برائی سے بچنے کی نیت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ہمیشہ شوق رکھے۔ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کے لئے کوشاں رہے۔ آپ کی ملاقات کا شوق اور وہاں پر پہنچنے کی طلب میں رہنا ایمان کی نشانی ہے۔ اور قیامت کے دن امن وامان کے لئے سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ شوق اور عشق و محبّت کا اظہار کرے۔

جب گھر سے نکلے تو یہ دعا کرے: بسم اللہ وتوکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اللّٰھم الیک خرجت وانت اخرجتنی۔ اللّٰھم سلمنی وسلم منی وردنی سالما الی بیتی کما اخرجتنی۔ اللّٰھم انی اعوذبک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجھل او یجھل علی عزجارک وجل ثناءک وتبارک اسمک ولا الہ غیرک[1]

اور اسی طرح جو مسجد کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اس کے لئے بھی یہ دعا کرنا

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۴ ص ۱۳۸۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستحب ہے۔

سفر میں کثرت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام پڑھے بلکہ فراغت کے اوقات میں اسی کام میں مشغول رہے۔

راستہ میں جو ساجد آئیں اور ایسے آثار آئیں جو آپ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی زیارت کرے اور ان میں نماز پڑھے۔

جب حرم مدنی کے قریب پہنچے اور اس کے پہاڑ اور ٹیلے دیکھے تو خشوع خضوع سے وظائف میں مشغول ہو جائے اور خوشی محسوس کرے۔ اگر سواری پر ہو تو سواری کو مہمیز لگا کر تیز کرے یا اونٹ پر ہو تو مدینہ شریف کی خوشی میں اسے تیز دوڑائے اور اس وقت صلوٰۃ اور سلام میں کثرت سے مشغول ہو جائے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک نظر آئے تو پیدل چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ وفد عبدالقیس نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے تھے۔ اور آپ نے اسے برا نہیں سمجھا۔ اور آپ کی رحلت کے بعد بھی آپ کی تعظیم کرنا زندگی کی طرح واجب ہے۔

ابو سلیمان داؤد مالکی نے "انتصار" میں لکھا ہے کہ:

"ان اشخاص کے لئے جو ایسا کر سکتے ہوں ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کے سامنے تواضع کا اظہار ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور بزرگی کا اظہار کیا جاتا ہے[1]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد سے وداع ہونے کے آداب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی میں دو رکعت پڑھ کر وہاں سے وداع ہوئے اور نووی وغیرہ کی کلام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وداع ہونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی جائے۔ ابو سلیمان داؤد شاذلی مالکی نے اپنی کتاب "الانتصار" میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان کا دارومدار ابن عساکر کی حضرت انسؓ کی اس حدیث پر ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا ینزل منزلا الا ودعہ برکعتین[1]

اور وداع ہوتے وقت سامنے کی طرف پھرے اور اُلٹے پاؤں پیچھے کی جانب مت جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی سے درد اور غم محسوس کرے۔ اور وہاں سے جانے کا اُسے رنج ہو۔ وہاں پر عاشقوں کے تو آنسو بہتے ہیں اور عشق کے اظہار میں ان کے لیے لمبے سانس نکلتے ہیں۔

اور جاتے وقت وہاں سے اپنے اہل وعیال اور احباب کے لیے کوئی تحفہ لے کر جائے۔ خصوصاً مدینہ منورہ کے پھل اور کنویں کا پانی وغیرہ۔ حرم مدنی کی مٹی ساتھ مت لے جائے اور نہ ہی کسی گڑھا سے مٹی لے جانے کی کوشش کرے۔ نووی رح کہتے ہیں کہ اسی طرح مٹی اور پتھر کے کھلونے وغیرہ لے جانا جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حرم کے متعلق سب کچھ واضح طور پر ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے تحفہ لے جانے کے متعلق بیان کیا ہے۔ انہوں نے دار قطنی کی ایک

---

[1] وفا الوفار جلد ۴ ص ۱۴۱۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضعیف حدیث سے استدلال پکڑا ہے: اذا سافر احدکم فلیھد الی اھلہ ولیطرفھم ولو کانت حجارۃ [1]

جب تم میں سے کوئی سفر کرے تو اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی تحفہ لائے۔ اور کوئی نئی چیز خریدے خواہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔"

امام غزالی رحمۃ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگوں کو اس سے بہت رغبت ہوتی ہے اور خاص کر اولاد کو سب سے زیادہ رغبت ہوتی ہے۔

اور جب مدینہ شریف سے نکلے تو صدقہ خیرات کرے۔ اور تقویٰ پر پختہ رہنے کی نیت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تیاری کرے۔ اور یوم جزا کی تیاری کرے.......کیونکہ صحت کے بعد مرض کا لوٹنا نہایت مضر ہوتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اس کی حفاظت کرے۔ اور خیانت کرنے والا اور گنہگار بننے کی کوشش نہ کرے۔ جو آدمی وعدہ توڑتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اور وفادار آدمی وعدہ پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عنایت فرمائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس مزار (روضۂ رسول) کی زیارت کا شوق رکھے۔ اور ان عظیم الشان آثار کے مشاہدہ کے لئے بیتاب رہے۔ اور دل ہمیشہ انہیں دیار سے وابستہ رکھے۔ اس کے متعلق خبریں اور اشعار پڑھ کر اور سن کر اپنے شوق و ذوق کو تیز کرتا رہے [2]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۴ ص ۱۴۱۸

[2] ؍؍ ؍؍ ص ۱۴۱۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

الٰہی! تو ہمیں اپنی حفاظت اور اپنی امان میں رکھ۔ اور ہم پر اپنی سخاوت اور احسانات فرما۔ اور دونوں جہانوں میں اپنے حبیب کا پڑوس نصیب کر، اور حضور اکرم کی سنّت کی ایسی اتباع کی توفیق بخش جس سے آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہو۔ اور ہمارے دل ہدایت پر ثابت رکھ۔ اور ٹیڑھا پن اور ہلاکت سے محفوظ رکھ۔ اور فتنے اور مصائب سے نجات دے۔ اور اس دنیا کی کدورتوں سے ہمیں خالص کر۔ جو تو نے ہمیں حکم دیا ہے اس پر قولاً و فعلاً پختہ رکھنے کی توفیق عنایت کر۔ اور ہماری توبہ قبول فرما تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور اپنی سخاوت اور کرم سے ہم سے چشم پوشی فرما۔ تو سخی اور کریم ہے۔ اور ہمارے والدین اور مشائخ اور ہمارے دوستوں اور تمام مسلمانوں سے بھی ایسا سلوک کر۔ خصوصًا جو اس کتاب میں مشغول رہا۔ اور طالب علموں کو اس کے پڑھنے کی ترغیب عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ میرے خالص عمل کو اپنے لئے خاص کرے۔ تاکہ جنّتِ نعیم میں پہنچنے کا باعث بنے اور حاسدوں سے محفوظ رکھے، اور کراماً کاتبین سے ملائے۔ چوروں سے محفوظ رکھے اور جلنے سے سلامت رکھے۔ آمین

ختم شد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

قبر مبارک کی حفاظت

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

واللہ یعصمک من الناس (المائدہ)

یعنی لوگوں کی شر سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔"

جب آپ قیدِ حیات میں تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ اور آپ کو قتل کرنے میں ناکام رہے۔ اسی طرح دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ کے جسدِ مبارک کی پوری پوری حفاظت کی۔

چنانچہ ۵۵۷ھ کی بات ہے کہ سلطان نورالدین محمود بن زنگیؒ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے دو سُرخ رنگ کے آدمیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

"مجھے ان سے بچاؤ۔"

دوبارہ پھر آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پھر مذکورہ آدمیوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

"مجھے ان سے بچاؤ۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر تیسری مرتبہ زیارت ہوئی اور بعالبقہ بات کو پھر دھرایا۔

اس نے اسی وقت اپنے وزیر کو بلا کر تمام ماجرا کہہ سنایا۔ پھر انہوں نے مدینہ منورہ پہنچنے کے لئے کچھ سامانِ سفر لیا اور تیز رفتار سواریوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف گامزن ہوئے۔ یہ کل بیس آدمی تھے۔ شاہی خزانہ کا کافی مال و دولت ان کے پاس تھا۔ سولہ دن میں تمام سفر طے کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں جا کر مسجد نبوی اور روضۂ مطہرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام اہل مدینہ میرے پاس حاضر ہوں اور مال و دولت لے جائیں۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ ہر ایک آدمی اپنا نام لکھواتا اور شاہ سے کچھ مال لے کر چلا جاتا۔ بادشاہ ہر انسان کے چہرے کے خد و خال بنظر غائر دیکھتا تھا۔ حتیٰ کہ تمام اہل مدینہ بادشاہ سے انعام لے کر واپس چلے گئے۔ لیکن ان آدمیوں کی سراغرسانی نہ ہو سکی۔

پھر بادشاہ نے پوچھا کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟ لوگوں نے جواب دیا اہل مدینہ تو تمام آچکے ہیں۔ ہاں البتہ شہر سے باہر دو آدمی رہتے ہیں وہ نہیں آئے۔ نہایت صالح اور پاک طینت انسان ہیں۔ وہ کسی مغربی علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ ہر آنے والے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ ان کے متعلق تو کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

شاہ نے ان کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے۔ پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم شہر سے باہر ایک جگہ پر سکونت پذیر ہیں۔ بادشاہ ان کو ساتھ لے کر ان کی قیامگاہ پر گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ بس دو خیمے ہیں۔ ان میں کچھ کتابیں پڑی ہیں۔ اور کچھ سیم و زر کی تھیلیاں ہیں۔ اہلِ مدینہ نے ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے اور کہا یہ تو فرشتہ صفت انسان ہیں۔ لیکن بادشاہ کی متجسسانہ نگاہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطمئن نہ ہوئیں بلکہ مسلسل جستجو جاری رکھی۔ اچانک بادشاہ کو ایک چٹائی پڑی دکھائی دی۔ اس نے اسے اُوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے نیچے ایک سرنگ ہے جو حجرہ شریف کی جانب کھودی ہوئی ہے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر لوگ کانپ اُٹھے۔ بادشاہ نے ان سے کہا سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ مگر انہوں نے کچھ نہ بتایا۔ بالآخر جلّاد کو حکم دیا کہ انہیں سختی سے مارا پیٹا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مار پٹائی کے بعد اپنی مذموم حرکت کا اعتراف کیا اور بتایا کہ ہم تو عیسائی ہیں۔ ہم نے فرضی طور پر مسلمانوں کا روپ دھارا ہوا ہے۔ ہمیں ایک عیسائی بادشاہ نے یہاں بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم حج کا بہانہ بنا کر حاجیوں کے ایک گروہ کے ساتھ یہاں پہنچے ہیں۔ ہمیں کافی مال و دولت دیا گیا تاکہ ہم کسی مکر و فریب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک تک پہنچ جائیں، اور آپ کے جسدِ اطہر کو اٹھا کر لے جائیں۔ اس لئے ہم مدینہ کے قرب و جوار میں سکونت پذیر ہیں۔ پھر ہم نے رات کے اندھیرے میں سرنگ کی کھدائی کا کام شروع کر دیا۔ ہمارے پاس چمڑے کے دو تھیلے تھے۔ سرنگ کی کھدائی سے جو مٹی نکلتی تھی وہ ان تھیلوں میں ڈال کر جنت البقیع کی زیارت کے بہانے وہاں جا کر پھینک دیتے تھے۔ جب ہماری سرنگ حجرہ شریف کے بالکل قریب پہنچ گئی تو بادل زور سے گرجا اور بجلی کوندی اور عظیم بھونچال آیا۔ اسی رات صبح کو بادشاہ وہاں پہنچا۔

ان کی باتیں سن کر بادشاہ زار و زار رونے لگا اور حکم دیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ چنانچہ حجرہ شریف کے ساتھ جو جنگلہ ہے۔ اس کے پاس ان کو قتل کیا گیا۔ مسطری کی روایت کے مطابق مارنے کے بعد ان کی لاشیں جلا دی گئیں۔

پھر شاہ صاحب نے حکم دیا کہ سکّہ لاؤ۔ اور حجرہ شریف کے چاروں طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحت الثریٰ تک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ پھر سکہ ڈھال کر اس میں ڈالا گیا اور اس سے یہ خندق بھر دی گئی۔ تو اب زمین کی پشت سے لے کر پانی تک سکہ کی دیوار بنی ہوئی ہے جو ایک نہایت مضبوط دیوار ہے[1]

صاحبین کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کی پوری پوری نگہداشت کی ہے اور کوئی اسے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسی طرح آپ کے دونوں پیارے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ کی بھی اس نے حفاظت کی۔

چنانچہ محب طبری نے ہارون سے بیان کیا ہے اس نے اپنے باپ یہ شیخ عمر بن زعب سے بیان کیا ہے۔ اس نے تبلایا کہ میں آج ایک عجیب و غریب واقعہ سُنانا چاہتا ہوں۔ آپ ذرا ادھر توجہ مبذول کریں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں مدینہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کا شیخ تھا۔ وہاں پر شمس الدین صواب للحطی بھی موجود تھا۔ اور میرے اور اس کے درمیان محبت تھی۔

میرا ایک دوست تھا جو بادشاہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور اس کے دربار کی خبریں مجھے دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا آج ایک عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔

حلب سے کچھ لوگ آئے ہیں انہوں نے امیر کو کچھ مال و دولت دے کر

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲۱۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خونش کر لیا ہے ۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو نکالنا چاہتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد امیر کا پیغام لے کر ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو امیر صاحب نے یاد کیا ہے ۔ چنانچہ میں اس کے پاس چلا گیا ۔ وہ مجھے کہنے لگا صواب دیکھو! آج رات کچھ لوگ مسجد میں آئیں گے ۔ آپ ان کے لئے دروازہ کھول دیں ۔ جو کچھ کرنا چاہیں آپ ان کے کام میں مداخلت نہ کریں ۔ اور ان کے کسی کام پر نکتہ چینی نہ کریں ۔ میں نے کہا اچھا حضور!

اس کے بعد حجرہ شریف کی پچھلی جانب بیٹھ کر آنکھوں سے آنسوؤں کے ہار پرونے لگا ۔ عشاء کی نماز تک گریہ زاری میں مشغول رہا ۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ کر تمام دروازے بند کر دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد کسی نے باب السلام پر دستک دی ۔ میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا ایک گروہ عظیم یہاں پر جمع ہے وہ یکے بعد دیگرے اندر آنے لگے ۔ ان کے ہاتھوں میں کدال اور دیگر آلات کھدائی تھے ۔ وہ کل چالیس افراد تھے ۔ وہ سیدھے حجرہ شریف کی طرف چلے ۔ لیکن بخدا! ابھی تک منبر کے پاس نہ پہنچنے نہ پائے تھے کہ ان کو زمین نے نگل لیا ۔ اور ان کا سامان بھی ان کے ساتھ نگل لیا ۔

امیر نے کچھ دیر تک ان کی خبر کا انتظار کیا ۔ پھر مجھے بلا بھیجا ۔ پوچھا اے صواب تمہارے پاس کوئی آدمی نہیں آئے ؟ میں نے جواب دیا ہاں آئے تھے ۔ لیکن ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یعنی زمین میں دھنس گئے ۔

امیر مجھے کہنے لگا دیکھو! کیا بات کہہ رہے ہو میں نے جواب دیا میں بالکل صحیح بات بیان کرتا ہوں ۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو آکر دیکھ لیں کہ کیا ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا کوئی نشان باقی ہے[1]

علامہ سمہودی نے حجرہ مبارک اور دیگر مقامات کا نقشہ پیش کیا ہے وہ حسب ذیل ہے

نقشہ حجرہ مبارک

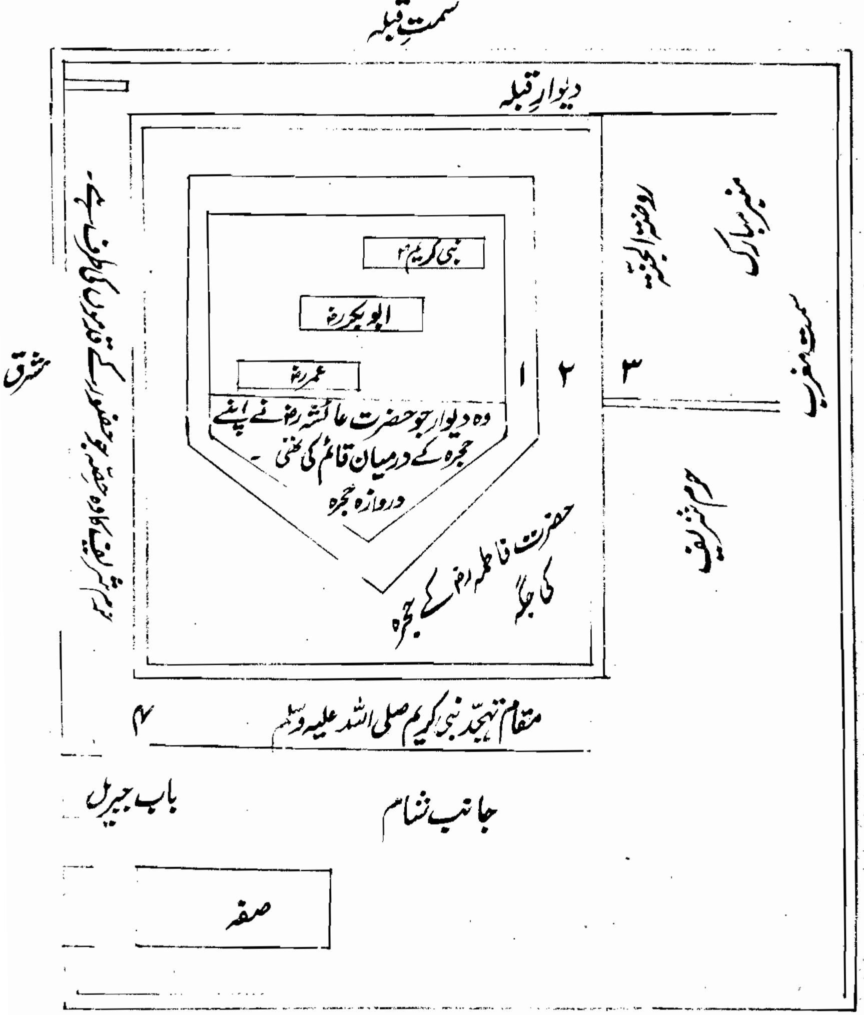

[1] خلاصۃ الوفا ص ۱۳۶/۲ جلد ۲ ص ۶۵۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ احاطہ اصل حجرۂ مبارک جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

۲۔ وہ احاطہ جو قبورِ ثلاثہ کے اردگرد عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنایا

۳۔ جالی جو احاطۂ قبور کے چاروں طرف ہے۔

۴۔ ازواجِ مطہرات کے دوسرے حجروں کی جگہ جو ولید بن عبدالملک نے توسیعِ حرم کے وقت میں مسجد میں داخل کی۔

ایک عیسائی معمار کا ناپاک عزم

ولید بن عبدالملک اموی خلیفہ نے اپنے عہد حکومت میں روم کے عیسائی بادشاہ کی طرف خط لکھا کہ ہم سرورِ کائنات کی مسجد کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس لئے کچھ کاریگر اور سنگِ مرمر بھیج کر ہماری امداد کرے۔ چنانچہ اس نے کچھ سنگِ مرمر اور بیس سے زائد کاریگر اور اسی ہزار دینار کی رقم ارسال کی۔ بعض روایات میں کاریگروں اور نقدی کی رقم میں کم و بیش کا ذکر بھی آیا ہے۔

جب مذکورہ رقم اور کاریگر وہاں پہنچ گئے تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ۹۱ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کر دیا۔ اور معماروں اور مزدوروں کو مسجد کی تعمیر پر لگا دیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ مسلمان معمار کچھ آرام کرنے کے لئے مسجد سے باہر بیٹھ گئے اور صرف چند عیسائی معمار مسجد میں رہ گئے۔

ان میں سے ایک خبیث کہنے لگا کہ میں مسلمانوں کے نبی کی قبر پر پیشاب کرتا ہوں۔ اس کے ساتھیوں نے اسے روکا اور کہا یہ بات نامناسب ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم مسلمانوں کے نبی کی قبر پر پیشاب کریں۔ لیکن وہ خبیث اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور اپنے ناپاک عزم سے باز نہ آیا۔ چنانچہ جب اس نے قبر پر آنے کا ارادہ کیا تو اسے غیبی طاقت نے ٹانگوں سے پکڑ کر سر کے بل الٹا کر کے زمین پر پھینک دیا۔ جس سے اس کا دماغ پھٹ گیا اور ہلاک ہوگیا اس واقعہ کو دیکھ کر کئی عیسائی مسلمان ہو گئے[1]

ایک اور عیسائی معمار کی شرارت

یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے قدیمی دشمن ہیں۔ ان کی دشمنی ان کے اقوال و افعال سے واضح ہے اور جو بغض و عناد ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔

انہیں عیسائی معماروں میں سے ایک معمار کو شرارت سوجھی اس نے بیل بوٹے کا کام مسجد میں کرتے ہوئے۔ قبلہ کی دیوار میں پانچ جگہ پر خنزیر کی صورت بنا دی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اسے بلا کر حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ چنانچہ اس کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

اس واقعہ کو دیکھ کر بعض عیسائی کہنے لگے کہ ہم نے تو اس میں جنت کے درختوں کی تصویریں بنائی تھیں[2] مسلمان تو خواہ مخواہ ناراض ہو گئے ہیں۔

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۵۱۹

[2] " " "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کے عناد کا ایک اور واقعہ

جب ۸۸۶ھ میں مسجد نبوی پر آسمان سے بجلی گری اور اس سے مسجد کی چھت مینار اور گنبد خضراء کا کچھ حصہ جل گیا تو مسلمانوں کو اس کا بے حد رنج و ملال ہوا لیکن اس کے برعکس عیسائیوں نے اس روز خوشی کے شادیانے بجائے اور گھر گھر مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

چنانچہ جب روڈس کے عیسائیوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ خوشی میں پھولے نہ سمائے۔ عمدہ اور خوبصورت لباس زیب تن کیا، ناقوس بجائے۔ گویا ان کے لئے یہ عید اور خوشی کا دن تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ حرکت ناگوار گزری اور فوراً اسی ہی دن ایک زلزلۂ عظیم آیا جس سے شہر کی فصیل، گرجا اور بے شمار مکانات زمین بوس ہوئے۔ اور لاکھوں جانیں تلف ہوئیں۔ اور یہ زلزلے کئی دن تک آتے رہے۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ وہاں سے منتقل ہونے پر مجبور ہوئے اور پھر باقی ماندہ جو دیواروں وغیرہ کے نیچے آکر ہلاک ہو گئے۔ ان کی نعشیں کئی روز تک نکالتے رہے۔[1]

مسجد نبوی کے دروازے

مسجد نبوی کے دروازوں کے متعلق مختلف روایات مذکور ہیں۔ کسی میں دس اور

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی میں بیس اور کسی میں چوبیس کا ذکر ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی زمانہ میں زیادہ رکھے گئے اور کسی زمانہ میں کچھ دروازے بند کئے گئے۔ اور بعض دروازوں کے دو دو اور تین تین نام تھے۔ بہرحال ہم ان دروازوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کے نام مورخین نے بتلائے ہیں۔ ان کی کل تعداد حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کو ملا کر بیس تک پہنچ جاتی ہے۔

۱۔ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دروازہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے بالمقابل تھا۔ اس لئے اسے باب النبیؐ سے موسوم کیا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس دروازے سے نبی پاکؐ داخل ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں تو اس کا وجود ہی نہیں تھا۔ جب شرقی جانب دیوار بنائی گئی تو یہ بند کر دیا گیا۔ اور وہاں پر ایک روشندان بنایا گیا۔ تاکہ وہاں سے حجرہ شریف کی زیارت کی جائے۔

۲۔ باب علیؓ

یہ ان کے گھر کے بالمقابل تھا۔ یہ بھی جب نئی دیوار کی گئی تو بند کر دیا گیا۔

۳۔ باب عثمانؓ یا باب جبریلؑ

یہ وہ دروازہ ہے جو اس دروازے کے سامنے ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے۔

لہ وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۶۳۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ باب ریطہ (باب النساء)

عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کی لڑکی کا نام ریطہ تھا۔ یہ اس کے گھر کے سامنے تھا اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ اور باب النساء اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ دروازہ عورتوں کے لئے مخصوص کیا جائے تو بہت بہتر ہو گا۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی بقیہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

پانچواں دروازہ

یہ اسماء بنت حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس کے گھر کے سامنے واقع تھا۔ جب ۵۸۹ھ میں ناصرالدین نے شرقی دیوار کی تجدید کی تو اسے بند کر دیا۔

چھٹا دروازہ

یہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے گھر کے سامنے تھا یہ بھی نئی دیوار کے وقت بند کر دیا گیا۔

ساتواں دروازہ

یہ لیٹرین والے کوچے کے سامنے تھا یہ بھی نئی دیوار کے وقت بند کر دیا گیا۔

آٹھواں دروازہ

یہ بھی نئی دیوار کی تعمیر کے وقت بند کر دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نواں دروازہ

یہ مسجد کے شمالی جانب تھا۔ یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

دسواں دروازہ

یہ ابوالغیث مغیرہ کے گھر کے سامنے تھا۔ یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

گیارہواں دروازہ

یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

بارہواں دروازہ

یہ خالصہ کے گھروں کے سامنے تھا۔ یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

تیرہواں دروازہ

یہ مغرب کی جانب تھا۔ مذکورہ چاروں دروازے شمالی جانب تھے۔ یہ منیرہ کے گھر کے سامنے تھا۔ یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

چودہواں دروازہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی منیرہ کے گھر کے سامنے تھا۔ اور یہ بھی بند ہو چکا ہے۔

پندرہواں باب

یہ نصیر کے گھر کے سامنے تھا۔ یہ بھی بند ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سولھواں دروازہ

یہ جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کے گھر کے سامنے تھا۔ اس کا بھی اب کوئی وجود نہیں۔

سترھواں باب

بابِ عاتکہ۔ یہ عاتکہ بنت عبداللہ بن یزید بن معاویہ کے گھر کے سامنے تھا۔ اس کا سابقہ نام بابِ سوق اور باب الرحمۃ تھا۔

اٹھارھواں باب

یہ باب زیاد کے نام سے مشہور تھا۔ یہ بھی نئی دیوار تعمیر کرنے وقت بند کر دیا گیا۔ اس کا نام باب القضاء بھی تھا۔

انیسواں دروازہ

وہ کھڑکی جو حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کے سامنے واقع تھی۔

بیسواں دروازہ

بابِ مروان، یہ مروان کے گھر سے متصل تھا اس لئے باب مروان کہنے لگے۔ آج اس جگہ پر ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ جس سے لوگ وضو کرتے ہیں۔ یہ ٹونٹیاں قلاوون صالحی نے ۶۸۶ھ میں بنوائی تھیں۔ اس کا نام باب السلام بھی ہے[1]

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۲۸۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبوی کے موجودہ دروازے

موجودہ دروازوں کی تعداد نو ۹ ہے۔ جن کے حسبِ ذیل نام ہیں:

۱۔ باب السلام
۲۔ باب الرحمۃ (بابِ عاتکہ)
۳۔ بابِ جبریلؑ
۴۔ باب النساء
۵۔ باب عبد المجید
۶۔ باب عمر بن الخطاب
۷۔ باب عثمان
۸۔ باب عبد العزیز
۹۔ بابِ سعود

مدینہ منورہ کے دیگر نام!

مدینہ منورہ کے متعدد نام ہیں جو اس کی فضیلت اور عظمت پر دلالت کرتے ہیں یہ اسماء تیس کے قریب ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اثرب

یثرب کی ایک لغت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد مختلف ممالک میں پھیلی تو مدینہ منورہ میں جس نے آکر سکونت اختیار کی۔ اُس کا نام اثرب تھا۔ اور اس کے نام پر یہ شہر اثرب مشہور ہوا۔

۲۔ ارض اللہ یعنی اللہ کی زمین

سورۂ نساء میں آیت الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقاتل اور ثعلبی نے ارض اللہ سے مدینہ منوّرہ مراد لیا ہے ۔

۳۔ ارض الہجرت

۴۔ اکالۃ البلدان

تمام شہروں پر فضیلت اور غلبہ کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ۔

۵۔ اکالۃ القریٰ

یعنی بستیوں کو کھا جانے والا شہر۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مجھے ایسی بستی میں جانے کے متعلق حکم ہوا ہے جو بستیوں کو کھا جانے والی ہے ۔

۶۔ الایمان

بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ نے مدینہ کو ایمان سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ یہ اس کا مظہر ہے اور اس کے جانے کی جگہ ہے ۔

۸،۷۔ البارہ، البرہ

اس کے معنی بہت نیکی کے ہیں ۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کے باشندے کثرت سے نیکی کے مستحق ہیں ۔

۹، ۱۰۔ البحرۃ والبحیرۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

[illegible] چونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے اس لئے اس نام

www.KitaboSunnat.com

سے موسوم ہوا۔

۱۱۔ البلاط

اس کے معنی وہ پتھر ہیں جو زمین پر بچھائے جاتے ہیں۔ چونکہ مدینہ کی زمین میں کثرت سے پتھر ہیں۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔

۱۲۔ البلد

"لا اقسم بهذا البلد" میں البلد سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے اس سے مراد لیا ہے۔

۱۳۔ بیت الرسول

چونکہ آپ وہاں پر ہجرت فرمانے کے بعد فروکش ہوئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ اس لئے اسے بیت الرسول (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر) کہتے ہیں۔

۱۴، ۱۵۔ تندور۔ تندا

۱۶، ۱۷۔ جابرہ۔ جبار

اس لئے کہ مصیبت زدہ کی تلافی کرتا ہے اور فقیر کو غنی کرتا ہے۔

۱۸۔ الجبارہ

۱۹۔ جزیرۃ العرب

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد مدینہ منورّہ ہے۔ اور بعض لوگوں نے حجاز مراد لیا ہے۔

۲۰۔ الجنۃ الحصینۃ

(مضبوط ڈھال) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحد کے موقعہ پر فرمایا انا فی جنۃ حصینۃ یعنی میں مضبوط ڈھال کے اندر ہوں اس سے مراد مدینہ ہے۔

ان کے علاوہ اسے سیدۃ البلدان، طابہ، طیبہ، قریۃ رسول اللہ، مدینۃ الرسول مضجع الرسول، یثرب وغیرہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے[1]

فضائل مدینہ منوّرہ

اس مبارک شہر کے فضائل کثرت سے احادیثِ نبوی میں مذکور ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں؛

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورّہ کی مٹی سے پیدا ہوئے اور اس شہر میں رحلت فرمانے کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں آرام فرما ہیں۔

۲۔ یہ شہر قرآنِ پاک کی برکت سے فتح ہوا۔ جب کہ باقی شہر تلوار سے فتح ہوئے

۳۔ اس شہر کے لیے سرورِ کائنات نے خصوصیت سے برکت کی دعا فرمائی۔

۴۔ مسجد نبوی کی تعمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے فرمائی۔

۵ جو شخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھتا ہے اسے آگ سے برأت لکھی

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔ بعض روایات میں نفاق سے برأت کا ذکر آیا ہے۔

۶۔ اس شہر میں مسجد قبا ہے جس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔

۷۔ اس شہر میں رہنے کی ترغیب اور جو آدمی وہاں فوت ہو جائے اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہے۔

۸۔ وہاں کے رہنے والوں کی سب سے پہلے شفاعت ہوگی۔

۹۔ اس شہر سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔

۱۰۔ آپ کی قبر مبارک اور دیگر مقامات پر دعا منظور ہوتی ہے۔

۱۱۔ وہاں کے رہنے والوں کے اللہ تعالےٰ گناہ یوں دور کر دیتا ہے جیساکہ آگ چاندی سے میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

۱۲۔ اس کی مٹی خاک شفا ہے۔

۱۳۔ اس شہر میں طاعون کی وبا ہرگز نہیں آئے گی۔

۱۴۔ فتنۂ دجال سے وہاں کے لوگ محفوظ رہیں گے۔

۱۵۔ وہاں کی مٹی میں بھی عیب جوئی کرنا منع ہے۔ امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص مدینہ کی مٹی کو برا کہے اسے تیس دُرّے لگائے جائیں۔

۱۶۔ وہ ہمیشہ کے لئے اسلام کا مرکز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

ان الشیاطین قد یئست ان تعبد ببلدی ھذا۔

"یعنی شیطان میرے شہر سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت کی جائے"

۱۷۔ اس شہر کے بازار بابرکت ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۸۔ وہاں پر گری ہوئی چیز کا اٹھانا ممنوع ہے۔ ہاں البتہ ایسے آدمی کے لئے اجازت ہے جو اس کا لوگوں میں اعلان کرے اور تبلائے۔

۱۹۔ اس شہر کی عجوہ کھجور وہ ہے جس کے متعلق سرورِ کائنات کا فرمان ہے کہ عجوہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔

۲۰۔ جو شخص مدینہ منورہ میں جا کر آپ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس کے علاوہ علامہ نورالدین سمہودیؒ نے وفاء الوفاء جلد اوّل ص ۴۲ تا ۷۹ پر کافی فضائل ذکر کئے ہیں، طوالت کے خوف سے ان میں سے چند ایک احاطۂ تحریر میں لایا ہوں۔ مزید فضائل کے خواہش مند حضرات کتاب مذکور کا مطالعہ کریں۔

روضہ شریف کی زیارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے سلسلہ میں متعدد روایات مذکور ہیں۔ گو ان پر ائمہ حدیث نے جرح قدح کی ہے تاہم قبر مبارک کی زیارت سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ جمہور ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ حبیبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت مسنون ہے۔ بلکہ زیارت کرنے والے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"جو شخص میری قبر کی زیارت کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہو جاتی ہے۔"

۲۔ من جاء نی زائرا لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة

(رواہ الطبرانی فی اوسط الکبیر)

"جو شخص صرف میری زیارت کی غرض سے آتا ہے قیامت کے روز ایسے شخص کی شفاعت کرنا میرے ذمے لازم ہو جاتا ہے۔"

۳۔ عن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدا الخ (ابو داؤد)

"حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جس نے میری قبر کی یا میری زیارت کی تو میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کا گواہ ہوں گا۔"

۴۔ عن انس بن مالك ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی بالمدینة کنت له شفیعا وشهیدا یوم القیامة (ابن ابی دنیا)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ منورہ میں میری زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا۔ اور اس کا گواہ ہوں گا۔"

۵۔ حضرت علیؓ کی روایت: من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی فقد جفانی[1]

---

[1] وفاء الوفا جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا کہ میری زیارت سے مشرف ہوا، اور جس نے میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی۔"

ان کے علاوہ علامہ سمہودیؒ نے اور کئی احادیث بیان کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت باعث ثواب ہے اور موجب شفاعت ہے۔

دُعا

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس ادنیٰ اور حقیر سی سعی کو جو حرمین کے تاریخی حالات کو اُردو زبان میں بیان کرنے کے لئے کی ہے، قبول فرمائے۔ اور اپنے مقدّس گھر اور اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی زیارت سے پھر شرف یاب کرے اور دارِ آخرت میں نجات کا باعث بنائے۔ اور دنیاوی زندگی میں خیر و برکت کا موجب بنائے۔ نیز اس کے قارئین کے لئے فلاحِ دارین عطا کرے۔ آمین

سیف الرحمان سائل الرحمۃ والغفران

(الفلاح بی۔ اے)

۲۵/۷/۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی

صلوۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام (مسلم)

ترجمہ: میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے (مسلم صفحہ ۴۴٦)

حصہ دوم

تاریخ حرم مدنی

اسمیں

مسجد نبوی، روضہ پاک، حجرہ شریف اور محراب نبوی وغیرہ کا مکمل اور جامع ذکر ہے!

تصنیف
علامہ الحاج عباس کرارہ مصری

ترجمہ و حواشی
الفلاح بی اے

الناشر

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر اردو بازار
۱۸ — اردو بازار
لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں)

نام کتاب ـــــــــــــــــــ حرمِ مدنی

ترجمہ و حواشی ـــــــــــــــــــ الفلاح بی اے

ناشر ـــــــــــــــــــ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور

قیمت ـــــــــــــــــــ روپے

مطبع ـــــــــــــــــــ

صفحات ـــــــــــــــــــ ۱۸۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین حرم مدنی

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۷
تاریخ مسجدِ رسولؐ	۸
عہدِ عمرؓ کی توسیع	۱۰
عہدِ عثمانیؓ کی توسیع	//
دورِ بنوامیہ	۱۱
دورِ عباسی	۱۲
زمانۂ غلامانِ مصر	۱۳
زمانۂ آلِ عثمانؓ	۱۴
تعمیر مسجد نبوی	۱۵
حرم مدنی	۲۲
مسجد نبویؐ کے فضائل	۲۳
سعودی تعمیرِ عظیم	۲۴
عمارتِ مسجد	۳۱
تعمیر کا عزم	۳۲
مراحلِ تعمیر	۳۴
ادارۂ عظیم	//
مسافتِ مسجد	۳۶

عنوان	صفحہ
مسجد سے متصل سڑکیں	۳۸
اوقافِ مسجد	۳۹
تعمیر کے اختتام پر اجتماعِ عظیم	۴۰
حجرہ شریف	۴۱
حجرہ شریف کی قبور کا بیان	۴۸
حجرہ شریف کے گرد مقصورہ	۵۸
الروضہ من ریاض الجنہ کا مطلب	۶۶
تحویلِ قبلہ	۷۵
مسجد نبوی کا محراب	۸۳
منبر کا بنانے والا	۸۸
جائے [illegible] ع	۹۲ ۱۰۵
حدیث حنین جذع	۹۳
جذع کی جائے مدفون	۱۰۱ ۹۷
منبر کے صانع میں اختلاف	۹۶
گنبدِ خضراء	
مسجد نبوی میں کنکر بچھانے کا کام	
مسجد میں تھوکنا	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
مسجد میں خوشبو لگانے کا آغاز	۱۱۲
مسجد میں بخورات جلانا اور دیگر احکام مسجد	۱۱۸
مسجد میں بے وضو ہونا	۱۲۹
مسجد میں مصحف سے قرآنِ پاک کی تلاوت۔	۱۳۰
مصاحف کا مسجدوں میں بھیجنا	۱۳۲
مصاحف عثمانی	۱۳۵
مسجد میں چراغ جلانا	۱۳۷
مسجد کی عام صفت	۱۳۸
مسجد کی دیواریں	۱۴۰
ستونوں کی تعداد	۱۴۲
مسجد کی بدروئیں	۱۴۸
مسجد میں پانی پلانے کا انتظام	〃
مسجد کا سامان رکھنے کی الماریاں	۱۵۱
مسجد کی قندیلیں	۱۵۳
مسجد کے ائمہ	۱۵۵
مسجد نبوی کی زیارت اور مجاورت کے آداب۔	۱۵۶
مسجد سے وداع ہونے کے آداب۔	۱۶۱
ضمیمہ	۱۶۴
قبر مبارک کی حفاظت	〃
صاحبین کی قبروں کی حفاظت	۱۶۷
نقشۂ حجرہ مبارک	۱۶۹
ایک عیسائی کا ناپاک عزم	۱۷۰
ایک اور عیسائی کی شرارت	۱۷۱
اسلام سے عیسائیوں کے عناد کا ایک اور واقعہ۔	۱۷۲
مسجد نبوی کے دروازے	۱۷۲
مسجد کے موجودہ دروازے	۱۷۷
مدینہ منوّرہ کے دیگر نام	۱۷۷
فضائل مدینہ منوّرہ	۱۸۰
روضہ پاک کی زیارت	۱۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماخذ حرم مدنی

مصنّف	نام کتاب	نمبر شمار
حافظ شیخ محمد محمود بن نجار رحمہ اللہ	الدر الثمین فی تاریخ المدینہ	۱
احمد بن عبدالحمید عباس رحمہ اللہ	عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار	۲
محمد لبیب تبنونی رحمہ اللہ	الرحلۃ الحجازیہ	۳
ابراہیم رفعت باشا رحمہ اللہ	مرآۃ الحرمین	۴
ابن جریر طبری رحمہ اللہ	تاریخ الامم الاسلامیہ للملوک	۵
مسعودی رحمہ اللہ	صبح الاعشی	۶
شیخ ابراہیم ثوری رحمہ اللہ	تاریخ الحرم المدنی	۷
علی بن برہان الدین رحمہ اللہ	السیرۃ الحلبیہ	۸
حسن مراد رحمہ اللہ	استاذ التاریخ الاسلامی	۹
شیخ یوسف عبدالرزاق رحمہ اللہ	الاذاعۃ العامۃ للصحافۃ دار الہجرۃ	۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

قابلِ صد احترام والدین کے نام !
جن کی شبانہ روز مخلصانہ دُعاؤں کی برکت سے
احقر العباد کو چند علمی گوہر دستیاب ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاریخ مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی افضل المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد وعلی الہ وصحابتہ الاکرمین والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین۔

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں مکہ مکرمہ میں بیس سال سے رہتا ہوں، اس عرصہ میں مجھے دینی کتب کی تصنیف کا شوق دامنگیر ہوا۔ چنانچہ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور جامع ازہر، نجد اور علمائے حرمین کے تعاون سے سترہ کتب تالیف کر چکا ہوں۔

ان اوراق میں مسجد نبوی کی تاریخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک کا خلاصہ مختصر لکھنے کا ارادہ ہے۔ ابتدا میں جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب مسجد تعمیر ہوئی تھی تو اس وقت اس کی پیمائش ۲۴۷۵ مربع میٹر تھی اور آج سعودی توسیع کی بعد ۱۶۳۲۷ مربع میٹر ہے۔ اور اس کی عمارت نہایت ہی خوبصورت ہے۔

وفقنا اللہ الی ما یحبہ ویرضاہ انہ سمیع قریب۔

عباس کرارہ

القاہرہ: المطریۃ ۸ شارع منیبۃ مطر

مکہ مکرمہ: شارع الغزۃ امام البنک العربی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل روز سے ہی تقویٰ پر ہے وہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اسے خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا۔ اور جن لوگوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیا ان کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔ یہ سب سے پہلا گھر (مدرسہ) تھا جس سے ایسے آدمی تعلیم حاصل کر کے نکلے جنہیں بیع وشرا اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر سکی۔ جنہوں نے نماز کی اقامت کی اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی۔ جنہوں نے اللہ کی حُدود کو قائم رکھا اور شہروں اور قصبات کو فتح کیا۔ اور مشرق اور مغرب........ ان کے ماتحت ہو گئے۔ اس مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس آخری بڑی عمارت کے تعمیر ہونے تک بڑے بڑے تغیرات آئے اور وقتاً فوقتاً مسجد کی عمارت وسیع ہوتی گئی۔ ہم قارئین حضرات کے لئے اس مسجد کی تاریخ کا مختصر خلاصہ پیش کریں گے اور نئی عمارت کی تاریخ لکھنے میں کچھ تفصیل سے کام لیں گے۔ جس طرح اس کو تعمیر کرنے والوں نے بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق بیان کریں گے۔

نسأل اللہ ان یحسن النیۃ ویقبل العمل انہ سمیع قریب

تاریخ مسجدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو آپ مکّہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لائے۔ اور قباء میں آکر قیام فرمایا۔ وہاں دس راتیں اور دن سے کچھ زیادہ عرصہ ٹھہرے۔ اسی اثناء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ پھر مدینہ منورّہ کی طرف کوچ فرمایا۔ اور ابوایوب انصاری رضؓ کے گھر پر فروکش ہوئے۔ وہاں پر سات ماہ قیام کیا۔ اور اسی اثنا میں وہاں پر مسجد تعمیر کی۔ اس کے لئے سہل اور سہیل دو یتیم بچّوں کا ایک میدان پسند کیا۔ یہ دونوں بچّے انصار کے تھے اور سعد بن زرارہؓ کی گود میں پرورش پا رہے تھے۔ یہ میدان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دیناروں میں خریدا۔ پہلے پہل اس کے اردگرد دیواریں بنائی گئیں۔ اور چھت نہیں بنائی گئی۔ اس وقت قبلہ بیت المقدّس تھا۔ اس کی مسافت ۷۰×۶۰ ہاتھ تھی۔ پھر مسجد کی بنیاد تین ہاتھ گہری رکھی گئی۔ اور دیواریں کچّی اینٹوں کی تھیں۔ اس کی تعمیر خود آقائے نامدار نے اپنے دستِ مبارک سے کی۔ اور اس کے ستون تنے کے تھے۔ اور چھت کھجور کی شاخوں کی ڈالی گئی۔ اور سامنے کی جانب تین برآمدے تھے۔ اور اس کا ایک صحن اور تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ جنوب کی جانب تھا۔ جہاں سے بیت المقدس بجانب شمال تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حضورِ اکرمؐ نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد تعمیر کی تھی۔ بعدازاں جب قبلہ خانہ کعبہ مقرر ہوا تو جنوبی دروازہ بند کر دیا گیا اور شمال کی جانب اس کے عوض اور دروازہ بنایا گیا۔

دوسرا دروازہ جسے باب عاتکہ یا باب الرحمتہ کے نام موسوم کرتے ہیں، مغرب کی جانب تھا۔ اور تیسرا دروازہ جو بابِ آلِ عثمانی کہلاتا ہے یا بابِ جبریلؑ کے نام سے مشہور ہے مشرق کی جانب تھا۔

جب حضورِ اکرمؐ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ازواجِ مطہرات کے لئے کمرے بنائے۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں مسجد میں داخل کئے گئے[۱]۔

---

[۱] وفاء الوفاء جلد ا ص ۳۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسجد کی توسیع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۷ھ میں جنگ خیبر سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ نے مشرق مغرب اور شمال کی جانب مسجد میں توسیع فرمائی تھی کہ اس کا طول و عرض یکساں ۱۰۰ مربع ہاتھ ہو گیا۔[1]

حضرت عمرؓ کے زمانہ کی توسیع حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں جنوبی جانب تقریباً پانچ میٹر اور مغربی جانب دس میٹر اور شمالی جانب میں پندرہ میٹر اضافہ کیا لیکن شرقی جانب کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔ اور جنوبی طرف کی توسیع میں حضرت عباس بن عبد المطلب کا گھر بھی مسجد میں شامل کیا گیا اور مسجد کے چھ دروازے بنائے گئے۔ دو دروازے بجانب مغرب باب الرحمۃ اور باب السلام کے بالمقابل اور دو دروازے مشرقی جانب ایک کا نام باب آلِ عثمان ہی رہا۔ اور دوسرا باب النساء کے بالمقابل بنایا گیا اور دو دروازے شمالی جانب بنائے گئے۔

ان کے زمانہ ۱۷ھ میں مسجد کی تعمیر کچی اینٹوں سے کی گئی تھی اور چھت پر کھجور کی شاخیں تھیں اور اس کے ستون لکڑی کے بنائے گئے۔[2]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی توسیع ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ بن عفان نے دوبارہ مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور ۲۹ھ میں تکمیل کی تو اس کا طول ایک سو ساٹھ اور عرض ایک سو پچاس ہاتھ گیا۔ اور اس میں برآمدہ بنایا۔ اور مسجد کی دیواریں پتھر کی بنائی گئیں۔ ان پتھروں کو درمیان سے کرید کر

---

[1] وفاء الوفاء جلد اول ص ۳۵۴

[2] جلد دوم ص ۴۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوہے کی سلاخیں اور سکہ ڈالا گیا۔ اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی۔ اور اس کے دروازے جن کی تعداد چھ تھی نقش و نگار سے سجائے گئے اور ان میں چونہ ڈال کر مضبوط کئے گئے۔ اور اس کے ستون حضرت عمرؓ کے ہی رہنے دیئے۔ پھر دو دروازے بند کر دیئے۔ اور مسجد کے چار دروازے باقی رہ گئے۔ پھر سلطان عبدالحمید نے تعمیر کرتے وقت پانچواں دروازہ بنایا۔

حضرت عثمانؓ نے اپنی نماز گاہ پر کچی اینٹوں کا ایک چھوٹا سا حجرہ بنوا رکھا تھا یہ زمین سے تقریباً دو ہاتھ اونچا تھا۔ اس میں ایک روشندان تھا۔ اس سے لوگ امام کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ ساگوان کی لکڑی کا بنوایا۔ پھر مہدی عباسی نے دوبارہ نئے سرے سے ساگوان کی لکڑی کا بنوایا۔ اور اس کی سطح مسجد کی زمین کے برابر کر دی۔[1]

زمانۂ بنوامیہ پھر ولید بن عبدالملک نے اپنے مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ذریعے مسجد کی تجدید کرائی۔ اور اس تجدید کا آغاز ۸۸ھ میں ہوا، اور ۹۱ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ غربی، شمالی اور شرقی جانب مسجد میں توسیع کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے مکانات بھی مسجد میں شامل کئے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے کمرہ کا ایک حصہ جو روضہ کی جانب تھا۔ کاٹ کر مسجد میں داخل کیا گیا۔ اور اسی حجرہ پر روضہ کی بنیاد مخمس رکھی گئی جو اب تک گنبد کے نیچے نظر آ رہی ہے۔ اور مسجد کی تعمیر پتھر اور چونہ سے کی گئی۔ اور اس کے ستون پتھر کے بنائے گئے ان میں لوہا اور سکہ پگھلا کر ڈالا گیا۔ اب نہایت ہی مضبوط ہیں۔ اس کی دیواروں میں سنگِ مرمر اور دیگر بیل بوٹے والے پتھر لگائے گئے۔ اس کی چھت

---

[1] وفاء الوفاء جلد دوم ص ۵۰۰ تا ۵۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساگوان کی بنائی گئی۔ اور اس پر سونے کا ملمع کیا گیا۔ اور ستونوں کے سرے اور دہلیز پر نقش و نگار کیئے گئے۔ اب اس کی پیمائش دوسو ہاتھ طول میں اور دوسو ہاتھ عرض میں ہو گئی۔[۱]

دورِ عباسی

مہدی عباسی نے شمالی جانب میں کچھ اضافہ کیا۔ اس کی تعمیر کی ابتدا ۱۶۱ھ میں ہوئی اور ۱۶۵ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔[۲] جمعہ کی رات یکم رمضان المبارک ۶۵۴ھ کو مسجد کے صحن کے چراغوں میں سے ایک شعلہ اڑا جس سے تمام مسجد جل کر خاکستر ہو گئی۔ صرف ایک گنبد مسجد کے صحن میں رہ گیا۔ اسے ناصر دین نے ۵۷۶ھ میں بنوایا تھا تاکہ مسجد کے ذخیرہ کو محفوظ رکھا جائے۔ اور ایک مصحف عثمانی بھی اس آگ کی نذر ہو گیا۔[۳]

چنانچہ خلیفہ مستعصم باللہ کو اطلاع کی گئی تو اس نے معمار اور آلاتِ تعمیر حج کے زمانہ میں ارسال کئے۔ اور مسجد کی تجدید ۶۵۵ھ میں ہوئی۔ اور ملک منظفر صاحب یمن نے اس کے لئے لکڑی اور دیگر میٹریل ارسال کیا۔ اس طرح نورالدین علی بن المعز صاحب مصر اور ظاہر بیبرس بندقداری نے بھی سامان بھیجا اور عمارت پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔[۴]

---

[۱] وفاء الوفا جلد ۲ ص ۵۱۳

[۲] 〃 〃 ص ۵۳۵

[۳] 〃 〃 ص ۵۹۸

[۴] 〃 〃 ص ۶۰۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمانۂ غلامانِ مصر

۷۰۵ھ میں ملک ناصر محمد بن قلاودن نے مسجد کی چھت کی تجدید کی اور ۷۲۹ھ میں چھت کے سامنے دو برآمدے بنائے۔ پھر اشرف برسبائی نے ۸۳۱ھ میں اس کی تجدید کی۔ پھر ظاہر جقمق نے ۸۵۳ھ میں روضۂ مطہرہ کی چھت کی تجدید کی۔ پھر ۸۷۹ھ میں ملک اشرف قائیبائی نے عمارت کی بہت بڑی تجدید کی۔ جو کہ بعض ستونوں، چھت اور دیواروں اور اذان کہنے کے منبر کی تجدید کو شامل تھی۔ اور کام ۸۸۱ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔[1]

تیرہ رمضان المبارک ۸۸۶ھ کو آسمانی بجلی گری جس سے مسجد کی چھت اور بڑے مینار کا ہلال جل گیا۔ چنانچہ مسجد کی دیواریں گر پڑی اور اس کے اکثر ستون بھی زمین بوس ہو گئے۔ مقصورہ منبر، دینی کتب اور مصاحف تمام جل گئے۔ صرف حجرہ مطہرہ اور صحن کا گنبد محفوظ رہے۔

جب اشرف قائیبائی کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے سنقر جمالی کو فوراً مدینہ کی طرف روانہ کیا تاکہ مسجد کی تعمیر کرے۔ اس کے ہمراہ سو کاریگر تھے جو ضروری آلات ساتھ لئے ہوئے تھے۔

چنانچہ وہاں جاکر انہوں نے عمارت کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے بڑے مینار کی تعمیر کی۔ پھر شرقی دیوار تعمیر کی گئی اور قبلہ کی دیوار جو بابِ جبریلؑ کی طرف ہے اسے تعمیر کیا گیا۔ اس کے عرض میں کچھ توسیع کی گئی۔ اور عثمانی محراب

---

[1] وفاء الوفا جلد ۲ ص ۶۰۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو وسیع کر دیا گیا اور جو اس کے اِرد گرد ستون تھے ان پر ایک گنبد بنایا گیا۔ اور حجرہ شریف کی دیواروں پر چھت سے اُوپر گنبد تعمیر کیا گیا۔ اس کے اوپر ایک اور گنبد تعمیر کیا گیا۔ یہ ان ستونوں پر تعمیر کیا گیا جو اُنہوں نے تعمیر کئے تھے۔ پھر انہوں نے ایک بہت بڑا گنبد تیار کیا جو تینوں چھوٹے گنبدوں کو محیط تھا۔ ایک قبلہ کی دیوار اور حجرہ شریف کے درمیان تھا۔ اور دو گنبد باب السلام سے داخل ہوتے وقت سامنے نظر آتے تھے۔ اور یہ دروازہ سیاہ اور سفید سنگِ مرمر سے بنایا گیا۔ اور عثمانی محراب کو مزّین کیا گیا۔ اور حجرہ شریف اور اس کے ارد گرد سنگِ مر لگایا گیا۔ اور منبر تعمیر کیا گیا۔ اور مؤذن کے لئے سنگِ مرمر کا چبوترہ تعمیر کیا گیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب کی خالی جگہ محراب تعمیر کیا گیا اور رنگین سنگِ مرمر سے مزّین کیا گیا۔ اور بابِ رحمت کے پاس مئذنہ (اذان کہنے کی جگہ) بنایا گیا اور مسجد کے متصل ایک مدرسہ بنایا گیا جو بعد میں مدرسہ محمودیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ قاتیبائی نے اس عمارت پر ۱۲۰۰۰۰ ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ کئے[1]

زمانہ آلِ عثمان

جب خلافت کی باگ ڈور آلِ عثمان کے ہاتھوں میں آئی اور حرمین شریفین کی محافظت ان کے ذمے ہوئی تو مصر کے بادشاہوں کے بعد ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے اس عمارت کی تعمیر کی۔ اور ایک خوبصورت گنبد بنایا۔ اور رنگا رنگ کے چھوٹے چھوٹے پتھر لگائے اور ان پر آبِ زر کی گلکاری کی۔ اور اس

---

[1] وفاء الوفا جلد ا ص ۶۳۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی پشت پر اپنا نام تحریر کروایا۔

۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے گنبد دوبارہ تعمیر کیا اور ۱۲۵۵ھ کو سبز رنگ سے اسے مزیّن کیا۔ اس وقت سے یہ گنبدِ خضراء کے نام سے مشہور ہے۔ پھر سلطان عبدالمجید نے تعمیر کا کام کیا جو ۱۲۶۵ھ میں شروع ہوا اور ۱۲۷۷ھ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اس کی تعمیر کے لئے کچھ آدمی منتخب کئے۔ چنانچہ اس کے لئے پتھر وادیٔ عقیق کے پہاڑ سے لائے گئے۔ اور مسجد کو آہستہ آہستہ گرانے لگے۔ جب ایک حصّہ مکمّل ہو جاتا تھا تو دوسرے حصّے کو گرادیتے تھے اور اس کی تعمیر کرتے تھے حتیٰ کہ یہ منصوبہ بارہ سال میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اب مسجد کی توسیع ۱۲۹۳ امربع میٹر ہو گئی۔

مسجد نبوی

ابن سعد نے طبقات میں زہری سے بیان کیا ہے کہ جہاں پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہاں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔ اس وقت وہاں پر مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔ اور یہ جگہ ایک خالی میدان تھا۔ یہ دو انصاری یتیم بچوں سہیل اور سہل کی ملکیت تھی۔ یہ دونوں بچے اسعد بن زرارہ کی گود میں پرورش پا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلا کر اس میدان کی قیمت دریافت کی کیونکہ آپ اس میں مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہ دونوں بول اٹھے کہ ہم تو آپ کو ہبہ کرتے ہیں اس کی کوئی قیمت وصول نہیں کریں گے۔ لیکن آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ان کو دس دینار دیئے گئے۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کئے۔ وہاں پر ایک دیوار بنی ہوئی تھی جو اسعد بن زرارہ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنائی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس میں نماز پڑھتے تھے۔ اور جمعہ بھی ادا کرتے تھے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ میں تشریف آوری سے قبل کی بات ہے۔ تو آپ نے حکم دیا کہ اس سے کھجوریں اور گھاس وغیرہ اکھاڑی جائیں۔ اور زمین کو ہموار کیا جائے۔ پھر کچی اینٹیں لگانے کا حکم دیا جس کی تعمیل کی گئی۔ اور میدان میں کچھ زمانۂ جاہلیت کی قبریں تھیں۔ آپ نے ان کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اور جو ان میں ہڈیاں برآمد ہوئیں ان کو دوسری جگہ دبا دیا گیا۔ اس میدان میں کچھ بدبودار پانی تھا۔ اسے وہاں سے نکال کر ادھر ادھر پھینک دیا گیا۔ یہاں تک کہ زمین خشک ہوگئی۔ پھر مسجد کی بنیاد رکھی۔ پھر اس کا طول اور عرض سو مربع ہاتھ کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سو مربع ہاتھ سے کم تھا۔ اور اس کی بنیاد تقریباً تین ہاتھ تھی۔ جو پتھروں کی تھی۔ پھر دیواریں خشت خام سے بنائی گئیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے مل کر تعمیر کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفسِ نفیس پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ اور قبلہ بیت المقدس کی جانب بنایا گیا۔ اس کے تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ اس کے پچھلے حصّے میں تھا۔ دوسرا دروازہ بابِ رحمت کے نام سے موسوم ہوا۔ اسے بابِ عاتکہ بھی کہتے تھے۔ تیسرا دروازہ جس سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ باب عثمان کے نزدیک تھا۔ اس کے ستون کھجور کے تنے کے بنائے گئے تھے۔ اور کھجور کی شاخوں کی چھت ڈالی گئی۔ آپ سے بعض صحابہ نے عرض کی کہ اس پر عمدہ چھت ڈالی جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں صرف حضرت موسےٰؑ کی جھونپڑی جیسی جھونپڑی کافی ہے۔ اور اس کے پہلو میں کچی اینٹوں کے کمرے تعمیر کئے گئے۔ اور اس پر کھجور کے تنے اور شاخیں ڈال کر چھت بنائی گئی۔ جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہؓ کا حجرہ بنایا گیا۔ جس کا دروازہ مسجد کے راستہ کی طرف تھا۔ اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے لئے ایک اور مکان بنایا گیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو بابِ آلِ عثمان کے نزدیک تھا۔[1]

یہ روایت ابن سعد کی ہے جو طبقات میں مذکور ہے۔ اس پر اکثر اعتماد کرتے ہیں مسجدِ رسولؐ کے متعلق ہم اس روایت سے اصح ترین روایت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہم مسجدِ نبویؐ کو جامع مسجد تصور کرتے ہیں۔ جو مکمل فوائد کی حامل تھی۔ اس میں ہر چیز مکمل طور پر تیار کی گئی تھی۔ اس کی عمارت، ستون، برآمدے اور صحن اور عورتوں کی نماز کی جگہ وغیرہ تمام اشیاء موجود تھیں۔ اور جامع مسجد میں ان عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ جب اس کا ایسا تصور لیتے ہیں تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر شاید مربع ہو اور وہ ۱۰۰ × ۱۰۰ ہاتھ ہو۔ اس کی دیواروں کی بلندی، سات ہاتھ تھی اور اس کی تعمیر کچی اینٹوں سے ہوئی تھی۔ اس کا صحن کھلا تھا۔ اور اس کے درمیان ایک سائبان تھا۔ اس کے اوپر چھت تھی جو کھجور کے ستون پر قائم تھی اور اس کے تین دروازے تھے۔

پہلا دروازہ قبلہ کی جانب تھا جو عام لوگوں کے لئے تھا۔ اور یہ دوسرے سال تک، باقی رہا یعنی ۲ھ تک رہا۔ جب قبلہ خانہ کعبہ کی جانب منتقل ہوا تو یہ دروازہ بند کر دیا گیا اور اس جگہ ایک اور دروازہ بنایا گیا۔ دوسرا بابِ رحمت تھا۔

تیسرا دروازہ بابِ جبریلؑ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دروازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا۔ اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور مسجد سے باہر شرقی جانب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ اور ام المومنین حضرت سودہ رضؓ کے کمرے بنائے گئے۔ پھر ان کے ساتھ سات کمرے اور تعمیر کئے گئے۔ کل نو کمرے تعمیر ہوئے۔ کچھ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ہر کمرے کا طول و عرض ۶ × ۷ تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۳۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے کمرے تھے۔ اگرچہ آج ہم اس کا کچھ وصف نہیں بیان کر سکتے کیونکہ وہ معدوم ہو چکے ہیں تاہم ایسے لوگوں نے بیان کیا ہے جنہوں نے عہد ولید میں ۸۸ھ سے پیشتر ان کو دیکھا تھا۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ہمیں محمد بن عمر نے خبر دی اس کو عبداللہ بن یزید ہذلی نے خبر دی۔ ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ازواجِ مطہرات کے گھروں کو دیکھا جب کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں انہیں منہدم کر دیا اور مسجد میں شامل کر دیا۔ یہ تمام مکانات کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے نو کمرے تھے۔ ان پر کھجور کی شاخوں کی چھت تھی جس پر مٹی ڈالی گئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۱۷ھ کو اس میں توسیع کی گئی۔ پھر حضرت عثمان نے اس میں توسیع کی اور اس کی چھت کو کافی بلند کر دیا۔[1]

پہلی صدی ہجری کے اختتام پر ولید بن عبدالملک نے اپنے عامل عمر بن عبدالعزیز کو حکم بھیجا تا کہ مسجد نبوی کی تجدید کرے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تین اطراف سے اس میں اضافہ کیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ جیسے ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ اور اس کے میناروں کی تعداد چار تک بڑھا دی۔ ان میں ایک مروان کے گھر سے متصل تھا۔ جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا تو اس میں ٹھہرا۔ جب مؤذن نے اذان کہی تو اس کے اوپر جھانکا۔ یہ معاملہ دیکھ کر سلیمان نے اسے گرا دینے کا حکم دیا۔ اور اس کا فرش رنگین سنگِ مرمر کا بنوایا اور دیواروں پر چاندی کا ملمع کیا اور اس کی چھت کو بیل بوٹوں سے آراستہ کیا اور اس کے ستون سیاہ و سفید سنگِ مرمر سے بنوائے۔ اور حجرہ شریف پر ایک مضبوط دیوار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۵۱۳

www.KitaboSunnat.com

قائم کی۔ اور دوسرے محراب پر ایک گنبد بنایا۔ اور اس کی چھتوں کو ستونوں پر قائم کیا۔ ستونوں میں لوہا اور سکہ پگھلا کر ڈالا گیا اور مضبوط پتھر سے بنائے گئے۔ اور روضہ اطہر کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی گئی اور اس پر خوشنما بیل بوٹوں کا کام کیا گیا۔ اور حکم دیا کہ صحن پر پردے ڈالے جائیں جو پھیلائی ہوئی رسیوں پر ڈال دیئے گئے۔ تاکہ نمازیوں کو گرمی سے محفوظ رکھیں۔ اس کے بیل بوٹوں پر جو سونا صرف ہوا۔ اس کی مقدار ایک ہزار مثقال تک پہنچ گئی۔ اور یہ کام سنہ ۹۱ھ سنہ ۷۰۹ء میں مکمل ہوا۔ اور حکم دیا کہ اس کا نام مسجد کے دروازے پر لکھا جائے۔

سنہ ۱۶۲ھ میں خلیفہ عباسی مہدی نے اس کی تجدید کی اور شمالی جانب میں توسیع کی۔ پھر مامون رشید نے سنہ ۲۰۲ھ میں مقصودہ کی تجدید کی اور مسجد کے فرش کے برابر کر دیا۔ اور یہ ساگوان کا بنایا۔

پھر سنہ ۵۷۶ھ میں ناصر الدین اللہ نے مسجد کے صحن میں ایک گنبد بنانے کا حکم دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکات کو محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ متروکات نبوی میں سے جو میسر ہوئیں اس میں رکھی گئیں ان میں سے ایک اونی چادر اور ایک سوتی چادر حضرت عائشہ رضہ کے پاس محفوظ تھیں۔ یہ چادریں وہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ایک طیالسی جبہ تھا جس کی کفوں پر ریشم لگا ہوا تھا۔ آپ اسے وقتاً فوقتاً پہنا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضہ نے اسے اپنے پاس محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اس کا ایک حصہ پانی میں بھگو کر پانی مریض کو پلایا جاتا تھا۔ پھر کچھ اور محفوظات بھی اس میں رکھی گئیں۔ جیسے خانہ کعبہ کی چادر اور جا نماز اور جھنڈے اور صحابہ کرام رضہ اور اہل بیت کی مخطوطات وغیرہ۔ ان میں سے کچھ آستانہ کے عجائب گھر میں بھیج دی گئیں۔

سنہ ۶۵۵ھ میں مستعصم باللہ نے یمن کے شاہ مظفر یوسف ابی عمر اور علی بن معزائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بک شاہِ مصر کے ساتھ مل کر حجرہ شریف کی بنیاد کی تجدید کی۔ اور قبلہ کی جانب جو دیوار تھی اور شرقی دیوار اور باب جبریل اور اگلے کمرے کے گنبد کی تجدید کی اور ملک مظفر نے ایک عجیب و غریب قسم کا منبر بنوایا یہ یمن سے لایا گیا۔ پھر کافی دیر تک عمارت یوں ہی رہی۔ پھر ملک ظاہر بیبرس نے ۶۸۵ھ میں مسجد نبوی کی تمام عمارت کی تعمیر کی۔ اور ملک مظفر صاحب کا منبر اٹھایا گیا کیونکہ وہ چھوٹا تھا۔ اور مصر سے ایک اور منبر بھیجا جو نہایت ہی اعلیٰ قسم کا تھا اور پہلے سے بڑا تھا۔ پھر ملک ناصر محمد بن قلادون، ملک اشرف بارسبائی اور ملک ظاہر ابوسعید جقمق اور ملک اشرف قاتیبائی نے اکٹھے مل کر مسجد نبوی کی تجدید کی۔

اور مسجد نبوی عہد عثمانی سے لے کر سلطان سلیم ثانی کے زمانہ تک مضبوط رہی سلیم ثانی نے ۹۸۰ھ میں اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ پھر سلطان محمود نے ۱۲۳۳ھ میں اس کی تجدید کی اور گنبد خضرار کی بھی مرمّت کی گئی۔ پھر ۱۲۶۵ھ میں سلطان عبدالمجید نے اس کی تجدید کی اور مسجد نبوی کی یہ تعمیر سب سے آخری تعمیر ہے جو عثمانی حکومت میں ہوئی۔

حکومت علوی محمدی نے ۱۲۲۸ھ میں مسجد نبوی کی تجدید اور مرمّت میں کافی حصہ لیا۔ محمد علی باشا نے روضۂ مطہرہ کی بھی مرمت کی۔ اور حکم دیا کہ اس میں سونے کا شمعدان رکھا جائے اور دو شمعدان چاندی کے بنوا کر رکھے ایک پر لکھا ہوا تھا:

العبد المذنب محمد علی والی مصر سنة ۱۲۲۸ [۱]

جب ابراہیم باشا نے حجاز کا سفر کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی والدہ امینہ ہاشم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے اس کے گلے میں قیمتی جواہرات کا ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

[۱] مختصر الانتصار ... دار المصطفیٰ

www.KitaboSunnat.com

حرمِ مدنی

حرمِ مدنی سے مراد مسجد نبوی ہے جو مدینہ شہر کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ اس کی شکل نہایت خوبصورت ہے اور اس کا منظر نہایت دلکش ہے۔ اس کی شکل مستطیل ہے۔ اس کا طول شمال سے جنوب کی طرف ایک سو بیس ۱۲۰ میٹر ہے۔ اس کا عرض مشرق سے مغرب کی جانب یعنی قبلہ کی جانب ۸۶ میٹر ۳۵ سنٹی میٹر ہے۔ اور شامی دروازہ کی طرف سے ۶۶ میٹر ہے۔ اس کی ساخت دو حصّوں میں ہے۔ ایک کا نام مسجد اور دوسرے کا صحن ہے۔ مسجد قبلۂ عثمان سے شروع ہوتی ہے یعنی قبلہ کی دیوار سے صحن تک ایک طرف سے اور طول میں بابِ رحمت سے باب النساء تک۔ دوسری جانب سے اس تمام عمارت پر گنبد ہی گنبد بنے ہوئے ہیں جو ساگوان کے ستونوں پر کمانوں پر بنے ہوئے ہیں۔ ان ستونوں پر سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔ اور اس میں سونے سے بیل بوٹے کا کام کیا گیا ہے۔

اور قسم ثانی سے مراد صحن ہے اسے حصوہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی شکل شامی دروازے کی جانب مستطیل ہے اور تین اطراف سے اس کو برآمدے گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ستون ہیں جن پر کمانیں بنا کر گنبد بنائے گئے ہیں جو بہت اُونچے ہیں۔

اور حرم شریف کے تمام ستونوں کی تعداد جو اس کے اندر ہیں اور دیواروں سے متصل ہیں ۳۲۷ ہے۔ ان میں ۲۲ حجرہ شریف میں واقع ہیں۔ اور باب شامی کی گزرگاہ پر مدرسہ مجیدیہ واقع ہے۔ اس میں دو کتابیں ہیں جن سے سابقہ مصری طریقہ پر قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہاں البتہ وہاں پر قرآن پاک حفظ کرانے کا انتظام نہیں۔

اور دوسری کتاب اس کے ذریعہ قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے اور بعض دینی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرمِ مدنی

حرمِ مدنی سے مراد مسجد نبوی ہے جو مدینہ شہر کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ اس کی شکل نہایت خوبصورت ہے اور اس کا منظر نہایت دلکش ہے۔ اس کی شکل مستطیل ہے۔ اس کا طول شمال سے جنوب کی طرف ایک سو بیس ۱۲۰ میٹر ہے۔ اس کا عرض مشرق سے مغرب کی جانب یعنی قبلہ کی جانب ۸۶ میٹر ۳۵ سنٹی میٹر ہے۔ اور شامی دروازہ کی طرف سے ۶۶ میٹر ہے۔ اس کی ساخت دو حصّوں میں ہے۔ ایک کا نام مسجد اور دوسرے کا صحن ہے۔ مسجد قبلۂ عثمان سے شروع ہوتی ہے یعنی قبلہ کی دیوار سے صحن تک ایک طرف سے اور طول میں بابِ رحمت سے باب النساء تک۔ دوسری جانب سے اس تمام عمارت پر گنبد ہی گنبد بنے ہوئے ہیں جو ساگوان کے ستونوں پر کمانوں پر بنے ہوئے ہیں۔ ان ستونوں پر سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔ اور اس میں سونے سے بیل بوٹے کا کام کیا گیا ہے۔

اور قسم ثانی سے مراد صحن ہے اسے حصوہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی شکل شامی دروازے کی جانب مستطیل ہے اور تین اطراف سے اس کو برآمدے گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ستون ہیں جن پر کمانیں بنا کر گنبد بنائے گئے ہیں جو بہت اونچے ہیں۔

اور حرم شریف کے تمام ستونوں کی تعداد جو اس کے اندر ہیں اور دیواروں سے متصل ہیں ۳۲۷ ہے۔ ان میں ۲۲ حجرہ شریف میں واقع ہیں۔ اور باب شامی کی گزرگاہ پر مدرسہ مجیدیہ واقع ہے۔ اس میں دو کتابیں ہیں جن سے سابقہ مصری طریقہ پر قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہاں البتہ وہاں پر قرآن پاک حفظ کرانے کا انتظام نہیں۔

اور دوسری کتاب اس کے ذریعہ قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے اور بعض دینی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اندر کی طرف سے اس گذر گاہ کا ایک دروازہ ہے۔ اور مغرب کی جانب حرم شریف کے خدمت گاروں کے لئے جگہ ہے۔ اور اس کے پاس ہی تیل کا مخزن ہے جس سے حرم شریف کو روشن کیا جاتا ہے۔ اور یہ تمام دروازے عثمانی برآمدے کی جانب ہیں۔ اور صحن کے وسط میں شرقی جانب ایک چھوٹی سی باڑ ہے۔ اور اس برآمدے کے جنوب میں ایک چبوترہ ہے جو حرم کے خادموں کے لئے مخصوص ہے۔ اس چبوترہ کا طول ۱۸ میٹر اور عرض ۱۲ میٹر ہے۔

مسجد رسولؐ کے فضائل

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد ۔ المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ [1]

اور مسلم میں یہ الفاظ ہیں: انما یسافر الی ثلاثۃ مساجد ۔ مسجد الکعبۃ ومسجدی ومسجد ایلیاء [2]

طبرانی نے اوسط اور کبیر میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ثقہ مردوں سے مروی ہے وہ ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں اور ثقہ راویوں مروی ہے ابی جعد ضمری سے بیان کرتے ہیں کہ:

لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد ۔

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۸۵

[2] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور صحیحین کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔ اور بزار کے یہ الفاظ ہیں:

خیرما رکبت الیہ رواحل مسجد ابراھیم و مسجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس کے رجال عبدالرحمن بن ابی زناد کے سوا سب صحیح ہیں۔ اور اس کی توثیق کئی علماء نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورہ توبہ)

صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت لبعض نسائہ فقلت یا رسول اللہ۔ ای المسجدین الذی اسس علی التقوی قال فاخذ کفا من حصباء فضرب بہ الارض ثم قال ھو مسجدکم ھذا لمسجد المدینۃ۔[1]

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی آپ کی زوجہ محترمہ کے گھر میں حاضر ہوا میں نے دریافت کیا کہ دو مسجدوں میں وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی؟ آپ نے کنکروں کی ایک مٹھی بھری اور پھر اس کو زمین پر پھینکا اور فرمایا وہ تمہاری یہ مدینہ کی مسجد ہے۔

احمد اور ترمذی نے ایک اور طریقہ سے ابی سعید سے اس طرح بیان کیا ہے:

اختلف رجلان فی المسجد الذی اسس علی التقوی فقال احدھما ھو مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالاہ عن ذالک فقال ھو ھذا وفی ذالک یعنی مسجد القباء خیر کثیر۔

---

[1] ابوداؤد جلد ا ص ۲۸۵

[2] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ ص ۱۳۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی دو مردوں نے آپس میں جھگڑا کیا کہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اس سے کون سی مسجد مراد ہے۔ ایک نے کہا اس سے مسجدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ چنانچہ وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا وہ یہی ہے۔ اور اس میں یعنی مسجد قباء میں بہت بھلائی ہے"۔

اسے احمد نے بھی مرفوع بیان کیا ہے۔ اور مالک رح نے عتبیہ میں بیان کیا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ مسجد جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس کی بنیاد روزِ ازل سے تقویٰ پر ہے اس سے مراد مسجدِ رسول یعنی مدینہ کی مسجد مراد ہے۔ پھر سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کھڑے ہوا کرتے تھے؟ پھر کہا کیا اس مسجد میں کھڑے نہیں ہوتے تھے؟ اور لوگ ادھر ادھر سے وہاں پہنچتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واذا رأو تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ (الجمعۃ)

تو اس سے مراد صرف مسجدِ رسول ص ہی ہے۔[1]

حضرت عمر رض بیان کرتے ہیں کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ ہوتا یا آپ سے سُنا نہ ہوتا یعنی قبلہ کی تقدیم کے بارے میں تو حضرت عمر رض ہاتھ سے اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ میں اس کی طرف آگے نہ بڑھتا۔ پھر حضرت عمر رض آگے بڑھے اور مقصورہ کی جگہ پر کھڑے ہوئے۔[2]

ابن رشد نے کہا ہے کہ امام مالک رح اور دیگر لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ ص ۱۳۵

[2] " " " "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معشر الانصار ان اللہ قد اثنیٰ علیکم خیرا الی اخر الحدیث۔

نیز کہا کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ لوگ مسجد نبوی میں تھے۔ اس لئے کہ یہ انصار اور مہاجرین اور دیگر لوگوں سے آباد تھی۔ امام مالکؒ کا استدلال قول مذکور سے ظاہر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب یہ ذکر کیا ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے تو اس کی بنیاد اور قبلہ کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہوا اس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا اور دیکھا کہ آپ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ کا مسجد مدینہ سے مسجد نبوی مراد لینا ظاہر ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قول "من اول یوم" یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہو۔ کیونکہ اس سے مراد ایام دنیا کا اول نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دار ہجرت میں نزول فرمانے کا اول یوم مراد ہے۔ اور یہ مسجد قبا ہی ہے۔ ہاں اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ تشریف لاتے ہی پہلے ہی روز مسجد نبوی کی بنیاد رکھی ہو۔ یا یہ کہا جائے کہ اس سے مراد مسجد نبوی کی بنیاد رکھنے کا پہلا دن ہے۔ اور مسجد قباء کے سلسلہ میں بعض صریح روایات ملتی ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ تو ان دونوں قسموں کی روایات کی تطبیق یوں دی جاتی ہے کہ یہ آیت دونوں مسجدوں کو شامل ہے کیونکہ دونوں کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی گئی۔ لیکن اس میں ایک مشکل پیش آتی ہے کہ ایک سوال کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مسجد نبوی کی تعیین کی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وہم کو دُور کرنا چاہا کہ اس سے مراد صرف مسجد قباء ہے۔ جس طرح کہ سائل نے اسے سمجھا تھا۔ اور اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ مسجد نبوی کی مزید فضیلت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آگاہ کیا جائے۔ واللہ اعلم [1]

آپ جان لیجئے کہ جہاں پر ذراع کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد آدمی کا ہاتھ ہے چنانچہ ہم نے حرم کی پیمائش کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ مصر اور مکہ کے موجودہ مستعمل لوہے کے ہاتھ سے مختلف تھا۔ وہ تقریباً دو بالشت تھا۔ ہمیں مسجد کی پیمائش کے سلسلہ میں چار روایات حاصل ہوئی ہیں۔

روایت اوّل۔ ۷۰ × ۶۰ ہاتھ یا کچھ زیادہ

روایت ثانی: ۱۰۰ × ۱۰۰ ہاتھ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مربع شکل کی تھی۔

تیسری روایت: ۱۰۰ ہاتھ سے کم تھی۔ یہ پہلی پر صادق آتی ہے۔ تو اس پر ہی قیاس کیا جائے۔

چوتھی روایت: جب پہلے تعمیر ہوئی تھی تو ۱۰۰ × ۱۰۰ سے کم تھی۔ پھر جب دوبارہ تعمیر ہوئی تو اس میں اضافہ کیا گیا۔ اور اس سے مراد ہاتھ کے سوا کچھ نہیں لیا جا سکتا اس لئے کہ وہ چاہتا ہے کہ دوسری دفعہ تعمیر کے بعد طول یا عرض میں دوسو ہاتھ تک پہنچ گئی ہو۔ اور آخری لمبائی تقریباً اتنی ہی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد نبوی کی حد مشرقی جانب میں حجرہ شریف تک ہے۔ تو اس کا عرض روضہ کی دیوار سے مسجد کی مغربی دیوار تک ہے۔ اور آج جب کافی توسیعات کے بعد اس کی پیمائش کی گئی تو ۱۵۰ ہاتھ سے کم ہوئی۔ بلکہ اس سے بھی چھ ہاتھ سے زیادہ کم ہوئی۔ اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے مسجد میں اس طرف اضافہ کیا۔ پھر ان کے بعد خلفاء نے اسے تبدیل کر دیا۔ تو اس

---

[1] وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۱۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایت سے بظاہر اشبار یعنی بالشت معلوم ہوتی ہے نہ کہ ہاتھ۔ تو یہ بات چاہتی ہے کہ مسجد نبوی دوسری تعمیر کے بعد اس کی مثل ہو۔ تو اب ۱۰۰×۱۰۰ والی روایت اس سے موافقت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں بعض متاخرین نے اس کی تحدید کی ہے اور دو سو بالشت بیان کی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر یہ فیصلہ کیا جاتا کہ وہ ۱۰۰ ہاتھ نہیں تھی۔ تو یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ روایت اوّل کو ترجیح دی جائے اور وہ ۷۰×۶۰ ہے تو اس کی لمبائی ستّر اور عرض ساٹھ ہاتھ ہوگا۔

نوویؒ نے اپنی منسک میں خارجہ بن زید سے بیان کیا ہے جو مدینہ منوّرہ کے سات فقہاء میں سے شمار ہوتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

بنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ سبعین ذراعا فی ستین او یزید۔

ابن نجاؔر نے بھی اسے پختہ وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد مربع تعمیر کی تھی۔ اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب تھا۔ اس کا طول ۷۰×۶۰ تھا یا اس سے کچھ زائد تھا۔

اس سے قبل یحییٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے کمروں کے متعلق بیان کیا ہے۔ مجھے ہارون نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن یحییٰ یعنی امام مالک کے شاگرد نے بیان کیا۔ اس نے کہا ہے کہ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ سے شامی جانب چون ۵۴ ہاتھ ہے اور مشرق سے مغرب کی جانب ترسیٹھ ۶۳ ہاتھ ہے۔ یہ مکسر تین ہزار چار سو چوالیس ہاتھ بنتا ہے۔

نجار۔ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی حدود جو آپ کے زمانہ میں تھی۔ تو وہ قبلہ کی جانب وہ جنگلے ہیں جو روضہ کے ستونوں کے درمیان ہیں۔ اور شامی جانب سے وہ دو لکڑیاں ہیں۔ جو مسجد کے صحن میں گاڑی ہوئی ہیں۔ اور مشرق سے مغرب کی جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ سے اس ستون تک جو منبر کے پچھلی جانب ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور وہ آخری پتھر ہے۔[1]

صحیحین میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا: صلوٰۃ فی مسجدی ہذا اخیر من الف صلوٰۃ فی ما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام "

یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم نے یہ بھی زیادہ کئے ہیں:

فانی اخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد[2]

میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد نبیوں کی سب سے آخری مسجد ہے جیسے محب طبری نے ابی حاتم سے نقل کیا ہے۔ ورنہ اس امت میں سے تو یہ سب سے پہلی مسجد ہے۔ اور اس جگہ الف لام عہد ذہنی کے لئے ہے۔ یعنی انبیاء کی مساجد "فیما سواہ من المساجد" میں بھی الف لام عہد ذہنی کے لئے ہے۔ اس سے بھی مراد مساجد انبیاء ہیں۔ تو اس کے معنی یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز باقی انبیاء کی مساجد سے افضل ہے۔ ہاں مسجد الحرام کی فضیلت اس سے بھی زیادہ ہے۔

تو یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب بیت المقدس میں نماز ادا کرنے سے ہزار گنا زیادہ ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی مساجد انبیاء میں سے ایک مسجد ہے۔ اور اس کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور جو بزار نے ابی سعید سے روایت کیا ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے وداع ہو کر ایک آدمی بیت المقدس کی طرف جانے لگا۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگا بیت المقدس جانے کا ارادہ ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ فی مسجدی افضل من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا

---

[1] ۵۴ اور ۶۳ کو ضرب دینے سے ۳۴۰۲ ہاتھ رقبہ بنتا ہے۔

[2] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۶ ۔ نصرۃ الانبیاء با خبار المصطفیٰ ص ۳۶۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المسجد الحرام[۱]

اور یحیٰی نے بھی اسے بیان کیا ہے اس نے آدمی کا نام بھی بیان کیا ہے۔ اس نے کہا حضرت ارقم رضؓ نے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر کا سامان تیار کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے وداع ہو۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ارقم رضؓ بیٹھ گیا اور سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ابن نجار نے بھی ارقم رضؓ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انی اریدالخروج الی بیت المقدس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو قلت للصلوٰۃ فیہ قال صلوٰۃ ھھنا خیر من الف صلوٰۃ ثم[۲]

یعنی بیت المقدس جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا کہ نماز پڑھنے کے لئے آپ نے فرمایا کہ وہاں پر ہزار نماز پڑھنے سے یہاں ایک نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔"

طبرانی نے بھی اسے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے وہ ارقم رضؓ سے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں:

صلوٰۃ ھھنا خیر من الف صلوٰۃ ثم"

یہاں پر ایک نماز ادا کرنا ہزار نماز سے بہتر ہے[۳]

آلِ عثمان کے حکمرانوں کی تعمیر............... کے بعد شاہ عبدالعزیز آلِ سعود کے زمانہ تک اسی حالت میں رہی۔ جب شاہ عبدالعزیز رحؒ نے حکومت کی

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۴۲ خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفےٰ ص ۱۲۶

[۲] " " " "

[۳] " " " "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی تو اس نے مسجد نبوی مع روضہ مطہرہ کی طرف عنانِ توجہ موڑی۔ سب سے پہلے انہوں نے مسجد نبوی کا [illegible] سنگِ مرمر کے پتھروں سے سجایا۔ پھر ایک دفعہ مسجد کی ایک دیواریں شگاف پڑ گئے اور مسجد کے ستون اور اذان کہنے کے منبروں میں کچھ خلل ہوا جس کی وجہ سے ملک عبدالعزیز مرحوم آلِ سعود مسجد نبوی کی تعمیر میں پورے انہماک سے مشغول ہو گئے۔

جب شاہ عبدالعزیز مغفور نے مسجد نبوی کی تعمیر کا پختہ عزم کر لیا تو اس نے اس عظیم منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اندرونِ ملک سے فنِ تعمیر کے ماہرین کو بلایا۔ اور مسجد نبوی کی تعمیر کا کام ان کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ ایسی تعمیر کی جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کا مرتبہ کم نہ ہونے پائے اور دینی شعار بھی قائم رہے۔

شاہؒ نے حکم جاری کیا کہ مسجد کے لئے جس چیز کی ضرورت ہو وہ بلا جھجک خرچ کی جائے۔ اور اس منصوبے کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

شاہؒ نے مسجد قدیم میں جو حصّہ مضبوط اور خوبصورت تھا۔ اسے اسی حالت پر رہنے دیا اور یہ حصّہ روضہ شریف اور قبلہ کی جانب برآمدہ کا تھا۔ اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ [1]

میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

عمارتِ مسجد

یہ ایسی عمارت ہے کہ اس کی صفت وہی بیان کر سکتا ہے جس نے بچشم خود اس

---

[1] صحیح مسلم جلد ا ص ۴۴۶، خلاصتہ الوفاء باخبار دار المصطفٰے ص ۱۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی زیارت کی ہو اور جسے یہ معلوم ہو کہ اس کی تعمیر پر کس قدر رقم خرچ کی گئی ہے۔ اور کتنی وافر رقم کے صرف کرنے کے بعد یہ ایسی خوبصورت اور دلکش بنی ہے۔ اور زبانِ حال سے وہ بتا رہی ہے کہ جلالۃ الملک عبدالعزیز رہ نے اس پر خصوصی توجہ صرف کی اور اس بات کی طرف بھی غمازی کرتی ہے کہ شاہ مرحوم کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے لبریز تھا۔

آج مضبوطی اور خوبصورتی میں اسے ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی نئی عمارت میں تین برآمدے شرقی، غربی اور شمالی بھی آ گئے ہیں۔ ان کی بنیادوں کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اور حرم میں توسیع کی گئی ہے۔ اب اس کی پیمائش میں سابقہ پیمائش سے ۲/۵ اضافہ کیا گیا ہے۔ اور مسجد نبوی کے ارد گرد مکانات کو گراں قیمت پر خرید کر حرم مدنی میں شامل کیا گیا ہے۔ اور ان مکانات کی قیمت اس لئے زیادہ دی گئی تاکہ انہیں مسجد نبوی کا قرب کا زمانہ بھول جائے۔ جب ان مکانات کے دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پھر شاہ مرحوم کے فرمان کی تعمیل کے لئے بھی انہوں نے بلا چون وچرا اپنے گھروں کو خالی کر دیا۔

اب تعمیر کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور تینوں اطراف سے حرم کی بنیادیں نئی طرز پر بنائی گئی ہیں۔ اب ان دیواروں کی بلندی سترہ میٹر ہے۔ اندرونی شکل کو مساوی رکھنے کے لئے نئے ستونوں کے سرے سابقہ ستون کے برابر بلند کئے گئے۔ اس کی بنیادیں اور دیواریں تمام سیمنٹ سے بنائی گئیں۔ اور تمام ستون سیمنٹ سے پلستر کئے ہوئے ہیں۔ ستونوں کی بنیادیں سنگِ مرمر سے بنائی گئی ہیں۔ اور ستونوں کو روغن کیا گیا ہے۔ اور ستون کے سروں پر زرد پیتل کی جالیاں لگائی گئیں۔ اور ان ستونوں کے بالائی حصّہ پر چار چراغ رکھے ہوئے ہیں۔ ہر چراغ کے اوپر زرد پیتل اور مضبوط شیشہ لگایا گیا ہے۔ جو نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ یہ چراغ ستونوں کے اوپر لگائے گئے ہیں۔ اور کمانوں کے جھکاؤ کے نیچے

... سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور کچھ خاکستری رنگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اب وہ رقم جو حرمین شریفین کے لئے ممالکِ اسلامیہ سے آتی تھی اور محکمہ اوقاف عثمانیہ کے دفتر میں جمع ہوکر حرم شریف کے خادموں کی تنخواہ میں صرف ہوتی تھی، نہیں آتی۔ اس لئے ملک عبدالعزیز بن سعود نے ارادہ کیا ہے کہ مسجد الحرام کے خادموں کی تنخواہ خزانہ سے خرچ کرے کیونکہ اب حالات سازگار ہیں۔ نیز دربانوں اور مؤذنوں وغیرہ کی تنخواہ، جو ان کو عہد عثمانی میں ملتی تھی، دوگنا کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔

مسجد حرام کے دروازے اب مسجد حرام کے انیس[19] دروازے اور اڑتیس[38] گزرگاہیں ہیں۔ شرقی جانب چار دروازے اور گیارہ گزرگاہیں ہیں۔

۱۔ پہلا دروازہ باب السلام سابقہ نام باب بنی شیبہ تھا۔ اس کی تین گزرگاہیں ہیں۔

۲۔ دوسرا دروازہ باب الجنائز اسے باب الجنائز اس لئے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں اس سے جنازہ لے جایا کرتے تھے۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں۔ علامہ ازرقیؒ نے اس کا نام باب النبی علیہ السلام لکھا ہے۔

۳۔ تیسرا دروازہ باب العباس بن عبدالمطلب ہے۔ کیونکہ یہ ان کے گھر کے بالمقابل واقع ہے۔ اس کی تین گزرگاہیں ہیں۔

۴۔ چوتھا دروازہ باب علیؓ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تین گزرگاہیں ہیں۔ ازرقیؒ نے اسے باب بنی ہاشم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اسے باب بطحا بھی کہتے ہیں۔ اس سے بجانب شام پانچ دروازے اور چھ گزرگاہیں ہیں۔

۱۔ پہلا دروازہ باب الدریبہ اس کی ایک گزرگاہ ہے۔

۲۔ دوسرا باب سویقہ اس کی دو گزرگاہیں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تیسرا باب الزیادۃ یہ باب سویقہ کے دائیں جانب واقع ہے ۔ اس کی ایک گذرگاہ ہے ۔

۴۔ چوتھا دروازہ باب العجلہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایسے گھر کے نزدیک ہے ۔ جس کا نام عجلہ تھا ۔ اس کی ایک گذرگاہ ہے ۔

۵۔ پانچواں دروازہ باب السدہ ہے ۔ کیونکہ پہلے یہ بند تھا پھر کھولا گیا ۔ علامہ ازرقی رح نے اسے باب عمرو بن العاص کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ اس کی ایک گذرگاہ ہے ۔ اس کے غربی جانب تین دروازے ہیں ۔

۱۔ باب العمرہ اس لئے کہ عمرہ کرنے والے تنعیم کی طرف اسی دروازے سے نکلتے ہیں اور اسی میں آکر داخل ہوتے ہیں ۔ ازرقی رح نے اس کا نام باب بنی سہم لکھا ہے ۔ اس کی ایک گذرگاہ ہے ۔

۲۔ باب ابراہیم اس کی ایک گذرگاہ ہے ۔ یہ اس جانب کے تمام دروازوں سے بڑا ہے ۔ فاسی رح نے کہا ہے کہ وہ ابراہیم جس کی طرف یہ دروازہ منسوب ہے درزی تھا اور دروازہ پر بیٹھ کر کپڑوں کی سلائی کیا کرتا تھا ۔ جیسے کہ بکری رح نے اپنی کتاب "المسالک والممالک" میں اس کا ذکر ہے اور عوام نے اس کی طرف نسبت کی ہے ۔ حافظ ابی القاسم بن عساکر اور ابن جبیر رح وغیرہ علماء نے اسے خلیل علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے ۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ۔ واللہ اعلم

۳۔ باب الحزورہ اسے باب بعزورہ بھی کہتے ہیں ۔ اس کی دو گذرگاہیں ہیں ۔ ازرقی رح نے اسے باب بنی حکیم بن حزام کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ اور باب بنی زبیر بن عوام بھی لکھا ہے ۔ پھر لکھا ہے کہ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ باب الحزمیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لئے کہ حزامیہ کے خط کے مشابہ ہے۔ اس سے جنوب کی جانب سات دروازے اور ستره گزرگاہیں ہیں۔

۱۔ باب ام ہانی بنت ابی طالب۔ ازرقیؒ نے بھی یہی نام لکھا ہے۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں۔ فاسی نے اسے باب ملاعبہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس گھر کے بالمقابل ہے جو اس زمانہ میں کھیلنے کے لئے تھا۔ اقشہریؒ نے اسے باب الفرج کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کی نسبت ام ہانی کی طرف زیادہ مشہور ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک ام ہانی کا مکان تھا اور اس کے پاس ایک کنواں تھا پھر وہ گھر اور کنواں مسجد میں شامل کئے گئے۔ یہ کام مہدی عباسی کے زمانہ میں ہوا۔ اس کے عوض مہدی نے باب البقالین کے پاس ایک کنواں کھدوایا تھا جو مسجد کی حد کے اندر واقع تھا۔ ازرقیؒ نے اس کی اطلاع دی ہے۔ شاید یہ کنواں وہی ہو جو باب حزورہ کے پاس تھا۔ مسجد الحرام سے باہر بائیں جانب اچانک مر جانے والے فقیر لوگوں کی میت کو اسی سے نہلایا جاتا تھا۔

۲۔ باب مدرستہ الشریف عجلان۔ اس لئے کہ وہ اس جانب ہے۔ فاسیؒ نے بھی اسے اس نام سے موسوم کیا ہے۔ ازرقیؒ نے اسے باب بنی تیم کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں۔

۳۔ باب المجاہدیہ اس کا یہ نام اسی لئے رکھا گیا کیونکہ یہ ملک مجاہد صاحب یمن کے مدرسہ کے پاس تھا۔ فاسی نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ اسے باب الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ ازرقیؒ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اس نے اسے ابواب بنی مخزوم میں شامل کیا ہے اس کی دو گزرگاہیں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴) ۔ باب اجیاد الصغیر۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں ۔ ابن جبیر نے ایسے ذکر کیا ہے۔ اسے باب الخلقیین بھی کہتے ہیں ۔ مجھے اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آ سکا۔ ازرقی نے اسے باب بنی مخزوم کے نام سے ذکر کیا ہے ۔

۵ ۔ باب الصفا اس کی پانچ گزرگاہیں ہیں ۔ فقہاء نے مناسک میں اسے باب بنی مخزوم کے نام سے ذکر کیا ہے ۔ ازرقیؒ نے بھی ایسے ہی ذکر کیا ہے ان دروازوں کو بنی مخزوم کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے گھر اس طرف تھے ۔

۶ ۔ باب البغلۃ ۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں ۔ فاسیؒ نے بھی ایسے بیان کیا ہے ۔ اس کی شہرت کی وجہ مجھے معلوم نہیں ہو سکی ۔ ازرقیؒ نے اسے باب بنی سفیان کے نام سے منسوب کیا ہے ۔

۷ ۔ باب باذان ۔ فاسیؒ نے بھی یہی نام لکھا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ چشمۂ باذان اس کے پاس ہے ۔ اس لئے اس نام سے منسوب ہو گیا ۔ ازرقیؒ نے اسے باب بنی عائذ کے نام سے منسوب کیا ہے ۔ اس کی دو گزرگاہیں ہیں ۔ فاسی کی عبارت میں تسامح ہے ۔ کیونکہ باذان وہ مقام ہے جہاں سے مکہ معظمہ کی نہر گزرتی ہے اور وہاں سیڑھی سے نیچے اُترتے ہیں نہ کہ خود بہنے والی نہر کو باذان کہتے ہیں ۔ ہر وہ مقام جہاں سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترتے ہیں ۔ اور مستطیل ہو اسے اہلِ زبان باذان کے نام سے موسوم کرتے ہیں مکہ مکرمہ میں تین مقامات ایسے ہیں اور تیسرے پر سیڑھی نہیں ہے ۔ ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی سیڑھی اتار لی گئی ہے ۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مکہ کی نہر کو اس وقت باذان کہتے ہوں ۔ بعد ازاں یہ مقام اسی کے نام سے رکھا گیا ہو ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ تسمیۃ الحال باسم المحل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے قبیل سے ہو۔ مسجد کے موجودہ دروازوں کی تعداد یہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے[1] واللہ اعلم

باب بنی شیبہ یہ مقام ابراہیم خلیل اللہ کے پیچھے واقع ہے۔ اس کی شکل نصف دائرہ کی ہے۔ نہایت خوبصورت اور دلکش ہے۔

یہ دو مربع ستونوں پر قائم ہے۔ یہ ستون سنگِ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ ان پر گلکاری اور نقش و نگار کیا ہوا ہے۔ اس کے مشرقی جانب آبِ سنہری سے ہلال کے نیچے یہ لکھا ہوا ہے: "ادخلوھا بسلام آمنین" اور عقد کے اوپر یہ آیت لکھی ہوئی ہے "رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا" اور غربی جہت پر مقام ابراہیمؑ اور خانہ کعبہ کے بالمقابل "اللہ جل جلالہ" لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر "سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین" پھر "محمد علیہ السلام" لکھا ہوا ہے۔

زمانۂ قدیم سے یہ دروازہ اسی حالت میں رہا۔ دورِ جاہلیت اور دورِ نبویؐ میں بھی اس میں کوئی تغیّر و تبدل نہیں ہوا۔ حدیث، سیرت اور تاریخ کی اکثر کتب میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے اور اسی دروازے سے نکلتے تھے[2]

اس دروازے کے متصل خانہ کعبہ کے مجاور شیبہ بن عثمان حجبی کا مکان واقع تھا۔ یہ مکان ان مکانات میں سے تھا جو خلیفہ مہدی عباسی نے آل شیبہ بن عثمان سے خرید کر گرا دیئے تھے۔ اور اسے مسجد حرام کی توسیع میں شامل کر

---

[1] علامہ ازرقی نے اخبار مکہ جلد دوم ص ۸۶ تا ۹۴ پر دروازوں کا مفصل ذکر کیا ہے۔ (مترجم)

[2] اب یہ دروازہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے مکتوبات نظر آتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ یہ ۱۶۴ھ کا واقعہ ہے جب کہ خلیفہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ آیا تھا۔

مسجد حرام میں بڑے اور چھوٹے گنبد

مسجد حرام کی تعمیر جو سن ۹۸۴ھ میں ہوئی اس وقت بڑے اور چھوٹے گنبدوں کی تعداد ۱۵۲ تھی۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مسجد حرام کی مشرقی جانب ۲۴۔ شمالی جانب ۳۶ اور ایک رکن میں جو منارہ الحزورہ سے متصل اور زیادۃ دار الندوہ میں ہے۔ قطب الدین حنفی مکی نے "اعلام" میں یہ سب کچھ ذکر کیا ہے لیکن غربی اور جنوبی جانب اور زیادۃ باب ابراہیم کی جانب کا ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ سہو ناقل سے ہوئی ہے یا مطبع سے۔ حالانکہ میں نے ان کا شمار کیا تو ان کی تعداد مندرجہ ذیل تھی۔

مغربی جانب ایک گنبد

باب ابراہیم پر ۱۵ گنبد

جنوبی جانب ۳۶ گنبد

چھوٹے گنبدوں کی کل تعداد ۲۳۲ ہے

شمالی جانب ۹۵ گنبد

غربی جانب ۴۳ گنبد

جنوبی جانب ۶۴ گنبد

قطب الدین نے "اعلام" میں ان کا ذکر نہیں کیا جو مشرقی جانب ہیں۔ ان کی کل تعداد ۳۱ ہے اور زیادۃ دار الندوہ پر ۲۴ باب السلام کے منارہ کے قریب ۲ اور مسجد کے رکن میں جو باب عمرہ سے متصل ہے ایک گنبد ہے[1]

---

[1] مصنف کی ذکر کردہ تعداد نہ تو بڑے گنبدوں کی برابر ہوتی ہے اور نہ ہی چھوٹے گنبدوں کی۔ بڑے گنبدوں کی تعداد ۱۵۲ لکھی ہے لیکن میزان ۱۱۳ ہے۔ اسی طرح چھوٹے گنبدوں کی تعداد ۲۳۲ لکھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑے اور چھوٹے گنبدوں کی تعداد ۹۸۴ھ سے اب تک یہی ہے۔ واللہ اعلم

مسجد حرام میں توسیعات

پہلی توسیع حضرت امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے ۱۷ھ میں کی۔

دوسری توسیع حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ نے ۲۶ھ میں کی۔

تیسری توسیع حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ۶۵ھ میں کی۔

چوتھی توسیع ولید بن عبدالملک بن مروان نے ۶۹،۷۰ھ میں کی۔

پانچویں توسیع ابو جعفر منصور نے ۱۳۷ھ میں کی۔

چھٹی توسیع خلیفہ محمد مہدی عباسی نے ۱۶۰ھ میں کی۔

ساتویں توسیع دار الندوہ میں توسیع ۲۸۱ھ میں کی گئی۔

خلیفہ عباسی مہدی کی تعمیر کے بعد مسجد حرام میں شمالی جانب توسیع کی گئی اب دور حاضر میں وہ باب الزیادۃ کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس میں چبوترہ ہے اور دالان اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ جگہ دار الندوہ ہے یہ وہی مقام ہے جہاں پر اہل عرب قبل از اسلام اپنی مجالس قائم کیا کرتے تھے۔ اور آپس میں مشورے اور خیر و شر کے فیصلے صادر کرتے تھے۔

آٹھویں توسیع۔ مقتدر باللہ عباسی نے مغربی جانب کی۔

اب وہ رحبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسے باب ابراہیم بھی کہتے ہیں قطب الدینؒ نے "اعلام" میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مقتدر باللہ کی من جملہ خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے مسجدِ حرام میں اضافہ کیا اور باب ابراہیمؑ میں

(بقیہ حاشیہ) ہے لیکن میزان ۵۸۶۲ ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے لکھتے وقت کاتب سے سہو ہوئی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توسیع کی۔ سنجاریؒ[1] نے مزید لکھا ہے کہ اس کی تعمیر کو محمد بن موسیٰ نے سرانجام دیا۔ یہ ۳۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لے کر مقتدر باللہ عباسی کے زمانہ تک مسجدِ حرام کی توسیع مکمل ہو گئی۔ ہمارے موجودہ زمانے تک اپنی اسی شکل پر قائم ہے لیکن وقت کا تقاضا ہے کہ اس میں ترمیم اور اصلاح کی جائے۔ اس کام کی ذمہ داری اہل بست و کشاد پر عائد ہوتی ہے۔

مسجد حرام کی تعمیر

سلاطین چراکسہ نے ۸۲۵ھ بمطابق ۱۴۰۱ء میں کی۔

پھر سلطان قاتیبائی مصر کے بادشاہ نے ۸۸۰ھ بمطابق ۱۳۷۷ھ میں کی۔

پھر سلطان سلیمان نے ۹۷۲ھ بمطابق ۱۵۶۴ء میں کی۔

پھر سلطان سلیم نے ۹۸۴ھ بمطابق ۱۵۷۶ء میں کی۔

پھر سلطان مراد خاں نے مسجد حرام کی تکمیل کی۔ یہ کام ۹۸۴ھ کے آخر میں سرانجام پایا۔

ملک عبدالعزیز آلِ سعود کی تعمیر

جب امام عبدالعزیز بن عبدالرحمان فیصل آلِ سعود نے ملکِ حجاز کا اقتدار سنبھالا تو اسے مسجدِ حرام کی تعمیر و اصلاح کا خیال پیدا ہوا۔ یہ ۱۳۴۴ھ کی بات ہے۔ چنانچہ سابق مدیر اوقاف محمد سعید ابو الخیر نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے مسجد میں

---

[1] سنجاریؒ مکی متوفی ۱۱۲۵ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنگِ مرمر لگوائے اور جہاں مرمّت کی ضرورت تھی مرمّت کروائی۔ اور مسجد کی دیواروں اور فرش پر جہاں کچھ نقص واقع ہوا اسے دُور کرایا۔ اس کے ستونوں کی اصلاح کرائی راستے اور مطاف کا کنارہ اور دروازے مرمّت کئے گئے۔ اور مقام ابراہیمؑ کو سبز روغن سے طلا کیا گیا۔ اسی طرح پیتل کے ستون جو مطاف کے گرد واقع ہیں۔ ان کی اصلاح کی گئی۔ موسمِ حج کی آمد کی وجہ سے یہ تمام کام بہت جلد سرانجام پا گئے۔ پھر ۱۳۴۶ھ کے اوائل میں جناب ملک عبدالعزیزؒ نے مسجد حرام کی داخلی اور خارجی مرمّت کا کام جاری کرنے کا ارادہ کیا اور یہ کام شیخ عبداللہ دہلوی کے سُپرد کیا۔ کیونکہ وہ کئی سال تک نہر زبیدہ کی تعمیر میں کام کرتا رہا تھا۔ اور اپنی حُسنِ کارکردگی میں کافی شہرت پا چکا تھا۔ اور مسجدِ حرام کی تعمیر کے کام کو بخوبی سرانجام دینے کی اہلیت رکھتا تھا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ دہلوی نے سب سے پہلے میٹیریل اور مواد مہیّا کیا۔ اور زبیدہ نہر پر بعض کام کرنے والے لوگوں کی امداد حاصل کی۔ چنانچہ جمادی الاولیٰ کے آغاز میں کام شروع ہوا اور مسجد کے چاروں برآمدوں کے فرش کی اصلاح کی گئی۔ پھر دار الندوہ، باب ابراہیم، عام راستے، مقام اربعہ۔ کے پتھر مطاف کے گرد اور دروازوں کے پتھروں کی مرمّت کی گئی۔ گنبدوں کو اندر اور باہر سے صاف کیا گیا۔ مسجدِ حرام کے دروازوں میں جو لکڑی خستہ ہو گئی تھی۔ اس کی مرمّت کی گئی۔ پھر مسجدِ حرام کی دیواروں، ستونوں وغیرہ کو روغن سے مزین کیا گیا۔ اندر اور باہر ایسا روغن کیا گیا جو ان کے لئے مناسب تھا۔ چنانچہ شیشے کے پتھر بعض سیاہ رنگ سے رنگے گئے۔ کچھ پر زرد رنگ لگایا گیا۔ بعض نارنگی رنگ سے سجائے گئے۔ کچھ پر سُرخ، عنابی اور خاکستری رنگ لگایا گیا۔ سنگِ مرمر کے تمام ستونوں پر پڑی ہوئی گرد و غبار کو دُور کیا گیا۔ اب وہ سفید چمکنے لگے اور ان کا اصلی رنگ ظاہر نظر آنے لگا۔ سلطان عبدالحمید نے ۱۳۱۴ھ میں یہ روغن کئے تھے۔ بعدازاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقریباً تینتیس سال تک کسی نے انہیں پالش اور روغن نہیں کیا۔ قبۂ زمزم کی چھت کی مرمت کی گئی۔ اور اس پر سنگِ مرمر کے سفید پتھر لگوائے گئے۔ اور دیگر مقامات کی طرح سبز روغن لگایا گیا۔ پیتل کے ستون جو مطاف کے گرد واقع تھے جس پر بجلی کے بلب لگے ہوتے تھے سبز روغن سے سجائے گئے۔ ان کے سروں پر سنہری روغن کیا گیا۔ کعبہ شریف کے شاذروان کی مرمت کی گئی اور اس پر چپس لگائی گئی۔ اور پتھروں کے درمیان والی جگہ مضبوط کی گئی۔ اور مسجد حرام کے کنکر اُٹھائے گئے اور ان کی مٹی اور غبار وغیرہ دور کرنے کے بعد مسجد کے صحن میں بچھائے گئے۔

مسجد حرام کا موذنِ اوّلیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرے یعنی حج کے لئے لوگوں کو دعوت دے۔ اس گھر کا حج کریں جس کو تعمیر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کہنے لگے الٰہی! میری آواز تمام لوگوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارا کام آواز دینا ہے۔ آواز پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ ایک بلند مقام پر کھڑے ہو گئے۔ بعض روایات میں ذکر ہے کہ ایک پتھر پر کھڑے ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے آپ صفا پہاڑی یا جبل ابی قبیس پر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر آپ نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ سب سے اونچے پہاڑ پر ہیں۔ اس دن روئے زمین کے تمام لوگ آپ کے لئے اکٹھے کئے گئے۔ جب جنگلوں میں رہنے والے اور پہاڑوں پر رہنے والے سب اکٹھے اور جمع ہو گئے تو اس وقت آپ نے تمام انسانوں اور جنوں کو پیغامِ الٰہی سنایا آپ نے انگلی کان میں داخل کی اور آواز دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یاایھا الناس ان ربکم قد اتخذ بیتا فحجوہ۔

یعنی اے لوگو! یہ تمہارے رب کا گھر ہے اس کا حج کرو۔

یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ پہاڑ آپ کے لئے متواضع ہوئے اور آپ کی آواز تمام روئے زمین پر پہنچ گئی یہاں تک کہ ان لوگوں نے بھی سنی جو ابھی تک شکم مادر یا پشتِ فادر میں تھے۔ ہر انسان، حیوان، پتھر اور درخت وغیرہ نے جو سات زمینوں کے نیچے تھے اور مشرق سے مغرب تک زمین کے کناروں تک رہنے والوں نے جواب دیا "لبیک اللھم لبیک"[1]

بعض علماء نے پیدل چل کر تلبیہ پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے بشرطیکہ چلنے پر قادر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدل چلنے والوں کو سوار ہونے والوں سے مقدم بیان کیا ہے۔ لیکن اکثر علماء کا رُجحان اس طرف ہے کہ سوار کا حج پیدل چلنے والے سے افضل ہے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود استطاعت کے سواری پر حج کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے مؤذن ہیں جنہوں نے حج بیت اللہ کے لئے لوگوں کو بلایا تمام لوگوں نے لبیک کہا اور بہت فوائد حاصل کئے۔ دینی فوائد کے ساتھ ساتھ دنیوی فوائد بھی حاصل کئے۔ آخرت کے منافع تو یہ ہوئے کہ اپنے رب کی اطاعت کر کے اس کی خوشنودی حاصل کی۔ دنیوی منافع یہ ہوئے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔ ایک دوسرے سے محبت کا رشتہ قائم ہوا۔ بدن کے منافع یہ ہوئے کہ مختلف ممالک کے احوال اور وہاں کے باشندوں کی اشکال سے واقفیت حاصل ہوئی اور خاص طور پر ایمانی شوکت کا

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۶۷ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۱۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اضافہ ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ عہد لیا کہ میرے گھر کا طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے جو بیت اللہ کی خاطر اپنی جانوں کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے آتے ہیں۔ گھر کو پاک اور صاف رکھو۔ تاکہ وہ منافع حاصل کریں اور ایام معلومات میں چوپایوں پر اللہ کا نام لیں۔ ایام معلومات سب سے افضل ہیں۔ ان دنوں میں انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مامن ایام اعظم عند اللہ	یعنی ان دس ایام میں جو عمل انسان کرتا ہے
ولا احب الیہ العمل	وہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے
فیھن من ھذہ الایام العشر	اور اس کی نگاہ میں سب سے زیادہ بڑا ہے
فاکثروفیھن من التھلیل	اس لئے ان ایام میں کثرت سے تہلیل تکبیر
والتکبیر والتحمید	اور تحمید کرو۔

امام احمد نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ بیشک یہ دس وہ ایام ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں قسم اٹھائی ہے۔

والفجر ولیال عشر،،

یعنی مجھے فجر اور دس راتوں کی قسم ہے۔

کیونکہ یہ ایام اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین ہیں۔

منبر مسجد حرام مکہ معظمہ کے خلیفے اور امراء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جمعہ کے موقعہ پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تھے۔ اور خانہ کعبہ کے سامنے حجر اسماعیل پر کھڑے ہوتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضہ کے زمانہ تک یہی دستور رہا۔ پھر حضرت معاویہ رضہ نے مسجد حرام میں منبر بنوایا۔ علامہ ازرقی رحہ نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے امیر المومنین حضرت معاویہ رضہ نے منبر پر خطبہ دیا۔ وہ چھوٹا سا منبر تھا۔ اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ جب حضرت معاویہ رضہ حج کرنے کے لئے آئے تو ملک شام سے اپنے ہمراہ مکہ میں لائے۔ اس سے پہلے خلفاء اور حکام جمعہ کے روز خانہ کعبہ کے سامنے حجر اسماعیل پر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے۔

پھر ازرقی رحہ نے لکھا ہے کہ یہ وہ منبر ہے جسے حضرت معاویہ رضہ لائے تھے۔ جب کبھی وہ خراب ہوا تو اس کی مرمت کی گئی۔ اور ہمیشہ اس میں رہا۔ جب ہارون رشید نے حج کیا تو اس نے مسجد حرام کے لئے نو سیڑھیوں والا نقش و نگار کیا ہوا منبر بطور ہدیہ پیش کیا۔ یہ منبر موسیٰ بن عیسیٰ لے کر آیا تھا جو مصر میں گورنر تھا۔ یہ منبر مکہ معظمہ میں رہا۔ سابقہ منبر عرفہ میں بھیج دیا گیا۔ پھر واثق عباسی نے تین منبر بنوائے۔ ایک مکہ معظمہ میں رکھا دوسرا منیٰ میں اور تیسرا عرفات کے میدان میں[1]

تقی فاسی[2] نے کہا ہے کہ یہ تمام اخبار منبر کے متعلق ازرقی رحہ نے بیان کی ہیں۔ اور فاکہی[3] نے بھی بیان کیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ منتصر بن متوکل عباسی نے جب اپنے باپ کی خلافت کے عہد میں حج کیا تو ایک بہت بڑا منبر بنایا اور مکہ معظمہ

---

[1] اخبار مکہ جلد ۲ ص ۹۹

[2] ان کا اصل نام تقی الدین فاسی ہے۔ ان کی وفات ۸۳۲ھ میں ہوئی۔ ان کی ایک غیر مطبوعہ کتاب "تاریخ العقد الثمین" ہے۔

[3] ان کا پورا نام محمد بن اسحاق فاکہی ہے یہ "خلاصہ تاریخ مکہ" کے مصنف ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اس پر خطبہ دیا۔ پھر واپس چلا آیا اور منبر کو وہیں چھوڑ دیا۔ پھر تقی فاسی[1] نے کہا کہ بعد ازاں مسجدِ حرام کے متعدد منبر بن گئے۔ ان میں سے ایک اس کے وزیر مقتدی عباسی کا بنایا ہوا تھا۔ یہ منبر بہت عظیم تھا۔ اس پر ایک ہزار دینار خرچ ہوا۔ جب یہ منبر مکہ معظمہ پہنچا تو جلا دیا گیا کیونکہ یہ خلیفہ مقتدی کی خاطر آیا تھا تاکہ وہ اس پر خطبہ دے۔ لیکن اہلِ مصر کو یہ ناگوار گزرا اس لئے انہوں نے اسے جلا دیا۔ انہوں نے مستنصر عبیدی صاحب مصر کے حق میں خطبے دیئے اور منبر کو نذرِ آتش کر دیا۔ ایک وہ منبر ہے جسے ملک اشرف تاتیبائی کے دورِ حکومت میں بنایا گیا یہ بھی صاحب مصر نے شعبان ۷۶۶ھ میں بنوایا۔ ان میں سے ایک وہ منبر ہے۔ جو ملک ظاہر برقوق صاحب مصر نے ۷۹۷ھ میں بھیجا۔ وہ ابھی تک باقی ہے۔ اس پر کھڑے ہو کر تمام خطیب خطبہ دیتے رہے اس منبر کے مکہ پہنچنے کے بعد اس میں کئی مرتبہ درستی اور اصلاح کی گئی۔ ایک وہ ہے جسے منبرِ حسن کہتے ہیں یہ ملک مؤید صاحب مصر نے ۸۱۸ھ میں حج کے موقعہ پر بھیجا۔ اس پر سات ذی الحجہ کو خطبہ دیا گیا۔ سابقہ منبر پر خطبہ دینا ترک کر دیا گیا۔ منبر اشرف پر اکتیس سال خطبہ ہوتا رہا۔

قطب الدین رح حنفی مکی نے اپنی کتاب "الاعلام" میں وہ تمام لکھا ہے جو فاسی رح نے ذکر کیا ہے۔ اور منبر کے متعلق جو مقتدی عباسی لایا تھا مزید لکھا ہے کہ اس نے بغداد سے بھیجا تھا۔ اور اس پر آبِ زر سے مندرجہ ذیل عبارت منقوش تھی:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ الامام المقتدی باللہ امیر المومنین۔

اس پر ایک ہزار دینار خرچ آئے "تحصیل[2] المرام" میں منبر مذکور کے متعلق ذکر ہے

---

[1] مصنف نے تقی عباسی لکھا ہے لیکن کوئی ایسا آدمی مورخ نہیں گزرا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کی سہو ہے
[2] تاریخ تحصیل المرام صباغ مکی کی تصنیف ہے جو ۱۳۲۱ھ کو فوت ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب یہ منبر مکّہ معظمہ پہنچا تو مصریوں نے اسے جلا دیا۔ ان کی اس کارروائی کا امیر مکّہ محمد بن جعفر نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے ملوک مصر کے خلاف خطبہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اور ملوک بنی عباس کے حق میں خطبہ کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے تقریباً ایک صدی سے اہلِ مصر خطبہ دینے پر فائز تھے اور مصریوں کے علاوہ کسی کو خطبہ دینے کا حق نہیں تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مستنصر عبیدی صاحب مصر کے حق میں خطبہ دیا جائے۔ چنانچہ اس کے حق میں خطبہ دیا گیا۔ بعد ازاں کبھی بنو عباس خطبہ دیتے اور کبھی ملوک مصر کو خطبہ کے لئے کہا جاتا تھا۔ جو خانہ کعبہ کے لئے بڑا عطیہ پیش کرنا اسے آگے لے آتے تھے۔ "اتحاف الوری باخبار ام القریٰ" میں نجم الدین بن فہد قریشی نے ذکر کیا ہے کہ ۷۹۷ھ میں صاحب مصر نے اس منبر کے عوض جو ابن حسین نے ۷۶۶ھ میں بنایا ایک اور منبر خطبہ دینے کے لئے بھیجا۔ یہ منبر حج کے موقع پر پہنچا اور ۷۹۸ھ میں حج کے موسم میں اس پر خطبہ دیا گیا۔

۸۱۵ھ میں شیخو صاحب مصر نے ایک لکڑی کا منبر بنا کر بھیجا۔ اس پر یوم ترویہ کو خطبہ دیا گیا۔ ابن فہد قرشی نے کہا ہے کہ ۸۶۶ھ میں قاہرہ سے ایک قافلہ مکّہ معظمہ آیا تھا۔ اس قافلہ کے اگلے حصّے میں مصری لوگ تھے وہ ایک منبر کو اٹھائے ہوئے تھے جو ملک ناصر خشقدم نے بھیجا تھا۔ اسے بدھ اور جمعرات کے دو ایام میں جوڑا گیا اور جمعہ کو مکمّل ہوا۔ پھر اس پر جمعہ کا خطبہ دیا گیا۔ ۸۷۷ھ میں ملک اشرف قائتبائی ظاہری نے ایک لکڑی کا منبر بنا کر بھیجا۔ اس پر ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو خطبہ دیا گیا۔ "تحصیل المرام" میں مذکور ہے کہ ۲۵ ذی قعدہ ۸۷۹ھ میں مکّہ مکرمہ میں ایک لکڑی کا منبر لایا گیا۔ اسے باب السلام سے داخل کیا گیا اور مطاف کے پاس لایا گیا۔ اس پر خطیب نے اوّل ذی الحجہ کو خطبہ دیا۔ ان مذکورہ منبروں میں اب کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ اب صرف وہ منبر موجود ہے جسے سلطان سلیمان خان نے بنوایا تھا۔ یہ منبر لکڑی کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے آخری منبر ہے جو مسجدِ حرام کے لئے بنوایا گیا۔ اب اس کے کچھ حالات سُنئے۔ اس منبر کو ۹۶۶ھ میں سلطان سلیمان خاں بن سلیم خاں نے خانہ کعبہ بھیجا تھا۔ یہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے پتھر سفید اور چمکیلے ہیں۔ وہ اب تک مسجدِ حرام کے صحن میں کعبہ شریف کے سامنے موجود ہے۔ یہ خانۂ خدا سے مشرقی جانب اور مقام ابراہیم سے شمالی جانب قائم ہے۔ اس منبر کی تیرہ سیڑھیاں ہیں یہ حُسن وزیبائش میں بے نظیر ہے۔ اس کے اُوپر والے حصّے میں چبوترہ ہے۔ اس کے اُوپر چار ستونوں پر گنبد ہے جو مستطیل شکل کا ہے۔ یہ نہایت مضبوط لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ اس پر نقرئی تختیاں لگی ہوئی ہیں جن پر آبِ زر سے ملمع کیا ہوا ہے۔ دیکھنے والا یوں محسوس کرتا ہے گویا کہ خالص سونا اس میں ڈھالا گیا ہے۔ اس مربع شکل کے گنبد پر ۳۸۸ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کا روغن نہیں اترا کیونکہ اس پر سونے کا ملمّع کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔ اس منبر کی بلندی صحن مطاف سے ہلال قبّہ تک تقریبًا بیس ہاتھ یا تقریبًا بارہ میٹر ہے۔ اس کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ موسم سرما ہو یا گرما خطیب کو دھوپ نہیں لگتی۔ اسے دیکھنے سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اسے بنانے والا بہت بڑا ماہر و حاذق اور پختہ کار ہے۔ کیونکہ یہ ——— جواہرات یا گوہرِ شاہوار سے مرصع ہے۔ اس منبر کے مغربی جانب جو خانۂ خدا سے بالکل قریب ہے لکھا ہوا ہے:

الحمد للہ رب العالمین، قد بنی سلیمان منبر البلد الامین وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صدق اللہ جل اسمہ ۹۶۶ھ

قاضی صلاح الدین بن ظہیرہ قرشی مکّی نے اس منبر کی تاریخ نظم میں لکھی ہے:

ان ذا المنبر الذی ——— قد حوی الحسن کلہ

ھاک تاریخ الذی ——— شہد الخلق فضلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لسلیمان منبرا ——— بالدعاء شاهد لہ

یعنی بیشک یہ منبر جو ہر قسم کے حُسن وزیبائش سے آراستہ ہے ۔ اس منبر کی تاریخ یہ ہے جس کی مخلوق نے فضیلت بیان کی ہے ۔ یہ سلطان سلیمان کا بنایا ہوا منبر ہے ۔ یہ اس کے لئے دُعا کرتا ہے ۔ ۹۶۶ھ

علی بن عبدالقادر طبریؒ نے "دارج مسکی" میں لکھا ہے کہ اس منبر کی متعدد تاریخیں نظم ونثر میں لکھی جا چکی ہیں ۔ منجملہ ان میں سے شیخ علامہ علی بن حسین حضرمی کے مندرجہ ذیل ابیات ہیں ۔

انظر الی منبر منیر ۔ اشرق فی الخافقین بدره ۔ عمره ملك البرايا ۔ خليفة الله جل ذكره اعنى سليمان مولى ۔ من آل عثمان طال عمره ۔ تاريخة قل اله اقبل ۔ بنا سليمان عز نصره ۔

اس روشنی کرنے والے منبر کو تو ذرا دیکھو جس کا چاند دونوں کناروں پر چمک رہا ہے ۔ مخلوق کے بادشاہ نے اسے تعمیر کیا جو اللہ جل شانہ کا جانشین ہے ۔ یعنی سلطان سلیمان جو آل عثمان میں سے ایک بادشاہ تھا اس کی عمر دراز ہو ۔ اس کی تاریخ لکھ دو اللہ تعالےٰ نے ہمیں سلیمان کی طرف متوجہ کیا ہے ۔ اس کی مدد غالب آئے ۔

اس پر سب سے پہلے سیّد ابو حامد بخاری نے عید الفطر کا خطبہ دیا ۔ ۲۲، ذی الحجہ ۱۰۲۰ھ کو منبر کا ہلال جوڑا گیا ۔ جو سلطان احمد خاں نے بھیجا تھا ۔ سنجاریؒ[1] نے بیان کیا ہے کہ منبر کے بالائی حصّہ میں اینٹیں لگی ہوئی تھیں ۔ اسے گرایا گیا ۔ پھر اس پر آبِ زر سے ملمّع کی ہوئی چاندی کی تختیاں جوڑی گئیں یہ کام ۲۴ ذوالحجہ[2]

---

[1] سنجاریؒ مکی متوفی ۱۱۲۵ھ نے اپنی کتاب "تاریخ منائح الکرم" میں بیان کیا ہے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو ختم ہوا۔

حضرت معاویہ رضؓ کے زمانہ سے سلیم[1] خاں عثمانی کے آخری منبر تک میں نے اپنی معلومات کا ذخیرہ بیان کر دیا ہے۔ موجودہ منبر سلطان سلیمان بن سلیم خاں کا ہے اور اپنی اصلی حالت میں ابھی تک موجود ہے۔ مسجدِ حرام کی اصلی زینت رہی ہے۔ اس میں کوئی کمزوری یا خرابی واقع نہیں ہوئی۔ یہ سلطان سلیمان بن سلیم خاں کی ایک ہمیشہ باقی رہنے والی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نیکی کرنے والے کو ہی اس کی نیکی کی افضل جزا عطا کرے۔

فرشتوں کی حفاظتِ حرم

تاریخ ازرقی میں لکھا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام پر بڑی مصیبت واقع ہوئی یعنی جنت سے نکالے گئے اور زمین پر پھینکے گئے تو بہت رویا کرتے تھے اور ہمہ وقت غمگین رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی آہ و بکا سن کر فرشتے بھی رونے لگے۔ ان حالات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلّی و تشفی کی خاطر جنت سے ایک خیمہ بھیجا جسے مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی جگہ رکھا گیا۔ اس وقت خانۂ خدا معرضِ وجود میں نہیں آیا تھا۔ یہ خیمہ جنت کے سُرخ یاقوتوں میں سے ایک یاقوت تھا۔ اس میں خالص سونے کی تین قندیلیں تھیں۔ اس میں جنت کے نور سے ایک نور شعلہ زن تھا۔ نیز حجرِ اسود بھی اس کے ہمراہ اتارا گیا۔ وہ اس دن جنت کے پتھروں میں سے ایک سفید یاقوت کی طرح تھا۔ یہ حضرت آدمؑ کی کرسی کا کام دیتا تھا۔ وقتاً فوقتاً آپ اس پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

---

[1] موجودہ منبر سلطان سلیمان بن سلیم خاں کا ہے نہ کہ سلیم خاں کا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب سے سہواً سلیمان کا نام رہ گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب آدم علیہ السلام مکہ میں مقیم ہو گئے تو اس خیمہ کی حفاظت فرشتے کرتے تھے اور زمین کے باشندگان کو اس سے بھگا دیتے تھے۔ اس وقت زمین پر جن و شیاطین کی رہائش تھی۔ ان کے لئے جنت کی کسی چیز کو دیکھنا جائز نہیں تھا۔ جو شخص جنت کی کوئی چیز دیکھ پاتا تو وہ اس کی ہو جاتی تھی۔ زمین اس دقت بالکل پاک صاف تھی۔ اس میں نہ تو نجاست اور پلیدی کا نام و نشان تھا اور نہ ہی کسی نے کسی کا خون بہایا تھا۔ گناہوں کی آلودگی سے زمین بالکل پاک و صاف تھی۔ اس لئے زمین پر فرشتے رہتے تھے۔ اور وہ زمین میں یوں رہتے تھے جیسے کہ اب آسمان میں فرشتے رہتے ہیں۔ شبانہ روز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے تھے۔ اور ایک پل بھر کے لئے بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ وہ حدودِ حرم شریف پر دائرہ کی شکل میں صف باندھے کھڑے رہتے تھے۔ حرم شریف ان کے آگے تھا اور حِل پیچھے تھا۔ کسی جن یا شیطان کو وہاں سے گزرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ فرشتوں کے وہاں قیام کی وجہ سے آج تک حرم شریف کو حرمت والا قرار دیا گیا۔ جہاں فرشتے کھڑے ہوتے وہیں حدودِ حرم مقرر کی گئیں۔ جنت میں گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حوّا پر حرم کا داخلہ ممنوع قرار دیا[1] حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خیمہ کو دیکھنا بھی منع تھا۔ چنانچہ اپنی موت تک اسے حضرت آدمؑ کا خیمہ اور حرم دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جب آدم علیہ السلام اسے ملنا چاہتے تو حرم سے باہر نکل آتے اور اس سے ملاقات کرتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خیمہ وہیں رہا حتیٰ کہ آپ دنیا

---

[1] قرآنِ پاک تو اس بات پر شاہد ہے کہ دونوں نے ارتکاب جرم کیا ہے جیسے کہ ربنا ظلمنا میں جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے اور فا کلا منہا میں بھی تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس لئے علامہ ارزقی کا صرف حضرت حوا علیہا السلام کو مرتکب جرم ٹھہرانا محلِ نظر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے چل بسے۔ پھر اس خیمہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے اُٹھالیا۔ بعدازاں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد نے مٹی اور پتھر کا مکان بنایا۔ پھر طوفان نوح سے ناپید ہو گیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے نبی بنا کر بھیجا تو آپ نے اس کی بنیاد تلاش کی۔ جب وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی جگہ ایک بادل کے ذریعے سایہ کر دیا۔ یہ بیتِ اوّل کی بنیاد تھی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی تلاش میں رہے تاکہ بنیادوں کو اُونچا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنیادوں کو اونچا کر دکھایا اور بادل چھٹ گیا۔ یہ ہے اللہ تعالےٰ کا قول "واذ بوأنا لابراہیم مکان البیت"۔ یعنی بادل جو بنیادوں پر آکر ٹھہر گیا۔ تاکہ بنیادوں کی راہنمائی کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء میں مصروف رہے[1]

مسجدِ حرام کا ذکر قرآن کریم میں

حضرت سید علوی مالکی نے قرآن کریم میں پندرہ ایسے مقامات بیان کئے ہیں جہاں پر مسجد حرام کا ذکر ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اتا ۶ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۹۱، ۱۹۶، اور ۲۱۷ نمبر ۷ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۲ نمبر ۸ سورۂ انفال آیت نمبر ۳۴ نمبر ۹ تا ۱۱ سورۂ توبہ آیت نمبر ۷، ۱۸، ۲۸، نمبر ۱۲ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱، نمبر ۱۳ سورۂ حج آیت نمبر ۲۵، نمبر ۱۴ تا ۱۵ سورۂ فتح آیت نمبر ۲۵، ۲۷

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معانی اسم مذکور میں شامل ہیں۔ جیسے کہ قرآن پاک اس پر دلالت کرتا ہے لیکن اہلِ عرب جب کہتے ہیں "اعتکفنا فی المسجد الحرام ودخلنا المسجد الحرام وصلینا فی المسجد الحرام" تو اس سے مراد وہ

---

[1] اخبارِ مکہ جلد ۲ ص ۱۲۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معروف مسجد ہے جس کا مسجد ہونا ثابت ہے جس میں حائضہ اور نفاس والی کا داخلہ ممنوع ہے۔ اور حرم کی مساجد میں سے خاص کی گئی ہے۔ اس کے فضائل خانہ کعبہ اور اس کے گرد طواف کے باعث ہیں۔ ہاں البتہ مسجد کی خصوصیات جو مسجدِ حرام کے لئے ثابت ہیں وہ تمام حرم کی مساجد پر مشتمل ہیں۔ اور وہ بکثرت ہیں۔ جن کا ذکر کتب احادیث اور فقہ میں موجود ہے۔ ہم ان میں سے جو اہم اور زیادہ مشہور ہے، یعنی خانہ کعبہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

کعبہ شریف

سعید بن مسیب کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے معرض وجود میں آنے سے چالیس سال پہلے کعبۃ اللہ پانی پر ایک بُلبُلا کی مانند تھا۔ پھر اس سے تمام زمین پھیلائی گئی۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پیشتر عرشِ الٰہی پانی پر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیز و تند ہوا بھیجی۔ اس نے پانی کو دھکیلا اور خشفہ کو ظاہر کیا۔ خشفہ ایک پتھر ہے جو زمین پر پودوں کی طرح نشوونما پاتا ہے۔ یہ جگہ بیت اللہ کی تھی۔ اس وقت وہ ایک گنبد کی مانند تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نیچے سے تمام زمین پھیلائی۔ پھر اس پر پہاڑ گاڑ دیئے۔ سب سے پہلا پہاڑ ابو قبیس تھا۔ مکہ معظمہ کو اسی لئے ام القریٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[2]

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۱ [2] ایضاً ص ۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجاہد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی جگہ کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بنایا اور اس کی بنیادیں ساتویں زمین کے نیچے تک ہیں۔[1]

خانہ خدا کا بیت المعمور کی مانند ہونا

علی بن حسین سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے ایک گھر تیار کیا ہے۔ اس کے زمرد کے چار ستون ہیں۔ ان سب کو ایک سُرخ یاقوت ڈھانپے ہوئے ہے۔ اس گھر کا نام ضراح ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس گھر کا طواف کرو اور عرش معلیٰ کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سُن کر فرشتوں نے اس گھر کا طواف کیا اور عرشِ الٰہی کو چھوڑ دیا۔ یہ گھر بیت المعمور ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ بعدازاں اس میں نہیں آتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا اور انہیں کہا کہ زمین میں اس کی مانند ایک اور گھر تیار کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کی مخلوق کو حکم دیا کہ اس کا طواف کرو جس طرح آسمانی مخلوق بیت المعمور کا طواف کرتی ہے۔[2]

مقاتل سے روایت ہے کہ بیت المعمور کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر شام کے وقت اترتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں۔ اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آئیگی۔

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے لوگوں سے کہا مجھ سے سوال کرو جو کرنا

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل صـ۳۲
[2] 〃 〃 صـ۴۹
[3] 〃 〃 صـ۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہو۔ پھر کہا مجھے پروردگار کی قسم ہے کہ قیامت تک جو واقعات رونما ہونے والے ہیں۔ ان میں سے جس کے متعلق تم سوال کرو۔ گے اس کی خبر دوں گا۔ اور کتاب اللہ کے متعلق مجھ سے سوال کرو۔ بخدا! میں ہر آیت کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہوں مجھے یہ بھی علم ہے کہ یہ آیت رات کو نازل ہوئی یا دن کے وقت، جنگل میں نزول ہوا یا پہاڑ پر۔

ابن کوا نے اُٹھ کر سوال کیا کہ آپ بیت المعمور کے متعلق بتائیے کہ وہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا سات آسمانوں سے اوپر عرشِ الٰہی کے نیچے ایک مکان ہے۔ اس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ ان کی قیامت تک دوبارہ داخلہ کی باری نہیں آئے گی۔[۱]

حضرت آدمؑ کا تعمیر کعبہ، حج اور طواف

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنّت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا تو اس کا سر آسمان سے لگتا تھا۔ اور اس کے پاؤں زمین پر تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کشتی کی طرح لرزتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا قد چھوٹا کر دیا جو صرف ساٹھ ہاتھ تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں التجا کی کہ الٰہی! مجھے فرشتوں کی آواز کیوں سُنائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے آدمؑ تو اپنی غلطی کی بدولت محروم ہوا ہے۔ پھر حکم دیا جاؤ میرا ایک گھر تیار کرو اور اس کے گرد طواف کرو اور مجھے یاد کرو جس طرح فرشتوں کو میرے عرش کے ارد گرد طواف کرتے تو نے دیکھا۔ یہ حکم سن کر حضرت آدم علیہ السلام تعمیل کرنے کے لئے

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد چہارم، روح المعانی جزء ۲۷ پر صرف بیت المعمور کا ذکر ہے اس سے پہلا حصّہ کہ جس میں قیامت تک کے واقعات جاننے کا ذکر ہے کسی مرفوع اور صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اخبار مکہ جلد ا ص ۵۰ پر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متوجہ ہوئے اور چلنے لگے۔ زمین آپ کے لئے اکٹھی کر دی گئی۔ جنگل لپیٹے گئے حتیٰ کہ ایک جنگل ایک قدم میں طے کر لیتے تھے۔ پانی اکٹھا کیا گیا۔ گہرا پانی یا سمندر کا پانی ایک قدم میں عبور کر لیتے تھے۔ پانی اکٹھا کیا گیا۔ جہاں پر آپ قدم رکھتے وہ آباد ہو جاتا اور بابرکت ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ مکہ معظمہ میں پہنچے تو وہاں پر آپ نے بیت الحرام کی تعمیر کی، حضرت جبریل امین نے اپنا پاؤں مار کر زمین کے نیچے سے بنیاد ظاہر کر دی۔ اس میں فرشتوں نے اتنے بڑے بڑے پتھر پھینکے کہ تیس آدمی مل کر ایک پتھر کو[1] اٹھا نہیں سکتے تھے۔ خانہ کعبہ پر مندرجہ ذیل پانچ پہاڑوں کے پتھر لگائے گئے:

۱۔ طور ۲۔ زیت

۳۔ طور سینا ۴۔ جودی

۵۔ حراء

پھر زمین کی سطح ہموار کی گئی۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے بیت اللہ کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز پڑھی اور طواف کیا۔ پھر طوفانِ نوحؑ آیا۔ وہ طوفان کیا تھا وہ تو غضبِ الٰہی تھا۔ جہاں پر یہ طوفان پہنچا حضرت آدمؑ کی اولاد ختم ہو گئی۔ سندھ اور ہند میں طوفان نہیں آیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس کی بنیادوں کو بلند کیا۔ بعد ازاں قریش نے اسے تعمیر کیا۔ یہ بیت المعمور کے بالمقابل ہے۔ اگر بیت المعمور سے کوئی چیز گرے تو بیت اللہ پر واقع ہو گی۔

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۶

[2] تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۶۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ازرقی رحہ نے لکھا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے حجرِ اسود سے دُور ہونے کی وجہ سے وحشت محسوس کی تو اسے حکم ہوا کہ حج کرو۔ چنانچہ آپ نے حج کیا۔ آپ سے فرشتے ملے اور کہا تیرا حج پاک ہے اے آدم! ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس کا گھر کا حج کیا ہے۔

تقی فاسی رح نے "شفاء الغرام" میں بیہقی سے روایت کیا ہے کہ اس نے دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل ؑ کو آدم ؑ اور حوا ؑ کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ میرا ایک گھر تیار کرو۔ حضرت جبریل ؑ نے ایک لکیر کھینچی اور حضرت آدم ؑ کھودنے لگے، مائی حوا مٹی اُٹھا کر پھینکنے میں مصروف ہوئی۔ یہاں تک کہ سطح پانی تک پہنچ گئی۔ نیچے سے آواز آئی کہ اے آدم ؑ بس کافی ہے۔ پھر جب اُسے بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ اس کا طواف کرو۔ اسے بتایا گیا کہ تو سب سے پہلا انسان ہے۔ اور یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ پھر زمانے بدلتے رہے حتیٰ کہ حضرت نوح ؑ کا زمانہ آیا تو انہوں نے حج کیا۔ پھر زمانے تبدیل ہوتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم ؑ کا زمانہ آیا تو اُنہوں نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا۔[1]

حضرت آدم کا حج اور دعا برائے اولاد

علامہ ازرقی رح نے عثمان بن ساج سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی ہر مزدور کو مزدوری ملتی ہے اور میری بھی مزدوری ہے۔ فرمایا ہاں۔ تو بھی مجھ سے مانگ لے۔

---

[1] یہ حدیث مفردات ابن لہیعہ میں سے ہے اور یہ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث مذکور نہیں جس میں حضرت آدم ؑ کو خانہ کعبہ کا اولیں معمار شمار کیا گیا ہو۔ (ابن کثیر جلد اول ص ۱۰۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے دُعا کی اے میرے پروردگار تو نے مجھے جہاں سے نکالا ہے وہیں واپس لوٹا دے۔ جواب ملا ہاں تمہاری دعا مقبول ہوئی۔ پھر دُعا کی اے میرے پروردگار میری اولاد میں سے جو شخص اس گھر کو آئے اور اپنے نفس پر گناہوں کا اقرار کرے جیسے میں نے اقرار کیا ہے۔ ایسے آدمی کی بخشش فرما۔ جواب ملا تمہاری یہ دُعا مقبول ہوئی۔[1]

اسی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ سے فرمایا جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے میں نے تمہیں بخش دیا لیکن تمہاری اولاد میں جو شخص اس گھر میں گناہوں کے ساتھ آیا اور اپنے معاصی اور خطاؤں کا اقرار کیا تو صرف اسے بخشوں گا۔[2]

اسی سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ تم بیت اللہ کے گرد کیا پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اس میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا اضافہ کرو۔ تو فرشتوں نے اس میں اضافہ کیا۔ جب حضرت آدمؑ طواف کرتے تھے تو مندرجہ بالا کلمات پڑھتے تھے۔ حضرت آدمؑ سات ہفتے رات کو اور پانچ ہفتے دن کو طواف کرتے تھے۔ نافع نے کہا کہ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔[3]

اسی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی سلیمان نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدمؑ

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۴۴
[2] اخبار مکہ جلد اول ص ۴۴
[3] " " ص ۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب آسمان سے اترے تو انہوں نے بیت اللہ کے سات طواف کئے۔ پھر کعبہ شریف کے دروازے کے سامنے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر ملتزم کے پاس آئے اور یہ دعا کی:

اللھم انک تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم مافی نفسی وما عندی فاغفرلی ذنوبی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی والرضا بما قضیت لی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی اور کہا اے آدمؑ تو نے مجھ سے کئی دعائیں کی ہیں میں نے تیری دعاؤں کو قبول کر لیا ہے۔ جو شخص تیری اولاد میں سے دعا کرے گا میں اس کے غم دور کروں گا اور اس کی تنگی کے لئے کفایت کروں گا اور اس کا فقر دور کروں گا۔ اسے غنی کروں گا اور ہر تاجر آدمی کی تجارت اس سے پیچھے رہ جائے گی دنیا اس کی جانب رغبت کرتی ہوئی آئے گی خواہ وہ دنیا کو چاہے یا نہ چاہے اس نے کہا جب حضرت آدمؑ نے طواف کیا تو اس وقت سے طواف سنّت قرار پایا۔[۱]

پھر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرنے کے بعد حج کیا۔ آپ کو فرشتے طواف کرتے ہوئے ملے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم طواف میں کیا پڑھتے ہو۔ جب انہوں نے آپ کو اپنا وظیفہ بتلایا تو آپ نے فرمایا اس میں "العلی العظیم" کا اضافہ کرو۔ چنانچہ فرشتوں نے ایسا ہی کیا۔

یونس بن بکیر سے روایت ہے وہ عروہ بن زبیر سے بیان کرتا ہے اس نے بتایا کہ ہودؑ اور صالحؑ کے ماسوا جو نبی بھی ہوا اس نے حج کیا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے کہا

۱؎ اخبار مکہ جلد اول ص ۴۴

۲؎ " " ص ۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس سے مقصود اس مقام اور زمین کے اس ٹکڑے کا حج کرنا ہے خواہ اس کی بنیاد مکمل نہیں ہوئی تھی۔[1]

فرشتوں کا طواف

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ان کے سر پر ایک سرخ غبار آلود پٹی تھی ایک روایت میں سبز کا ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روح الامین سے دریافت کیا کہ یہ غبار کیسا ہے جو آپ کی پٹی پر نظر آ رہا ہے۔ حضرت جبریلؑ نے جواب دیا کہ میں نے بیت اللہ کی زیارت کی۔ رکن کے مقام پر فرشتوں کا ازدحام تھا۔ یہ غبار جسے آپ دیکھ رہے ہیں فرشتوں کے پروں سے اڑا ہے۔

عثمان بن یسار اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ مجھے خبر پہنچی اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کے لئے فرشتہ کو زمین پر بھیجتا ہے تو وہ بیت اللہ کے طواف کی اجازت طلب کرتا ہے۔ پھر عرش سے احرام باندھ کر تلبیہ پکارتا ہوا نیچے آکر حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے۔ پھر سات طواف کرتا ہے اور اس کے اندر دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اُوپر چلا جاتا ہے۔[2]

لیث بن معاذ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گھر پندرہ گھروں میں سے ایک ہے۔ ان میں سے سات آسمانوں پر عرش تک ہیں۔ اور سات زمین کے نیچے تک ہیں۔ اور سب سے اُوپر والے کا نام بیت المعمور ہے جو عرش سے متصل ہے۔ ہر گھر کا حرم ہے جیسا کہ اس کا گھر کا ہے۔ اور ہر گھر کے لئے

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۱۶
[2] ص ۳۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آسمان اور زمین والوں میں سے ایسے آدمی ہیں جو اسے آباد کرتے ہیں جیسا کہ اس گھر کو آباد کرتے ہیں۔

ازرقیؒ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ آسمان سے ایک مجوف یاقوت اتارا اور حضرت آدمؑ سے کہا کہ یہ میرا گھر ہے۔ میں نے اسے تیرے ہمراہ اتارا ہے اس کے اردگرد یوں طواف ہوگا جس طرح کہ میرے عرش کے گرد طواف ہوتا ہے اور اس کے گرد یوں نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے گرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے ہمراہ فرشتے بھی نازل ہوئے۔ انہوں نے اس کی بنیادوں کو پتھر سے بلند کیا پھر اس پر بیت اللہ رکھا گیا۔[1]

کعبۃ اللہ کا اندرونی حصہ

اب خانہ کعبہ کے اندرونی حصہ کے حالات آپ کے پیشِ خدمت ہیں۔ اس کے درمیان تین بلند ستون ہیں۔ یہ مضبوط لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کا قطر تقریباً نصف میٹر ہے۔ اس کی لکڑی کا رنگ سُرخ زردی مائل ہے۔ ۱۳۰۴ھ میں اس کا نیچے کا حصہ پھٹ گیا تھا۔ پھر ۱۳۱۴ھ میں تینوں ستونوں کے لئے لکڑی کے دائرے بنائے گئے۔ یہ لکڑی طاب (ایک درخت کا نام) کی لکڑی کے مشابہ تھی۔ جہاں سے ستون پھٹا تھا..... وہاں سے لے کر تقریباً ۱½ میٹر کعبہ کی زمین سے بلند بنایا گیا۔ ان ستونوں کے اردگرد پھر

---

[1] ابراہیمی تعمیر سے پیشتر تعمیر کعبہ کی روایات یا تو بعض صحابہ اور تابعین کے اقوال ہیں یا ایسی احادیث ہیں جو ائمہ حدیث کے نزدیک درجۂ صحت سے گری ہوئی ہیں۔ اس لئے کعبہ شریف کے بانی حضرت ابراہیمؑ ہیں (الفلاح)۔ ابی آخبار مکہ جلد اول ص ۴۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بند باندھا گیا ور اس پر کیل ٹھونک دیئے گئے۔ یہ تینوں ستون حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بنائے ہوئے ہیں۔ تیرہ صدیوں سے یوں ہی چلے آتے ہیں۔ اب تک یہ پوری طرح مضبوط اور سخت ہیں۔ یادگارِ قدیمہ میں سے ایک بہت بڑی یادگار شمار ہوتے ہیں۔

کعبہ شریف کے اندر زمین کا فرش سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ یہ پتھر اکثر سفید ہیں اور کچھ رنگین بھی ہیں۔ خانہ کعبہ کی اندرونی دیواروں کے حصّہ پر رنگدار سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔ اس میں نقش و نگار کیا ہوا ہے۔ اس کے اندرونی حِصّے پر سُرخ گلابی رنگ کا ریشمی غلاف ہے۔ اس پر سفید دھاگے سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ جل جلالہٗ" دال کی شکل میں بنا ہوا ہے یا ہندسہ ۸ کی شکل میں بنا ہوا ہے۔ پھر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ہندسہ ۸ کی شکل میں ہے۔ پھر دائرہ کے اندر "یا حنان، یا سلطان، یا منان، یا سبحان" لکھا ہوا ہے۔ یہ تمام ہندسہ ۸ کی شکل میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس کی چھت اور چاروں دیواریں اس غلاف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ اس کے غلاف کا رنگ پرانا ہونے کے باعث تبدیل ہو چکا ہے۔ دیکھنے والے کو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سبز یا خاکستری رنگ ہو۔ اس لئے کہ سلطان عبدالعزیز کے آخری عہد حکومت میں سنہ ۱۲۹۰ھ میں بنایا گیا۔ اب تک اس پر ۸۷ سال گزر چکے ہیں۔ سیڑھی کے دروازہ پر جو کعبہ شریف کی سطح تک ہے سیاہ رنگ کا پردہ ہے۔ یہ ریشمی غلاف ہے۔ اس پر سونے اور چاندی کی تاروں سے بیل بوٹے بنائے گئے ہیں۔ یہ کعبہ شریف کے دروازہ کے غلاف کی مانند ہے۔

خانہ کعبہ کا بیرونی منظر

خانۂ خدا کے داخلی اور خارجی حصّہ اور اس کی بلندی کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں۔ علامہ ازرقی رح نے کہا ہے کہ کعبہ شریف کی پیمائش باہر کی جانب سے آسمان کی طرف بلندی میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۷ ہاتھ ہے۔ سامنے کی طرف رکن شامی کی جانب سے ۲۵ ہاتھ ہے اور رکن یمانی سے رکن غربی تک ۲۵ ہاتھ۔ حجرِ اسود سے رکنِ یمانی تک ۲۰ ہاتھ ہے۔ رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۱ ہاتھ ہے۔ اور اس کی تمام پیمائش کسر ۸۱|۴ ہاتھ ہے۔ ازرقیؒ نے جو کسر کا لفظ استعمال کیا ہے میں اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ اگر اس کا مطلب مربع ہے تو یہ تعداد مطابق نہیں۔ کیونکہ کعبہ کا طول ۲۵ ہاتھ ہے اور عرض جنوب میں ۲۰ ہاتھ اور شمال میں ۲۱ ہاتھ ہے۔ تو تکسیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ زمین کی کل پیمائش جس پر کعبہ شریف تعمیر کیا ہوا ہے۔ ابن زبیرؓ کی زیادتی خارج کرنے کے بعد جس میں حجرِ اسماعیلؑ[1] واقع ہے ۲|۱ ۵۱۲ ہاتھ ہے۔

کیفیت تعمیر ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ پتھروں کو جوڑ کر بنایا۔ اس میں کوئی چونا یا مٹی نہیں لگائی گئی۔ اس کے اندر دائیں جانب ایک گہرا گڑھا کھودا جو کنوئیں کی مانند تھا۔ جو کچھ خانہ کعبہ کو بطور ہدیہ پیش کرتے وہ اس میں ڈالا جاتا تھا۔ وہ اس کے لئے خزانہ کا کام دیتا تھا۔ اس کی گہرائی علامہ ازرقیؒ کے بیان کے مطابق ۳ ہاتھ تھی۔ کعبہ شریف کی نہ تو چھت تھی اور نہ ہی دروازہ۔ لکڑی وغیرہ کسی قسم کا دروازہ نہیں تھا۔ ہاں شرقی دیوار میں تھوڑی سی جگہ خالی چھوڑی گئی تھی۔ یہ دروازے کی جگہ تھی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ یہ بیت اللہ کا چہرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت لوگ فطرت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ خیانت اور چوری وغیرہ جرائم سے بے خبر تھے۔ ان کے مال، سونا اور چاندی کی کبھی چوری نہیں ہوتی تھی۔ ان کے مکانات بھی ہمارے زمانہ کے محلّات کی طرح مضبوط اور بلند

---

[1] یہ زمانۂ قدیم کی بات ہے۔ آج کل تو وہاں پر حجرِ اسماعیل کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھے۔ سب سے پہلے اسعد حمیری نے خانہ کعبہ کا دروازہ بنایا جو بند کیا جا سکتا تھا۔ وہ یمن کے تبع بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ یہ بات آنحضرت کے زمانہ بعثت سے بہت پہلے کی ہے۔ اس شخص نے سب سے پہلے خانۂ خدا کو غلاف پہنایا اور وہاں قربانی دی۔

حضرت ابراہیمؑ نے مندرجہ ذیل پانچ پہاڑوں سے خانۂ خدا کو بنایا۔

۱۔ طورِ سینا ۲۔ طور زیت

۳۔ لبنان ۴۔ جودی

۵۔ حراء

اوّل الذکر دونوں پہاڑ بیت المقدس کے ہیں۔ فرشتے ان پہاڑوں سے پتھر لاتے اور حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ انہیں اٹھا اٹھا کر پتھر دیتے تھے۔ حضرت آدمؑ کی بنیاد پر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔ اس کی بنیاد جبل حراء کے پتھروں سے بنائی گئی۔ یہ پہاڑ مکہ سے شمال مشرق میں واقع ہے۔ فرشتے پتھر لا لا کر اس میں پھینکتے رہے۔ اس کا نام قواعد رکھا گیا۔ آپ نے خانہ کعبہ کے صرف دو رکن بنائے ایک کا نام رکن اسود ہے اور دوسرے کا نام رکن یمانی ہے ـــــ اور حجرِ اسماعیل کی جانب رکن نہیں بنائے گئے۔ بلکہ نصف دائرہ کی شکل میں اسے مدور کر دیا گیا جس طرح حجرِ اسماعیل کی دیوار ہے۔ نیز حجرِ اسماعیل کے پہلو میں ایک چھپّر ڈال دیا گیا جو پیلو کے درخت سے بنایا گیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی بکریاں اس میں داخل ہوتیں اور ان کے لئے یہ پناہ گاہ کا کام دیتا تھا۔ دروازہ کو زمین سے ملا دیا لیکن اس کی شکل دروازہ کی نہیں تھی۔ زمین سے آسمان کی طرف اس کی بلندی ۹ ہاتھ کر دی اور سامنے کی دیوار جس میں دروازہ ہے اس کا عرض ۳۲ ہاتھ کر دیا۔ اور اس کے بالمقابل دیوار کا عرض ۳۱ ہاتھ بنایا۔ اس دیوار کا عرض جس میں میزاب رحمت ہے ۳۱ ہاتھ بنایا۔ اور اس کے بالمقابل دیوار کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عرض ۲۰ ہاتھ کر دیا[1]

چونکہ حجرِ اسماعیل مدور تھا اس لئے مناسب تھا کہ کعبہ کی دیوار جو حجر کے بالمقابل ہو وہ بھی مدور ہو۔ یہاں پر حدود بیت اللہ ختم ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

ابراہیمی تعمیر کا بیان

محمد بن اسحاق نے مجھے خبر دی کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بیت الحرام تعمیر کرو تو وہ آرمینیا سے براق پر آئے۔ ان کے ہمراہ سکینہ تھی۔ اس کا منہ تھا وہ باتیں کرتی تھی۔ یہ ٹھنڈی ہوا کے بعد آئی۔ اس کے ہمراہ ایک فرشتہ جو بیت اللہ کی جگہ بتانے آیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ وہاں حضرت اسماعیل موجود تھے۔ ان کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ ان کی والدہ وفات پا چکی تھی۔ اور حجر کے مقام میں دفن کی گئی تھی حضرت ابراہیمؑ نے تبلایا کہ اے اسماعیل اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں۔ حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا کس مقام پر تو فرشتے نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا۔ یہ حکم سُن کر دونوں اُٹھے اور بنیادیں کھودنے لگے۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں پر اور کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کی بنیادیں حضرت آدمؑ کی بنیاد تک کھودیں۔ بنیادیں کھودتے ہوئے ایک پتھر اور ہڈیاں ملیں۔ یہ پتھر اتنا بھاری تھا کہ تیس آدمی مل کر بھی اسے نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ پھر حضرت آدمؑ کی بنیاد پر خانہ کعبہ تعمیر کیا گیا۔ پھر سکینہ نے گھیر لیا۔ اس کی شکل سانپ جیسی تھی۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ خانہ کعبہ کی بنیاد مجھ پر رکھو۔ آپ نے اس پر بنیاد رکھی۔ اس لئے اس کا

---

[1] اخبار مکہ جلد ۱ ص ۵۹ تا ۶۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو بھی طواف کرتا ہے خواہ وہ کعبہ سے نفرت کرنے والا یا متکبر اور سرکش آدمی کیوں نہ ہو اس پر سکینۃ (رحمت الٰہی) واقع ہوتی ہے۔ تو آپ نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اس کا طول آسمان کی جانب ۹ ہاتھ اور عرض زمین پر ۳۲ ہاتھ ہے۔ یہ حجرِ اسود سے رکن شامی تک ہے جو حجر اسماعیل کے سامنے ہے۔ رکن شامی سے رکن غربی تک جس میں حجر واقع ہے۔ ۲۲ ہاتھ ہے۔ اس کا طول پچھلی جانب رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ ہے۔ رکن اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ ہاتھ ہے[1] کعبہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کعب کی شکل کے مانند ہے۔ اس طرح حضرت آدمؑ کی بنیاد کو مضبوط کیا۔ اور ایک دروازہ بنایا جو زمین سے ملا دیا۔ اس دروازے کے کوئی کواڑ نہیں تھے۔ حتیٰ کہ تبع سعد حمیری نے دروازہ بنایا اور ایرانی طرز کے کنڈے لگائے..... اور مکمل غلاف دیا۔ پھر اس کے پاس قربانی دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے پہلو میں حجرِ اسماعیل پر ایک چھپر ڈال دیا۔ چھت پر پیلو کے درخت کی لکڑی لگائی گئی۔ اس میں بکریاں داخل ہوتی تھیں۔ یہ حضرت اسماعیل کی بکریوں کے لئے پناہ گاہ تھی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے اندر ایک کنواں کھودا۔ جب کوئی شخص کعبہ شریف میں داخل ہوتا تو اس کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ یہ بیت اللہ کا خزانہ تھا۔ اس میں تحفے اور ہدایا رکھے جاتے تھے۔ یہ وہی کنواں ہے جس پر عمرو بن لحی نے ہبل بت رکھا تھا۔ یہ وہ بت تھا جس کی قریش پوجا پاٹ کرتے تھے اور اس کے پاس آکر تیر نکالتے تھے۔ یہ جزیرہ کی زمین سے یہاں لایا گیا۔ راوی خبر دیتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پتھر لگاتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ اپنی گردن پر اٹھا کر آپ کے پاس لاتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو مقام ابراہیمؑ کا پتھر نزدیک کیا گیا۔ آپ اس پر کھڑے

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۶۴، ۶۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو کر دیواریں تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیلؑ بیت اللہ کے کناروں میں پتھر کو پھیرتے رہے۔ پھر جب حجرِ اسود کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ ایک ایسا پتھر تلاش کرو جو لوگوں کے لئے طواف شروع کرنے کا نشان بن جائے۔ حضرت اسماعیل ایسا پتھر تلاش کرتے رہے لیکن نہ مل سکا۔ جب واپس آئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے پہلے یہ پتھر لا چکے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے زمانہ میں زمین کو غرق کیا تو یہ پتھر ابو قبیس پہاڑ کے سپرد کیا اور اسے حکم دیا کہ جب میرا خلیل یعنی حضرت ابراہیم میرے گھر کی تعمیر کرے تو اس پتھر کو باہر نکال دو۔ حضرت اسماعیل واپس آئے اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس حجرِ اسود دیکھ کر پوچھا ابا جان یہ کہاں سے ملا؟ جواب دیا وہ لایا ہے جس نے مجھے تیرے پتھر پر بھروسہ سے بے نیاز کر دیا۔ اسے حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں۔ جب حضرت جبرئیلؑ نے پتھر اس کی جگہ پر رکھا تو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کے کام کو مکمل کر دیا۔ حجرِ اسود اس وقت اتنا سفید تھا کہ چمک رہا تھا۔ اس کی روشنی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پہنچی اس کی روشنی حرم کی حدود تک پہنچی تھی جو حرم کے چاروں طرف تھی۔ اس کے سیاہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام میں کئی دفعہ آگ کی لپیٹ میں آیا۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کو آگ لگنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک عورت نے قریش کے زمانہ میں کعبہ میں اگر بتی جلائی۔ اس سے ایک شعلہ اڑا اور غلاف پر جا پڑا۔ اس سے حجرِ اسود جل کر سیاہ ہو گیا اور کعبہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں۔ اس لئے قریش نے خانہ کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ از سرِ نو تعمیر کیا۔ دورِ اسلام میں آگ لگنے کا واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں پیش آیا۔ وہ یوں ہوا کہ حصین بن نمیر کندی نے اس کا محاصرہ کیا۔ اس سے غلافِ کعبہ اور حجرِ اسود جل گئے۔ اور یہ پتھر تین مقامات سے پھٹ گیا۔ پھر شعبہ بن زبیرؓ نے اس پر چاندی لگا کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضبوط کیا۔ مذکورہ وجوہات کے باعث سیاہ ہوگیا۔ اگر حجرِ اسود جاہلیت کی نجاسات سے ملوث نہ ہوتا تو جب مصیبت زدہ اسے چھوتا اس کی مصیبت دور ہو جاتی لے

سعید بن سالم نے ابن جریج سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ نیز بتایا کہ وہ مکعب ہے یعنی کعب ٹخنے کی مانند اُبھرا ہوا ہے۔ اس لئے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ پر چھت نہیں ڈالی تھی اور نہ ہی اینٹوں کو مٹی اور چونا وغیرہ سے جوڑا تھا بلکہ وہ تو پتھر جوڑے ہوئے تھے ۲ے

وہب بن منبہ نے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا تاکہ اس کا گھر بنائے تو اس نے پہلی بنیاد کو تلاش کیا جو حضرت آدمؑ نے خیمہ کی جگہ رکھی تھی۔ یہ وہ خیمہ تھا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو سکون حاصل ہوا۔ یہ جنّت کا ایک خیمہ تھا۔ اسے مکّہ معظمہ میں بیت الحرام کی جگہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ بنیادیں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ کی بنیاد تک پہنچ گئے جہاں خیمہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی جگہ ایک بادل کا سایہ کر دیا۔ اور یہ بیت اللہ کی جگہ کو گھیرے ہوئے تھا۔ پھر اس کو اس نے گھیرے رکھا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سایہ سے فائدہ اٹھاتے اور بنیادوں کے سلسلہ میں اس سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بنیادیں اُونچی ہو گئیں پھر بادل چھٹ گیا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب "واذ بوانا لابراھیم" یعنی بادل جس نے اس جگہ کو گھیر رکھا تھا تاکہ بنیادوں کی جگہ معلوم

لے اخبار مکّہ جلد اوّل ص ۶۴

۲ے ص ۶۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔ تو یہ جب سے تعمیر ہوا ہے آباد رہا ہے۔

مہدی بن مہدی نے۔ مجھے حدیث بیان کی اس نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ مولی بنی ہاشم نے روایت بیان کی وہ کہتا ہے مجھے حماد نے سماک بن حرب سے اس نے خالد بن عرعرہ سے اس نے حضرت علی رضؓ سے روایت بیان کی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے متعلق فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا۔

بتایا کہ وہ یعنی خانہ کعبہ سب سے پہلا گھر نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام مکانات میں رہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مکانات میں رہائش پذیر تھے۔ لیکن وہ پہلا گھر ہے لوگوں کے لئے جس میں کھلی اور واضح نشانیاں ہیں۔ منجملہ ان سے ایک نشانی مقام ابراہیم ؑ کا پتھر بھی ہے۔ جو اس میں داخل ہو گا اسے امن ہو گا۔ اور کہا یہ نشانیاں ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم ہوا۔ لیکن انہیں مشکل نظر آیا۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ خانہ کعبہ کو کیسے بنائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سکینہ بھیجی وہ ایک تیز و تند ہوا تھی اس کا سر تھا۔ اس نے طوق پہنا ہوا تھا۔ وہ حوض کے کناروں میں خشک شدہ پانی کی طرح نظر آ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم ؑ نے اس پر بنیاد رکھی۔ آپ ہر روز سارا دن کام کرتے تھے۔ اس وقت مکہ معظمہ میں گرمی پورے جوبن پر تھی۔ جب آپ حجرِ اسود کے مقام پر پہنچے تو حضرت اسماعیل ؑ سے کہا جاؤ ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ اسے یہاں پر رکھنا ہے تاکہ لوگ اس سے راہنمائی حاصل کریں۔

چنانچہ حضرت اسماعیل پہاڑوں میں گھومتے پھرے لیکن حسبِ منشا پتھر نہ مل سکا۔ جب واپس آئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے پہلے حجرِ اسود لا چکے تھے۔ پوچھا یہ پتھر کہاں سے ملا ہے؟ جواب دیا اس آدمی سے جس نے میری اور تیری بنیاد پر بھروسہ نہیں کیا۔ پھر کچھ وقت کے بعد بیت اللہ شریف منہدم ہو گیا تو فرشتوں نے اسے تعمیر کیا۔ پھر منہدم ہو گیا تو قبیلہ بنو جرہم نے اسے تعمیر کیا۔ پھر ایک مرتبہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منہدم ہو گیا تو قریش نے اسے بنایا۔ جب حجرِ اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو قریش کا آپس میں تنازع پیدا ہو گیا۔ بالآخر اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو آدمی ہمارے پاس سب سے پہلے اس دروازے سے داخل ہو گا۔ اسے پتھر نصب کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ چنانچہ ان کے فیصلہ کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا ایک کپڑا بچھاؤ۔ جب کپڑا بچھایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا ایک آدمی چادر کا ایک کنارہ پکڑ لے۔ چنانچہ وُہ اس طرح حجرِ اسود کو اُٹھا کر خانہ کعبہ کے پاس لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُٹھا کر خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔[۱]

خانہ کعبہ میں داخلہ کا استحباب

خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا اور اس میں نماز پڑھنا افضل اعمال میں سے ہے اور مستحب ہے اس لئے کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا۔ آپ کعبہ میں داخل ہوئے اس میں نماز پڑھی۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی اس میں داخل ہوئے کیونکہ ابنِ عمر رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید رض، بلال رض اور عثمان رض بن طلحہ رض اس میں داخل ہوئے پھر دروازہ بند کر لیا۔ جب اُنہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا۔ میں نے بلال رض سے اور اس سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اس نے جواب دیا ہاں دو یمانی ستونوں کے

---

[۱] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۱۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درمیان پڑھی[1] (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ پیچھے کرتے۔ پھر چلتے حتیٰ کہ ان کے اور دیوار کے قریب تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا۔ پھر نماز پڑھتے اور اس جگہ کو تلاش کرتے جو حضرت بلال رضؓ نے بتائی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر نماز ادا کی (بخاری)[2]

بعض لوگ خانہ کعبہ کے داخلہ کو مستحسن نہیں سمجھتے۔ ان کا استدلال حضرت عائشہ رضؓ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے ایک دفعہ خوشی خوشی باہر نکلے۔ جب واپس تشریف لائے تو آپ غمگین اور افسردہ تھے۔ فرمایا میں خانہ کعبہ میں داخل ہو کر آیا ہوں۔ اگر مجھے اپنا معاملہ پہلے معلوم ہو جاتا جو بعد میں معلوم ہوا۔ تو میں کعبہ شریف میں داخل نہ ہوتا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اس سے میری امت کو تکلیف ہو گی۔[3] (ابوداؤد۔ ترمذی)

کعبہ میں داخل ہونا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی سنت مؤکدہ بلکہ اس کا داخلہ مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ کے موقعہ پر اس میں داخل نہیں ہوئے عمرہ جعرانہ اور عمرۃ القضا میں بھی آپ اس میں داخل نہیں ہوئے۔ آپ فتح مکہ کے موقعہ پر اس میں داخل ہوئے[4]

جو اس میں داخل ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھے

---

[1] بخاری جلد اوّل ص ۲۱۷

[2] 〃 〃 ص ۲۱۷

[3] ابوداؤد ترمذی

[4]

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے، دعا کرے اور اللہ کا ذکر کرے، جب دروازہ میں سے داخل ہو تو سیدھا چلے۔ یہاں تک کہ اس کے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے اور دروازہ اس کے پیچھے ہو۔ بس یہ وہ مکان ہے جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ نیز جوتا اتار کر ننگے پاؤں داخل ہو حجرِ اسماعیل جس کے پاس مدور دیوار ہے جسے حطیم بھی کہتے ہیں خانہ کعبہ میں شامل ہے۔ چنانچہ جو شخص اس میں داخل ہوا گویا کہ وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ بیت اللہ میں داخل ہونے والے پر ایسی کوئی خاص پابندی نہیں جو باہر بیٹھے ہوئے حاجی پر نہ ہو۔ چنانچہ اس میں چلنا جائز ہے جس طرح دوسروں کے لئے جائز ہے۔ بیت اللہ کا طواف بہت بڑے اعمال صالحہ میں سے ہے۔ چنانچہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے والا اس آدمی سے افضل ہے جو حرم سے نکل کر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آتا ہے۔ کیونکہ یہ فعل پہلے اسلام لانے والے مہاجرین اور انصار سے ثابت نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اپنی امت کو ترغیب دی بلکہ سلف صالحین نے اسے برا اور مکروہ جانا ہے۔

بیت اللہ شریف میں داخلہ کے آداب

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے فرمایا مسلمان مرد کے لئے تعجب ہے کہ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو چھت کی طرف کس طرح اپنی نگاہ اٹھاتا ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کی خاطر چھوڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو سجدہ کی جگہ سے نگاہ کو پیچھے نہیں ہٹایا یہاں تک کہ اس سے باہر تشریف لائے۔ راسے ابوذر اور ابن صلاح نے اپنی منسک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بیان کیا ہے۔

داؤد بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ مجھے عبدالکریم بن ابی المخارق نے وصیت کی ہیں جمعہ کے روز جب تک دو رکعت نہ پڑھ لوں گھر سے نہ نکلوں اور بغیر غسل کئے کعبہ شریف کے اندر نہ جاؤں۔

سعید بن جبیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے جوتے اتار لیتا ہوں۔ عطاء، طاؤس اور مجاہد وغیرہ کہا کرتے تھے کہ کوئی آدمی کعبہ شریف میں موزے یا جوتے پہن کر داخل نہ ہو۔ ان روایات کو سعید بن منصور نے بیان کیا ہے۔ پس کعبہ شریف کے اندر داخل ہونے والے کو اس کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ جب خانہ کعبہ کے اندر جائے تو نگاہ کو کناروں میں نہ پھیرے کیونکہ یہ بات مقصد سے غافل کر دیتی ہے اور لہو میں شامل ہے۔

نیز سوائے اشد ضرورت کے کسی سے بات چیت نہ کرے۔ ہاں البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت ہے۔ خشوع وخضوع کو لازم اختیار کرے۔ اگر ممکن ہو تو آنکھوں سے آنسو بہائے۔ اور ان کو روکنے کی کوشش نہ کرے۔ اور بعض فاجر فاسق لوگوں نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے جو بدعتیں جاری کی ہوئی ہیں ان سے اجتناب کرے۔ بعض اوقات خانہ کعبہ کے کنڈے کو پکڑنے کے طمع میں ایسا کیا جاتا ہے۔ اس کا نام عروہ وثقی رکھا ہوا ہے۔ عوام الناس کے اذہان میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ جس نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اس نے عروہ وثقی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، کو پکڑا آپ نے دیکھا ہوگا کہ اسے حاصل کرنے کے لئے لوگ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور بعض اوقات عورتیں مردوں کی پیٹھوں پر چڑھ جاتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ فعل انکشاف عورت کا موجب بنتا ہے یہ بہت بڑی اور فحش بدعت ہے۔

دوسری بدعت بیت اللہ کے وسط میں ایک کیل ہے۔ اسے سرۃ الدنیا (دنیا کی ناف) کہتے ہیں۔ وہاں پر لوگ اپنے پیٹ سے کپڑے اتار کر اپنی ناف اس کے اوپر لگاتے ہیں اور منہ کے بل اس کے اوپر گرتے ہیں۔ کہتے ہیں ان کی ناف دنیا کی ناف پر آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بدعت کے ایجاد کرنے والے کو ہلاک کرے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب مول لیتا ہے اور بیہودہ بدعت کا ازتکاب کرتا ہے۔ نیز ایسا فعل بیت اللہ شریف کے ادب کے منافی ہے۔ ایسا کرنے سے ازدحام ہو جاتا ہے جس سے خواہ مخواہ لوگوں کو ایذا دیتا ہے۔ اس لئے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے والے کو کیل پر پیٹ رگڑنے سے پرہیز ضروری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ شریف سے شوق و محبت

آپ نبی بنا کر مبعوث کئے گئے اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ پہلے پہل جب نماز فرض ہوئی تو آپ کو اختیار تھا کہ جس جانب چاہیں منہ کر کے نماز ادا کریں۔ کچھ اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ آپ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اہل عرب اس کی کس قدر عزت کرتے ہیں (مزید برآں) یہ آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے یہیں نشو و نما پائی، جوان ہوئے اور پھلے پھولے۔ عہدِ بچپن میں کئی دفعہ اپنے دادا کے ہمراہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ آپ کو یہ سب باتیں یاد تھیں۔ اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم صادر فرمائے۔ آپ کئی دفعہ آسمان کی طرف دیکھتے۔ اس امید پر کہ شاید حکم خداوندی آپ کی خواہش کے مطابق آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کر دیا اور کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا فرمان جاری کر دیا۔ فرمایا:

قد نری تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبلۃ ترضاھا فول وجھك شطر المسجد الحرام وحیثما کنتم فولو وجوھکم شطرہ (البقرہ)

ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ہم ضرور آپ کے پسندیدہ قبلہ کی جانب آپ کو پھیر دیں گے۔ تو آپ اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی جانب پھیرو۔

ازمنہ قدیم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک، یہ بیت اللہ کی مختصر تاریخ ہے۔ بعد ازاں آنے والوں نے اس کی بہت زیادہ تکریم کی۔ خلفاء ملوک اور سلاطین نے اس کی تجدید، تعمیر اور غلاف پہنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہدِ حکومت میں اس کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اسے منہدم کر کے اسے از سر تو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کے اندر باہر اوپر نیچے کستوری اور عنبر کی خوشبو سے معطر کیا۔ نیز ریشمی غلاف پہنایا۔ اسی طرح عبداللہ بن مروان، خلفائے بنی عباس اور ملوکِ مصر نے اس کی تجدید و تعمیر وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان سے پہلے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اس پر غلاف چڑھایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے اس گھر کا مرتبہ اور شان جو تاریخوں میں مذکور ہے۔ جو ہم نے آپ کی خدمت میں مختصر طور پر بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد اس سے مسلمانوں کا آپس میں تعارف ہے۔ نیز دینی اور دنیاوی معاملات، جو انہیں پریشانی کا موجب بنتے ہیں کے لئے اجتماع کرنا ہے۔ اس لئے اس گھر کا قصد کرنا اور حج کرنا قطعی طور پر فرض قرار دیا گیا ہے اور ارکانِ اسلام میں سے ایک رکنِ عظیم تصور کیا گیا ہے۔ یہ ایسا رکن ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا۔

کعبہ شریف میں نماز

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ اسامہؓ، بلالؓ اور عثمانؓ بن طلحہ حجبی تھے۔ پھر دروازہ بند کیا گیا۔ پھر کچھ دیر اس میں ٹھہرے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کے اندر کیا کیا۔ اس نے بتایا کہ آپ نے وہاں نماز ادا کی۔ دو ستون آپ کے بائیں جانب اور ایک ستون دائیں جانب اور تین ستون پیچھے تھے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون تھے۔ بخاری اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے ایک ستون بائیں جانب اور دو ستون دائیں جانب تھے اور اسی طرح مالکؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے[1]

بیہقی نے کہا یہ بات صحیح ہے۔ ایک روایت میں ہے ان دونوں کے نزدیک بھی "ایک ستون دائیں جانب اور ایک ستون بائیں جانب تھا" ایک اور

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایت میں ان دونوں کے نزدیک اور احمد اور ابوداؤد کے نزدیک یہ ہے " پھر آپ نے نماز ادا کی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا" اس روایت میں ستونوں کا ذکر نہیں ہے۔

نافع سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کعبہ میں داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ کو اپنی پشت کی طرف کرتے اور چلتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے اور اس دیوار کعبہ کے درمیان جو آپ کے سامنے تھی تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا پھر نماز پڑھتے اور اس مکان کو تلاش کرتے جس کے متعلق حضرت بلال رضؓ نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز ادا کی اور کسی پر کوئی پابندی نہیں۔ بیت اللہ کے اندر جس جانب چاہے نماز ادا کرے۔ (بخاری)[۱]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ قصوا اونٹنی پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہؓ تھا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ بھی ہمراہ تھے۔ آپ نے بیت اللہ شریف کے پاس اونٹنی کو بٹھایا۔ پھر عثمانؓ سے کہا چابی لاؤ۔ وہ چابی لایا اور آپ نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ اسامہؓ، بلالؓ اور عثمانؓ بھی داخل ہوئے۔ پھر دروازہ بند کیا گیا۔ اور کافی دیر تک آپ اندر ٹھہرے رہے۔ بعدازاں باہر تشریف لائے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے جلدی اندر جانے کی کوشش کی۔ لیکن میں سب سے پہلے پہنچ گیا۔ اور بلالؓ کو دروازہ پر ملا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کہاں ادا فرمائی۔ اس نے بتایا، ان دو اگلے ستونوں کے

---

[۱] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۶۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درمیان ادا کی۔ اس زمانہ میں بیت اللہ کے چھ ستون تھے۔ آپ نے ان دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کی جو پہلی لائن میں واقع تھے۔ دروازہ آپ کی پشت کی جانب تھا۔ آپ کے درمیان اور دیوارِ بیت اللہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا (متفق علیہ) ان الفاظ کے ساتھ رزین نے نکالا ہے۔ بخاری نے زیادہ کیا ہے اور اس مکان کے پاس آئے جس میں آپ نے ایک دفعہ نماز ادا فرمائی۔

نیز اسی سے ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ کے اوپر کی جانب سے اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے مسجد میں آکر اونٹنی کو بٹھا دیا۔ پھر بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بہت دیر تک اس کے اندر رہے۔ اس روایت کا ظاہر سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ آپ نے طواف قدوم نہیں کیا اور طوافِ قدوم حج کی سنتوں میں مخصوص ہے۔ اور اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر عبادت کرنے کے لئے کافی دیر ٹھہر سکتے ہیں لیکن اس میں عام بات چیت جائز نہیں۔

ابوالولید نے ہمیں حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے مجھے میرے دادا نے روایت بیان کی وہ سفیان بن عیینہ سے روایت کرتا ہے وہ ایوب سختیانی سے وہ نافع سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال تشریف لائے اور آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ یہ اونٹنی اسامہ بن زیدؓ کی تھی۔ یہاں تک کہ خزانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر اونٹنی کو بٹھا دیا۔ پھر عثمان بن طلحہؓ کو بلایا اور فرمایا چابی لاؤ۔ عثمان اپنی والدہ کے پاس چابی لینے گیا تو اس کی والدہ نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے اپنی والدہ سے کہا بخدا! تجھے چابی دینا پڑے گی ورنہ یہ تلوار میری پیٹھ میں ٹھونک دی جائے گی۔ یہ بات سُن کر اس کی ماں نے چابی دے دی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اس سے چابی لے کر دروازہ کھولا اور اس میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ اسامہ بن زید رضؓ، بلال رضؓ اور عثمان رضؓ بھی داخل ہوئے انہوں نے تھوڑی دیر تک دروازہ بند رکھا پھر کھول دیا۔ میں ایک طاقتور نوجوان تھا۔ ان سب سے پہلے آگے نکل گیا۔ کعبہ میں داخل ہوا تو بلال رضؓ کو دروازہ کے پاس کھڑا ہوا پایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا اے بلالؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کہاں ادا کی۔ اس نے بتایا دو اگلے ستونوں کے درمیان آپ نے نماز ادا فرمائی۔ اس زمانہ میں کعبہ شریف کے اندر چھ ستون تھے۔ ابن عمر رضؓ کہتے ہیں میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی[1]

کعبہ شریف کی چابی عثمان بن طلحہ کو واپس کرنے کا ذکر

ابو الولید نے ہمیں بیان کیا ہے وہ کہتا ہے مجھے میرے دادا اور ابراہیم بن محمد شافعی نے بیان کیا۔ وہ مسلمہ بن خالد زنجی سے بیان کرتا ہے وہ ابن شہاب زہری سے اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کی چابی عثمان بن طلحہ کو دی اور کہا اے عثمان اسے چھپا لو۔ پھر عثمان حجر اسود کی طرف گیا اور شیبہ کو پیچھے چھوڑا۔ اس نے چابی چھپالی۔

مجھے میرے دادا نے خبر دی اس نے سعید بن سالم سے اس نے ابن جریج سے اس نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول " ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا " یہ عثمان بن طلحہ کے حق میں ہے۔ آپ نے فتح مکہ کے روز کعبہ کی چابی لی اور اندر داخل ہوئے۔ پھر جب واپس باہر تشریف لائے تو آپ کی زبان مبارک پر مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تھی۔ پھر آپ نے عثمان رضؓ کو بلا کر چابی

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۶۸ تا ۲۷۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے حوالے کی اور فرمایا اے بنی ابی طلحہ اسے پکڑو اور سنبھالو۔ یہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ تمہارے پاس سے سوائے ظالم انسان کے کسی کو چھیننے کی جرأت نہ ہوگی۔

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے تو آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آج تک میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ آیت پہلے کبھی نہیں سنی۔

مجھے محمد بن یحییٰ نے خبردی اس نے کہا ہمیں سلیم بن مسلم نے وہ غالب بن عبداللہ سے اس نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے سنا۔ اس نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کو فتح مکہ کے روز دی۔ پھر آپ نے فرمایا اے بنی ابی طلحہ اسے پکڑو۔ یہ تمہاری موروث ہے۔ کافر کے سوا کوئی شخص چابی چھین کر تم پر ظلم نہیں کرے گا۔ اس راوی کے علاوہ کسی اور سے سنا اس نے الا کافر کے بجائے الا ظالم کا لفظ بیان کیا۔ نیز مجھے محمد بن یحییٰ نے خبر دی اس نے کہا مجھے سلیم بن مسلم نے وہ عبدالوہاب بن مجاہد سے بیان کرتا ہے کہ یہ آیت ان اللہ یامرکم ان تودو الامانات الی اھلھا مفتاح کعبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے[1]

دورِ جاہلیت میں غلافِ کعبہ کی رسم

ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا اسعدی حمیری یعنی تبع کو گالی گلوچ

---

[1] [illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مت دو۔ کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف سے ملبوس کیا۔

سعید بن سالم سے روایت ہے وہ عثمان بن ساج سے وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتا ہے کہ مجھے اکثر اہل علم سے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے کعبہ شریف کو غلاف سے ملبوس کیا تبع یعنی اسعد ہے۔ اسے خواب آیا کہ میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھا رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے اس پر چمڑے کا غلاف چڑھایا۔ پھر دوبارہ ایسا خواب آیا تو اس نے اس پر وصائل کا غلاف چڑھایا۔ یہ ایک دھاری دار یمنی کپڑا تھا۔ پھر ایسا دروازہ بنایا جو بند ہو جاتا تھا۔ اسعد نے اس کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں:

وکسونا البیت الذی حرم اللہ ــــ ملاء معضدا و برودا

واقمنا من الشہر عشراً ــــ وجعلنا لبابہ اقلیدا

وخرجنا منہ نؤم سہیلا ــــ قد رفعنا لوائہ معقودا

۱۔ ہم نے عزت و احترام والے بیت اللہ کو چادروں سے ملبوس کیا اور اس کا دروازہ کواڑ والا بنایا۔

۲۔ ہم وہاں صرف دس دن تک ٹھہرے اور ہم نے دروازے کی چابی بھی بنالی۔

۳۔ پھر ہم اونگھتے ہوئے آرام اور تسلی سے وہاں سے نکلے اور پرچم کو بلند کئے ہوئے تھے۔

مجھے محمد بن یحیٰی نے بیان کیا اسے سلیم بن مسلم نے اسے ابن جریج نے بتایا سب سے پہلے تبع نے کعبہ شریف کو مکمل غلاف پہنایا۔ یہ کپڑا دھاریدار یمنی علاقہ کا تھا۔ نیز دروازہ کے کواڑ بنائے جس سے بند ہو جاتا تھا۔

مجھے محمد بن یحیٰی نے بیان کیا اس نے واقدی سے اس نے افلح سے سنا وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے باپ حمید سے وہ اپنے باپ سے وہ نوار بنت مالک بن صرمہ یعنی زید بن ثابت کی والدہ سے بیان کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ زید بن ثابت کی ولادت سے پہلے جب میں خانہ کعبہ کے پاس تھی اس پر ریشمی سبز اور زرد رنگ کا غلاف تھا۔ اس کے علاوہ گنوار ان جیسی چادروں کا غلاف اور باریک بالوں کا بنا ہوا کپڑا تھا۔

مجھے میرے دادا احمد بن محمد نے بتایا۔۔۔ وہ واقدی سے وہ عبدالحکیم بن عبداللہ بن ابی فروہ سے وہ بلال بن اسامہ سے وہ عطار بن یسار سے وہ عمر بن حکم سلمی سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ بیت اللہ کے پاس قربانی کرے گی اور اس کا غلاف بالوں اور اون کا دو حصوں میں بنائے گی۔ چنانچہ اس نے وہاں پر قربانی دی اور کعبہ کا غلاف دو حصوں میں بنا کر اسے پہنایا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے تھے اور ہجرت نہیں کی تھی جب بیت اللہ کو دیکھا گیا تو اس پر مختلف قسم کے کئی غلاف تھے۔ کچھ یمنی دھاریدار کپڑے کے تھے۔ کچھ ریشمی اور چمڑے کے غلاف تھے۔ علاوہ ازیں کچھ عراقی قالین تھے۔

مجھے میرے دادا نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سعید بن سالم نے روایت کی اس نے ابن جریج سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی کہ دورِ جاہلیت میں کعبہ شریف پر مختلف قسم کے غلاف چڑھائے جاتے تھے قربانی کے جانوروں پر دھاریدار یمنی چادریں اور دیگر کپڑے ڈالے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ خانہ کعبہ کی نذر کرتے تھے۔ ہاں البتہ قربانی کے جانوروں کے کپڑے خانہ کعبہ پر بطور غلاف چڑھاتے تھے۔ ان قربانیوں پر مختلف قسم کے کپڑے ہوتے تھے۔ کوئی ریشمی تھا، کوئی دھاریدار یمنی اور کوئی زین کا کپڑا ہوتا تھا۔ ان میں سے کسی ایک کو کعبہ شریف پر پہنانے اور باقی ماندہ کو خزانہ میں ڈالا جاتا تھا۔ جب غلاف کا کچھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بوسیدہ ہو جاتا تو اس پر ایک اور نیا غلاف چڑھا دیا جاتا تھا۔ پہلے غلاف کو اتارنے کا رواج نہیں تھا۔ اس کی طرف خلوق اور مجمر (خوشبویات کے نام) تحفہ کے طور پر بھیجی جاتی تھیں اور یہ اس کے اندر اور باہر لٹکائی جاتی تھیں۔

مجھے میرے دادا نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبدالجبار بن ورد نے بیان کیا اس نے بتایا کہ میں نے ابن ملیکہ سے سنا وہ کہتا تھا کہ قریشی جاہلیت کے زمانہ میں غلاف کعبہ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے تھے۔ تمام قبائل بقدر وسعت اس میں حصہ ڈالتے تھے۔ قصی بن کلاب کے زمانہ تک یوں ہی ہوتا رہا۔ پھر جب ابوربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم جوان ہوا اور تجارت کرنے کے لئے یمن جانے لگا۔ اسے تجارت میں بہت منافع ہوا اور وہ ایک بڑا سرمایہ دار بن گیا۔ اس نے قریش سے کہا کہ ایک سال کعبہ شریف پر میں اکیلا غلاف چڑھاؤں گا اور ایک سال تم تمام مل کر غلاف چڑھاؤ۔ وہ اپنی تمام زندگی بھر ایسا ہی کرتا رہا حتیٰ کہ اسے موت نے آدبوچا۔ وہ جند (ایک علاقہ کا نام) سے دھاریدار عمدہ کپڑا لا کر کعبہ شریف کو ملبوس کرتا تھا۔ قریش نے اس کا نام عدل رکھ دیا اس لئے کہ اس کے فعل کو قریش کے فعل کے برابر تصوّر کیا گیا۔ آج تک لوگ اسے عدل کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس کی اولاد کو بنو عدل کہتے ہیں۔[1]

کعبہ شریف کو معطر کرنا

تقی فاسی نے "شفاء الغرام" میں ازرقی رح سے نقل کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں بیت اللہ کو خوشبو لگاؤ کیونکہ

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۴۹ تا ۲۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی اس کی تطہیر میں شامل ہے۔ نیز انہیں سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ہر نماز کے موقعہ پر خانہ کعبہ کو خوشبو لگانا مقرر کیا تھا۔ حج کے ایام میں اور رجب کے مہینہ میں مجمر اور خلوق جیسی خوشبوئیں اور اس کی خدمت کرنے والے نوکر ہر سال بھیجتا تھا۔ پھر دیگر حکام نے بھی اس کے اس فعل کی پیروی کی۔ نیز اسی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کو ایک رطل روزانہ خوشبو لگا کر معطر کرتے تھے اور جمعہ کے روز دو رطل مجمر کی خوشبو لگاتے تھے۔ محب طبری[1] نے کہا ہے کہ مجمر ایک خوشبو ہے جو انگیٹھی میں ڈال کر جلاتے تھے۔ یہ نرعود یعنی اگر بتی کی شکل میں ہوتی تھی۔ اور مجمر ضمہ یعنی پیش کے ساتھ وہ شے ہے جو انگیٹھی میں ڈال کر خوشبو حاصل کی جاتی ہے۔ خلوق ایک مشہور خوشبو ہے یہ زعفران اور دیگر خوشبودار اشیاء سے حاصل کی جاتی ہے اور اس پر زردی اور سرخی کا غلبہ ہوتا ہے۔ نیز محب طبری نے بیان کیا اسے امام ابو عبداللہ حلیمی نے بتایا اسے سعید بن ابی جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ وہ کعبہ شریف کی خوشبو کو شفاء کے لئے کعبہ سے حاصل کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ عطاء نے کہا جب ہم سے کوئی چاہتا کہ اس سے شفا حاصل کرے تو اپنے پاس سے خوشبو لاتا اور اسے حجر اسود سے لگا کر اسے اپنے جسم سے لگاتا تھا۔ یہ بات ابن صلاح نے اپنی منسک میں بیان کی ہے۔ نووی نے لکھا ہے کہ کعبہ شریف کی خوشبو لینا بالکل جائز نہیں خواہ تبرک کے ارادہ سے حاصل کرے یا کسی اور غرض کے لئے۔ جس نے اس سے کچھ خوشبو حاصل کر لی اسے واپس کرنا لازمی ہے۔ اگر تبرک کا ارادہ ہو تو خوشبو اپنے پاس سے لائے اور اسے اس پر مسح کرے اور پھر حاصل کرے۔

یہ بات تقی فاسیؒ نے کعبہ کی خوشبو کے متعلق اور اس کے خدام کے متعلق

---

[1] محب طبری مکی نے تاریخ ام القریٰ لکھی تھی لیکن وہ مطبوع نہیں ہوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیان کی ہے۔ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ محمد مہدی عباسی نے اسے ایک گراں قیمت کی خوشبو کستوری اور عنبر وغیرہ سے معطر کیا۔ پھر بعدازاں تمام بادشاہ، سلطان اور امراء خوشبو کو کعبہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کرتے رہے۔ یہاں تک آل عثمان کے سلاطین کا حرمین شریفین پر تسلط ہوا۔ پھر ہر سال قسطنطنیہ سے طیب اور بخور آتی تھی۔ ان وظائف کے ساتھ جو حرمین کے لئے مخصوص کئے گئے تھے شریف حسین کے زمانہ تک یہی عمل جاری رہا۔ پھر شہر کا رئیس مالیات کے خزانہ سے کچھ نقد رقم بھیجتا تھا۔ اور اس کے ہمراہ وہ خوشبو بھیجتا جو خانہ کعبہ کے غسل کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ دورِ حاضر تک یہ رسم بدستور جاری ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ کو خوشبو لگاؤ کیونکہ یہ بھی تطہیر میں شامل ہے۔ نیز فرماتی ہیں کہ مجھے خانہ کعبہ کو خوشبو لگانا زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ میں اس کے لئے سونا اور چاندی کا ہدیہ پیش کروں۔ اسے ازرقی رحؒ نے نکالا ہے۔ نیز یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابن زبیر رضؓ جب تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس کے اندر اور باہر عنبر اور کستوری کی خوشبو لگائی۔ پھر اس پر غلاف چڑھا دیا اور ہر روز اس میں سے ایک رطل خوشبو جلائی جاتی تھی اور جمعہ کے روز دو رطل جلائی جاتی تھی۔ حضرت معاویہ رضؓ نے ہر نماز کے لئے خوشبو کا دستور جاری کیا۔ وہ حج کے ایام میں اور ماہ رجب میں اپنے غلاموں کے ذریعہ بھیجتا تھا۔ پھر اس کے بعد حکام نے اس عمل میں ان کی پیروی کی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مسجد کی قندیلوں کے لئے تیل ڈالنے کی رسم جاری کی اور یہ بیت المال سے خرچ ہوتا اور جب امیر المومنین ہادی نے ۱۶۰ھ میں حج ادا کیا۔ تو اس کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ خانہ کعبہ پر کپڑوں کا ڈھیر جمع ہو گیا ہے۔ اس کی دیواروں کے لئے بوجھ بنا ہوا ہے۔ خطرہ ہے کہ کہیں دیوار نہ گر جائے۔ تو اس نے اسے خالی کرنے کا حکم صادر کیا۔ پھر اندر اور باہر سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کستوری اور عنبر سے اسے معطر کیا[۱]۔ پھر تین غلاف پہنائے۔ ان میں سے ایک قباطی ایک کپڑے کا نام ہے) کا دوسرا خز کا، تیسرا دیباج کا بنایا (یہ ریشمی کپڑے کی اقسام ہیں) وہ دارالندوہ کے پاس مسجد میں بیٹھ کر سب کچھ لکھتا رہا۔ پھر اس پر طلا کیا گیا۔ کہتے ہیں اس کے پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں جو گندمی رنگ کے ہیں۔

کعبہ شریف کو سونا سے آراستہ کرنا

علامہ ازرقی رح نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے دورِ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے کعبہ شریف کو سونے سے مزین کیا۔ اس نے سونے کے بنے ہوئے دو ہرن بھیجے۔ یہ زمزم کا کنواں کھودتے ہوئے اسے ملے تھے۔ زمانۂ اسلام میں ولید بن عبدالملک نے مکہ معظمہ کے حاکم خالد بن عبداللہ قسری کے پاس چھتیس ہزار دینار بھیجا۔ کچھ کعبہ شریف کے دروازہ پر لگائے گئے۔ کچھ میزاب رحمت پر اور کعبہ کے اندرونی ستونوں پر اور باقی ماندہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی پر لگائے گئے۔

پھر جب امین الرشید خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے عامل سالم بن جراح کو اٹھارہ ہزار دینار دے کر مکہ معظمہ بھیجا تاکہ کعبہ شریف کے دروازہ پر سونا لگایا جائے۔ چنانچہ سونے کی سابقہ تختیاں اتار کر ان میں امین الرشید کے بھیجے ہوئے سونے کا اضافہ کر کے دوبارہ دروازے پر لگائی گئیں۔ ان کے اوپر کیل ٹھونک دیئے گئے اس سے دروازہ کی زیب و آرائش میں مزید اضافہ ہوا۔ نیز دروازہ کے کواڑوں پر دو کنڈے سونے کے لگائے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے

۱۔ [illegible] ص ۵۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابو الولید عبدالملک نے خانہ کعبہ کے لئے سونا بھیجا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے سب سے پہلے یہ کام کیا۔ پھر سلاطین وغیرہ نے سونے سے خانہ کعبہ کو آراستہ کیا۔

(فرع) نوویؒ اور رافعیؒ نے کہا ہے کہ کعبہ شریف اور دیگر مساجد پر سونا اور چاندی لگانا حرام ہے۔ سبکیؒ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی حرمت کا فتویٰ خصوصاً کعبہ شریف کے متعلق تمام مذاہب میں عجیب وغریب ہے۔ ایسا کوئی قلیل شخص ہوگا جس نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہوگا۔ پس اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں اور نہ کوئی دلیل ہے۔ یہ فتویٰ تو خالص سونے کی تختیوں کے متعلق ہے۔ لیکن سونے سے ملمع سازی کا کام تو میں اس کی مخالفت کرنے سے کسی کو نہیں روکتا۔ کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ ہمارے اماموں میں سے امام ابو اللیث سمرقندی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اباحت کا فتویٰ بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ سونا مسجد کی رقم سے نہ ہو۔

یہ ہیں جو خانہ کعبہ کو سونا سے مزین کرنے کی خبریں ہم تک پہنچی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں خانہ کعبہ پر سونا نہیں ہے۔ سابقہ سونا کو اتار کر اس کے عوض سرخ ریشمی کپڑا خریدا گیا ہے اور اسے خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر غلاف لگایا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خانہ کعبہ کو سونے سے مزّین کرنے والا سب سے پہلا شخص

جب ولید بن عبد الملک خلیفہ بنا تو اس نے مکہ معظمہ کے گورنر خالد بن عبد اللہ قسری کو چھتیس ہزار دینار سونا بھیجا جو اس نے کعبہ شریف کے دروازہ، میزاب رحمت اندرونی ستونوں اور حجر اسود اور رکن یمانی پر لگایا۔ ابو الولید اپنے دادا سے بیان کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ میزاب رحمت اور حجر اسود اور رکن یمانی پر جو سونا لگا ہوا ہے وہ ولید بن عبد الملک کا لگایا ہوا ہے۔ دور اسلام میں اس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو سونا سے آراستہ کیا۔ لیکن دروازہ پر بہت باریک سونے کی تختیاں لگی ہوئی تھیں چنانچہ وہ پھٹ گئیں یہ بات امیر المومنین محمد بن ہارون الرشید کی خلافت کے زمانہ میں اسے بتائی گئی۔ اس نے سالم بن جراح کو اٹھارہ ہزار دینار دے کر مکہ معظمہ کی جانب بھیجا۔ تاکہ سونے کی تختیاں کعبہ شریف کے دروازہ پر لگائی جائیں۔ چنانچہ اس نے سونے کی تختیاں اور کیل لگائے۔ کعبہ شریف کے دروازہ کے دو کنڈے بھی سونے کے بنوا کر لگائے گئے۔ نیز دہلیز پر سونا لگایا گیا۔ یہ تمام کام امیر المومنین محمد بن ہارون رشید نے سرانجام دیا۔ تختیاں لگاتے وقت دروازہ توڑا نہیں گیا تھا بلکہ اس کے کواڑوں پر سونے کی تختیاں جڑ دی گئیں اور پھر کیل لگا کر مضبوط کی گئیں جو اب تک اسی حالت میں ہیں۔

ابو الولید نے کہا کہ مجھے مثنیٰ بن جبیر صواف نے بتایا کہ جب انہوں نے کعبہ شریف کا سونا علیحدہ کیا تو اس کا وزن اٹھارہ ہزار مثقال تھا۔ اس پر پندرہ ہزار دینار کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ صرف دروازے پر تینتیس ۳۳ ہزار دینار سونا خرچ آیا۔ کہتے ہیں جب دروازے سے سونا اکھاڑا گیا تو اس پر زرد کپڑا پہنا دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتھر خانہ کعبہ میں لگوائے یہ ملک شام سے منگوائے گئے تھے۔ ان سے خانہ کعبہ کی دیواریں اور فرش مضبوط ہوگیا۔ اور کچھ پتھر وہاں لگائے جہاں کعبہ شریف کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ اور اس پر سونے کا بند باندھ دیا۔ خانہ کعبہ کے اندر جو بھی سنگِ مرمر لگا ہوا ہے وہ تمام ولید بن عبدالملک کا کارنامہ ہے وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کا فرش سنگ مرمر کا بنوایا۔ نیز دیواروں پر سنگِ مرمر لگا کر اسے مضبوط کیا۔ نیز یہ پہلا شخص ہے جس نے مسجدوں میں بیل بوٹوں اور نقش و نگار کی داغ بیل ڈالی۔

خانہ کعبہ کے سامنے کا گڑھا[1]

اسے معجن یا مصلیٰ جبریل بھی کہا جاتا ہے یہ کعبہ شریف کے سامنے شرقی جانب رکن شامی اور دروازہ کے درمیان تھا۔ اس کے متعلق کئی روایات مذکور ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل کا مصلیٰ ہے۔ جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو یہاں پر کھڑے ہو کر حضرت جبریل نے نماز پڑھائی۔ یہ بات اکثر علماء نے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حضرت جبریل نے کعبہ کے دروازہ کے پاس دو دفعہ جماعت کرائی۔ نیز ابن سائب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز کعبہ شریف کے سامنے طرفتہ البیضاء کے بالمقابل ہو کر نماز ادا کی۔

وازرقی رح نے کہا کہ مجھے میرے دادا نے بیان کیا کہ داؤد بن عبدالرحمٰن ہمارے لئے اشارہ کرتا تھا اس جگہ کی طرف جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

---

[1] اب خانہ کعبہ کے چاروں طرف سنگ مرمر کا فرش بچھا ہوا ہے اور اس مذکور گڑھا کا نام و نشان نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ جگہ کعبہ شریف کے سامنے تھی۔ اس وقت تک شاذروان پر جو خانہ کعبہ کی دیواروں کے نیچے بنایا گیا تھا۔ چونہ وغیرہ نہیں لگایا گیا تھا اور پتھر صاف نظر آرہے تھے۔ یہ جگہ ساتویں یا نویں پتھر کے قریب واقع تھی۔

ازرقی رح نے کہا کہ مجھے داؤد نے بتایا کہ ابن جریج ہمارے لئے اشارہ کرتا تھا ایک مقام کا اور کہتا تھا یہ وہ مقام ہے جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ اور اسی مقام پر مقامِ ابراہیمؑ کا پتھر رکھا گیا تھا جب کہ اسے سیلاب بہا کر لے گیا۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کے اصل مقام پر لوٹا دیا۔

تقی فاسی نے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام شافعی سے نقل کیا ہے کہ شیخ یمن احمد بن موسیٰ بن عجیل تقاضا کرتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا مصلیٰ وہی سنگِ مرمر کا گڑھا ہوگا۔ ابن جماعۃ نے اپنی منسک میں بیان کیا ہے۔ وہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے روایت کرتا ہے کہ بیشک وہ گڑھا جو کعبہ شریف سے متصل ہے اور دروازہ اور حجر کے درمیان ہے وہ جگہ ہے۔ جہاں پر حضرت جبریلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمّت پر فرض کی۔ لیکن میرے خیال میں وہ گڑھا نہیں ہے۔ اور یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ اگر یہ بات درست ہوتی تو اس پر سنگِ مرمر کی تختی کندہ ہوتی۔

قرشی[1] نے "بحرِ عمیق" میں اس پر تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ تختی کندہ ہونا کوئی لازمی نہیں کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ معاملہ یوں ہو جیسے عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہے۔ اور اس پر کتابت کوئی ضروری امر نہیں۔ شیخ عزالدین نقل کرنے والے ہیں اور جو لوگ نقل کرتے ہیں وہ ان پر حجت ہیں۔

---

[1] یہ ابوالبقاء عمری قرشی مکی کے نام سے مشہور ہیں۔ بحر عمیق کے مصنف ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام روایات صحیحہ کا لکھنا ضروری نہیں کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اردگرد کس کس پتھر کے پاس نماز پڑھی۔ ہاں البتہ مسجد حرام میں جو تعمیر کا کام ہوتا رہا ہے اس کی تاریخ لکھی گئی نہ سلف صالحین پتھروں پر لکھنے کے عادی تھے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، جن کی شان بہت بلند ہے۔ پتھروں پر لکھنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ خلفائے راشدین، صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ یہ تو زمانہ اوّل کے بعد رواج ہوا۔

تقی فاسی نے کہا ہے ایک خبر میں ہے جو سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ آج آپ کے کھڑے ہونے کی جگہ وہ ہے جو اس دروازے کے صندوق کے پاس ہے جس میں مقام ابراہیم ہے۔ ہاں البتہ گڑھا حجرِ اسود کی طرف کچھ بڑھا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کعبہ کے پاس نصف حفرہ (گڑھا) میں ہے جو کعبہ شریف سے متصل ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ سے باہر نکل کر نماز ادا کی ہوگی۔ پھر فاسی نے کہا وہ پھر میں نے مفتیٔ حرم رضی الدین محمد بن ابی بکر خلیل عسقلانی کے خط سے معلوم کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی حفرہ اور حجر کے درمیان تھا۔ اس لئے میں نے رضی مذکور کے خط میں ایسی چیز پائی جو اس کی واضح نص تھی۔ مجھے عثمان بن عبدالواحد عسقلانی مکی نے خبر دی اس نے کہ مکہ معظمہ کے بعض مشائخ متقدمین سے سنا کہ بے شک مقام محمدی وہ پتھر ہے جو حفرہ کے پاس کعبہ شریف اور حجر اسماعیل سے متصل ہے۔ اور وہ پتھر اس مذکورہ حفرہ کی جانب ہے۔ پھر فاسی نے کہا کہ حفرہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ سابقہ مراد ہے۔ موجودہ حفرہ کی ۸۰۱ھ میں سنگ مرمر کے پتھروں سے تجدید کی گئی۔ ہم نے پیمانے سے اس کی پیمائش کی تو اس کا طول شامی جہت سے یمانی جہت تک چار ہاتھ تھا۔ اور اس کا عرض مشرقی جہت سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کعبہ شریف کی دیواروں تک ۱/۲ ۲ ہاتھ تھا۔ یہ تمام پیمائش لوہے کے بنے ہوئے ہاتھ سے کی گئی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہ حفرہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ابن جبیرؒ کی مکہ معظمہ میں آمد کے وقت اس پر سنگِ مرمر کے پتھر نہیں لگے ہوئے تھے۔ وہ ۵۷۸ھ میں آیا تھا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس نے ذکر کیا ہے کہ بیشک وہ نشانی مقام ابراہیم ہے جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس موجودہ مقام پر پھیر دیا۔ جہاں پر اب مصلیٰ ہے۔ اس پر سفید ریت بچھی ہوئی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب ابن جبیرؒ نے اس کی زیارت کی...... تو اس وقت اس پر سنگِ مرمر کے پتھر نہیں لگے ہوئے تھے۔

ہم گذشتہ سطور میں متنبہ کر چکے ہیں کہ یہ بات غیر یقینی ہے کہ بیشک یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں مقام ابراہیمؑ کا پتھر تھا۔ واللہ اعلم

قطب الدین حنفی۔ نے اپنی کتاب "تحصیل المرام" میں لکھا ہے۔ اور کعبہ شریف سے متصل مقام جبریلؑ کے وسط میں یعنی اس گڑھا میں جو بابِ کعبہ سے داہنی جانب ہے ایک صاف سنگِ مرمر کا نیلا پتھر ہے۔ اس پر یہ عبارت منقوش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امر بعمارة هذا المطاف الشريف سيدنا ومولانا الامام الاعظم المفترض الطاعه على سائر الامم ابوجعفر منصور المستنصر بالله امير المومنين بلغه الله اماله وذالك في ۶۳۱ھ صلى الله على سيدنا محمد وعلى آل وصحبه وسلم

حفرہ کے متعلق میں نے اپنی معلومات بیان کر دی ہیں۔ میں نے مناسک، فقہ لغت اور تاریخ مکہ کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا اور بعض علماء کے مجموعے بھی نظر سے گزرے ......

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے مزید واقفیت حاصل ہوگی۔ لیکن مجھے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ ازرقیؒ اور فاسیؒ نے بعض اخبار کا خلاصہ اور ان لوگوں کا بیان کیا ہے۔ جن سے میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ ایک قول کے مطابق حفرہ حضرت جبریل علیہ السلام کا مصلیٰ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد مقام ابراہیمؑ کا پتھر رکھا ہوا تھا۔ لیکن جو لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں معجن تھا۔ یعنی اس جگہ پر حضرت اسماعیلؑ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے لئے مٹی گوندھی تھی تو مجھے اس قول کی تائید میں کوئی خبر نہیں ملی۔ اسی طرح حفرہ کی تاریخ کے متعلق مجھے کوئی واقفیت نہیں کیا وہ عہد ابراہیم سے ہے یا بعد میں بنایا گیا۔ نیز کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس شکل کا تھا اور اتنی پیمائش کا تھا یا اس سے کم و بیش تھا۔ لیکن ابن جبیرؓ کا قول جو اس نے اپنے سفرنامہ میں بیان کیا ہے کہ جب بیت اللہ شریف کو غسل دیتے تھے تو یہ گڑھا مصبہ کا کام دیتا تھا یعنی بیت اللہ کا پانی اس میں جا کر جمع ہوتا تھا۔ اسے کسی عالم نے بیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی راوی سے ایسی روایت مذکور ہے۔ شاید اس نے دیکھا ہوگا کہ غسل کعبہ شریف کا پانی اس کی طرف جا رہا ہے تو اس نے خیال کیا کہ یہ اس لئے بنایا گیا ہوگا۔ واللہ اعلم

بیت اللہ کی تعمیر و اصلاح

جب خانہ کعبہ کی دیواروں میں کوئی خلل یا شگاف واقع ہوتا یا جلنے کی وجہ سے دیواریں بوسیدہ ہو جاتی تھیں یا دیواروں کے کچھ پتھر گر پڑتے تھے تو اس کی مرمت اور اصلاح کے لئے محکمہ مالیات فوری طور پر توجہ دیتا تھا۔ حلال اور پاک مال سے اس کا میٹریل پتھر، مٹی، چونا، سیمنٹ اور لوہا وغیرہ مہیا کر کے اسے مضبوط کرتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں سے احسان کرتا ہے اور ان کے اعمال کا اجر دیتا ہے۔ جب قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو اسے منہدم کرنے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کیا تم اسے اصلاح کی نیّت سے گرانا چاہتے ہو یا بُرے ارادہ سے؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس نے کہا درستی اور اصلاح کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہیں کرے گا پھر ولید بیت اللہ شریف کی دیواروں پر چڑھ گیا۔ اس کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ تو اس نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی یا الٰہی بیت اللہ شریف کی دیواریں گرانے سے ہمارا مقصد اس کی اصلاح اور درستی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر اس نے کچھ قریش کو ہمراہ لے کر اس کی دیواریں گرا دیں [۱]۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ اسے دوبارہ تعمیر اور تجدید کی غرض سے کوئی نہ گرائے تو اسے ایک ایسا قیمتی جوہر یا گراں قیمت پتھر کا ایک ٹکڑا بنا دیتا جسے ہوائیں نہ ہلا سکتیں اور نہ ہی زمانہ کے حوادث اس پر اثر انداز ہو سکتے۔ یہاں تک کہ زمین اور اہل زمین کا مکمل طور پر اللہ تعالیٰ وارث ہو جاتا یعنی قیامت آ جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مکہ معظمہ میں بنایا اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہا اس کی تعمیر کے لئے خاص کر دیا اور اسے ہیبت اور جلال عطا کیا۔ نیک لوگ زمین میں اس کا یوں طواف کرتے ہیں جس طرح آسمان والے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کو ہیبت، عظمت اور جلال و کرامت سے خاص کیا ہے۔ نیز اسرار قدسیہ اور انوارِ الٰہیہ سے گھیرا ہے۔ اس کی زیارت کرنے والا اس کے پاس عاجز اور ذلیل ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔ سرکش لوگ ذلیل اور عاجز ہو کر اس کا

---

[۱] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۱۵۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طواف کرتے ہیں۔ گنہگار اس کے پاس زار و زار روتا ہے اور مضطر اور لاچار آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمید کرتا ہوا اور پکارتا ہوا خشوع و خضوع سے دعا کرتا ہے اس کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لغزشوں کی معافی دی جاتی ہے۔ اور آنسو بہائے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کی زیارت کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما۔

یعنی اے الہٰی! اس گھر کی بزرگی اور عظمت میں اضافہ فرما۔

حضرت عمرؓ جب بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام۔

اے اللہ تیرا نام سلام ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے تو ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھ[1]

ازرقیؒ نے اپنی تاریخ میں عطاء سے روایت کی ہے وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس گھر پر ہر روز رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں پر اور چالیس نماز پڑھنے والوں پر نازل ہوتی ہیں۔ بیس رحمتیں ان لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو صرف بیٹھے ہوئے بیت اللہ شریف کی زیارت کرتے ہیں[1]۔

نیز اپنی تاریخ میں عطاء سے بیان کیا ہے اس نے کہا میں نے ابن عباسؓ

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۲۸۷ تا ۲۷۹

[2] " جلد دوم ص ۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے سُنا کہ کعبہ شریف کی زیارت کرنا خالص ایمان کی علامت ہے[۵۱]۔ نیز اس نے یہ بھی روایت کیا۔ ہے کہ حماد بن سلمہ نے کہا کہ کعبہ شریف کی زیارت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ دیگر ممالک میں محنت سے عبادت کرنے والا[۵۲]۔ اس میں یہ روایت بھی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے کہا میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے اس کی ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ اس میں مجاہد سے یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے بتایا حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیانی حصّہ کو ملتزم کہتے ہیں اس مقام پر کھڑا ہو کر آدمی جو دُعا کرتا ہے وہ مستجاب ہوتی ہے۔ اس میں یہ روایت بھی ابن عباس رضؓ سے آئی ہے کہ جس نے کعبہ شریف کو لازم پکڑا پھر دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا خواہ ایک دفعہ اس کے ساتھ جسم لگایا جائے فرمایا ہاں خواہ جانور کے پنجے کی طرح لٹکایا جائے۔

اس میں یہ روایت بھی ہے کہ عروہ بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ساتھ طواف کیا۔ جب ہم کعبہ شریف کی پچھلی جانب پہنچے تو میں نے پوچھا تُو پناہ کیوں نہیں مانگتا؟ اس نے کہا اعوذ باللہ من النار۔ پھر وہ گزر گیا یہاں تک حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس کے اور بابِ کعبہ کے درمیان کھڑا ہوا۔ پھر اپنا سینہ، چہرہ، بازو اور ہتھیلی پھیلا کر اس پر رکھ دیئے۔ پھر بتایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا ہے۔ مجاہد نے کہا اپنے رخسار کعبہ شریف سے لگاؤ اور پیشانی مت لگاؤ[۵۳]۔

---

۵۱ اخبار مکہ جلد دوم ص ۹

۵۲ " جلد اوّل ص ۸

۵۳ " " ص ۳۴۷ تا ۳۵۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شاذروان یہ ایک بنا ہے جو کعبہ شریف کی دیوار کے پچھلے حصّے کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ تین اطراف شرقی، غربی اور جنوبی سے مطاف کی زمین سے متصل ہے۔ اس شاذروان کی شکل مسنم ہے۔ یہ سنگِ مرمر کے پتھروں کا بنا ہوا ہے لیکن شمالی جہت میں باقی تینوں اطراف کی طرح شاذروان نہیں بلکہ ایک بسیط بنا ہے۔ اس کی بلندی حجرِ اسماعیل جسے حجرِ صوان بھی کہتے ہیں سے چار قیراط ہے[۵]۔ یہ ایک قسم کا پتھر ہے جس سے خانہ کعبہ بنایا گیا ہے یہ اصل کعبہ شریف میں شامل ہے۔ اور یہ شاذروان نہیں۔ درحقیقت شاذروان کعبہ شریف کی دیواروں کی بنیاد ہے۔ جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ پھر قریش نے دیوارِ کعبہ کی پہلی بنیاد جب کہ روئے زمین پر بنایا گیا تھا سے عرض کی جانب سے اسے کم کر دیا۔ جس طرح تعمیر کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے۔ یہ جمہور علماء شافعی اور مالکی کا قول ہے۔ ازرقیؒ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ شاذروان کے پتھروں کی تعداد جو خانہ کعبہ کے ارد گرد ہیں تینوں اطراف میں اڑتیس[۳۸] ہے۔ ان میں سے رکن غربی سے رکنِ یمانی تک پچیس[۲۵] ہیں ان میں سے بعض کا طول ساڑھے تین ہاتھ ہے۔ اور یہ دروازہ کی دہلیز پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ دروازہ کعبہ شریف کی پشت میں تھا اسے بند کیا ہوا ہے۔ اس کے اور رکنِ یمانی کے درمیان چار ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ رکن یمانی پر ایک مدور پتھر لگا ہوا ہے۔ رکن یمانی سے رکنِ اسود تک انیس[۱۹] پتھر ہیں۔ شاذروان کی حد سے رکن تک جس میں حجرِ اسود نصب ہے تین ہاتھ اور بارہ انگشت ہے۔ اس میں شاذروان شامل نہیں۔ شاذروان کی حد سے جو ملتزم کے قریب ہے رکن تک جس میں حجرِ اسود واقع ہے دو ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ اس میں شاذروان کا شمار نہیں۔ اور یہ وہ مقام ہے جسے ملتزم کہا جاتا ہے۔ شاذروان کی لمبائی آسمان کی طرف سولہ انگشت اور اس کا عرض ایک ہاتھ ہے۔ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ شاذروان ایک نہایت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لطیف بنا ہے جو کعبہ شریف کی دیوار سے متصل ہے۔ اس کی بلندی بعض مقامات پر تقریباً ½۱ بالشت اور عرض ½۲ بالشت ہے۔ اور بعض مقامات پر ½۱ بالشت ہے۔[۱]

خانہ کعبہ کا دروازہ

راویوں کا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ کا دروازہ بنانے کا شرف کس کو حاصل ہوا ہے۔ بعض نے انوش بن شیث بن آدمؑ کا نام لکھا ہے۔ اس قول کے مطابق یہ دروازہ پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جرہم نے جب خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو اس کے دو کواڑ اور ایک قفل بنایا۔ اسے فاسی نے بیان کیا ہے تیسرا قول یہ ہے کہ یمن کے سابقہ بادشاہوں میں سے ایک شخص تبع ثالث ہوا ہے اس نے سب سے پہلے دروازہ بنانے کا شرف حاصل کیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت دیر پہلے کی ہے۔ اس قول کو ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ابن اسحاق مطلبی سے اور ازرقی رح نے تاریخ مکہ میں بیان کیا ہے۔ اس نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ تبع پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ شریف کو غلاف سے آراستہ کیا۔ اور قبیلۂ جرہم کے گورنروں اور حاکموں کو اس کی وصیت کی۔ نیز حکم دیا کہ اسے پاک اور صاف رکھا جائے۔ پھر اس کا ایک دروازہ اور چابی تیار کی۔ لیکن ازرقیؒ نے ابن جریج سے بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ تبع سب سے پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو مکمل غلاف سے آراستہ کیا اور اس کا ایک دروازہ بنایا جو بند کیا جا سکتا تھا۔ اس سے پہلے دروازہ کبھی بند

---

[۱] اخبار مکہ جلد اول ص ۳۰۹ تا ۳۱۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا گیا۔ تبع نے اس کے متعلق کچھ اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

وا قمنا بہ من الشهر عشرًا   وجعلنا لبابہ اقلیدا

ہم نے مکہ معظمہ میں دس روز تک قیام کیا۔ اور ہم نے خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی بنائی۔

یہ تعمیر قریش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب قریش نے اسے تعمیر کیا تو دروازے کے دو کواڑ تھے۔ ابن فہد نے کہا ہے کہ خانہ کعبہ کا وہ دروازہ جو ابن زبیرؓ کی تعمیر سے پہلے تھا اس کے دو کواڑ تھے۔ اس کا طول زمین سے بلندی کی طرف گیارہ ہاتھ تھا۔ ابن جریج نے کہا کہ وہ دروازہ جسے ابن زبیرؓ نے بنایا تھا اس کا طول گیارہ ہاتھ تھا۔ جب حجاج کا دور دورہ ہوا تو اس نے ایک دروازہ بنایا اس کا طول چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ یہ اس لئے کہ حجاج نے ابن زبیرؓ کے بنے ہوئے دروازہ کو اونچا کر دیا۔ جس طرح کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے دروازے کا طول کشادگی کے برابر ہو گیا۔

ابن فہد قرشی نے سنہ ۱۹۴ھ کے حوادث میں لکھا ہے کہ خلیفہ امین محمد بن ہارون رشید عباسی نے سالم بن جراح کو جو مکہ معظمہ پر گورنر تھا۔ بارہ ہزار دینار بھیجے تاکہ اس کی تختیاں بنا کر کعبہ شریف کے دروازے پر لگائی جائیں۔ چنانچہ سابقہ تختیوں کو اتار کر ان میں اٹھارہ ہزار دینار سونا کا مزید اضافہ کر کے تختیاں، کیل اور دروازہ کے دو کنڈے بنائے گئے۔ نیز چھت کے کنگروں اور دہلیز پر بھی سونا لگایا گیا۔[1]

کعبہ شریف کا پرنالہ یعنی میزابِ رحمت

یہ دیوار کے اوپر کے کنارے پر واقع ہے

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۰۷ تا ۳۰۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس کا پھیلاؤ ایک بالشت ہے اور تقریباً دو ہاتھ باہر نظر آرہا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس کے نیچے پتھر ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس پر ایک مستطیل سبز رنگ کا سنگِ مرمر کا پتھر لگا ہوا ہے۔ اس کی شکل محراب کی ہے۔ اس کے نزدیک ایک اور سنگِ مرمر کا پتھر ہے جو سبز رنگ کا ہے اس کی شکل مستدیر ہے۔ ان دونوں کا پھیلاؤ ۱½ بالشت ہے۔ یہ دونوں عجیب وغریب شکل کے ہیں۔ ان کا منظر نہایت دلکش اور دلفریب ہے۔ اور اس کے پاس ہی رکنِ عراقی سے متصل آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ کی قبر ہے اس کی نشانی سبز مستدیر شکل کا سنگِ مرمر ہے۔ اس کا پھیلاؤ ۱½ بالشت ہے دونوں قبروں کے درمیان سات بالشت کا فاصلہ ہے[۱]

سب سے پہلے قریش نے کعبہ شریف کا پت نالہ بنایا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی۔ نیز اس وقت خانہ کعبہ بغیر چھت کے تھا۔ پھر جب عبداللہ بن زبیر رضؓ نے اسے تعمیر کیا تو اس کا ایک پت نالہ بنایا اور اس کے بہنے کی جگہ حجرِ اسماعیل بنائی۔ قریش نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ پھر حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کے بنائے ہوئے کعبہ شریف کو جو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کیا گیا تھا کم کر کے قریش کی بنیادوں کے مطابق کر دیا اور اس کے شمالی جانب ایک پت نالہ لگایا۔ اس کا بہاؤ حجر اسماعیل پر بنایا جس طرح پہلے تھا۔ قرشی نے کہا ہے کہ یہ مکہ کے گورنر شریف رمیثہ نے بنایا تھا۔ ازرقیؒ نے میزابِ رحمت کا طول چار ہاتھ اور اس کی وسعت آٹھ انگشت بیان کی ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر سونا لگا ہوا تھا سب سے

---

[۱] اب ان دونوں قبروں کے پتھر موجود نہیں نیز کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ یہاں مدفون ہوئے ہیں۔ فافہم وتدبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلے ولید بن عبدالملک نے میزابِ رحمت کو سونا لگا کر مزین کیا۔ دار الفوائد میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے میزابِ رحمت کو سونے سے آراستہ کیا۔ اس سے مراد وہ پت نالہ ہے جسے رامشت نے بنایا تھا۔ اور اس کا خادم مشقال ۵۳۹ھ میں لے کر آیا تھا۔ نجم الدین ابن فہد نے ۵۳۷ھ کے حوادث میں بیان کیا ہے کہ ابوالقاسم ابراہیم بورامشت بن حسین فارسی صاحب رباط کے نام سے مشہور تھا وہ اور اس کا خادم مشقال مکہ معظمہ میں آئے تو ان کے پاس ایک پت نالہ تھا۔ یہ اس کے مالک رامشت کا بنایا ہوا تھا۔ ۵۳۹ھ میں اسے خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ میزاب کعبہ شریف میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ اس کے دو اسباب تھے۔ ایک سبب تو یہ تھا کہ جب اس میں کوئی نقص واقع ہوتا تھا تو اسے دوسرا آدمی فوراً درست کرتا تھا۔ دوسرا یہ کہ بعض مسلمان بادشاہ اور امراء لوگ خانہ کعبہ کے لئے نیا پت نالہ بنوا کر تحفتہً بھیجتے تھے۔ اسے خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کیا جاتا اور سابقہ پت نالہ کو اتار لیا جاتا تھا۔ اسی طرح اس میزاب کا حال ہے جو امیر المومنین مکتفی عباسی نے بنایا تھا۔ اور اسے کعبہ شریف پر نصب کیا گیا اور سابقہ میزاب کو اتار گیا جو رامشت نے لگایا تھا۔ یہ ۵۴۱ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ اسی طرح تقی فاسی اور نجم الدین بن فہد نے ذکر کیا ہے۔ وہ میزاب جسے ناصر عباسی نے بنایا تھا اس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ اور وہ لکڑی کا تھا۔ اس کے اوپر جہاں سے پانی گزرتا تھا سکہ بھرا ہوا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ چاندی کا ملمع کیا ہوا ہے ابن فہد نے ذکر کیا ہے کہ امیر سوڈاں باشا نے جو میزاب بنایا تھا۔ وہ اس زمانہ کا تھا جب کہ ۷۸۱ھ ماہ محرم میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی تھی۔

تحصیل المرام[1] میں ذکر آیا ہے کہ یہ پت نالہ ۹۵۹ھ میں اکھاڑا گیا اور اس جیسا

۱۔ تاریخ تحصیل المرام صباغ کی متوفی ۱۳۲۱ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اور پت نالہ بنایا گیا جس پر سونے اور چاندی کا ملمع کیا ہوا تھا۔ یہ سلطان سلیمان نے بنایا تھا اور حج کے ایام میں سن مذکور میں کعبہ شریف پر نصب کیا تھا۔ سابقہ پت نالہ اکھاڑ کر روم لے جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن بنو شیبہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں نے تعرض کیا اور جدہ کی بندرگاہ پر اسے روک لیا۔ اور اس کے وزن کے برابر چاندی دے دی۔ جدّہ کے نائب اور مکّہ کے قاضی کے تخمینہ کے مطابق دو ہزار آٹھ سو درہم چاندی تھی۔ ایک میزاب سلطان احمد خاں نے بھی بنوایا تھا۔ طبری علی[1] نے "مدارج مکی" میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۲۱ھ میں آغا معمار شاہی دروازہ سے گزرا اس کے پاس کعبہ شریف کا میزاب تھا اور چاندی کی پٹی تھی جو سونے سے ملمع کی ہوئی تھی۔ اس سے بیت اللہ شریف کو باندھا گیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ سلطان کی غفلت سے حرم شریف میں سیلاب داخل ہوا اور اس سے کعبہ شریف کی دیواریں پھٹ گئیں اور ایک سونے کی تختی جو دروازے کے سامنے لٹکائی گئی۔ اس پر لکھا ہوا تھا:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا،

اور کچھ سونے سے ملمع کی ہوئی تختیاں جو منبر کے اوپر والے حصے کے لئے لائی گئی تھیں "تحصیل المرام" میں لکھا ہے۔ ایک میزاب وہ ہے جسے سلطان احمد خاں نے سنہ ۱۰۹۱ھ میں بنوایا۔ اس کے متعلق شاذروان کے سفید پتھر پر جو دروازہ کے دائیں جانب ہے اس پر لکھا ہے: "امر بتجدید سقف الکعبۃ و میزاب الرحمۃ السلطان احمد خان فی سنۃ الف واحدی وتسعین"

یعنی سلطان احمد خاں کے حکم سے سنہ ۱۰۹۱ھ میں کعبہ شریف کی چھت اور میزاب رحمت

---

[1] ان کا پورا نام علی بن عبدالقادر طبری ہے۔۔۔۔۔۔ ان کی کتاب "تاریخ مدارج مکی" مخطوطہ یعنی غیر مطبوعہ تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تجدید کی گئی۔

یہ ہے جو "تحصیل المرام" میں مذکور ہے اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں خطا ہوئی ہے۔ کیونکہ سفید پتھر پر جس میزاب کا ذکر ہے وہ ۱۰۲۱ھ میں بنا ہے اور ۱۰۹۱ھ کا نہیں ہے۔ ایک میزاب وہ ہے جسے سلطان عبدالمجید خاں بن سلطان محمود خاں نے قسطنطنیہ میں بنایا تھا۔ اور پھر حاجیوں کے ہمراہ اسے رضا باشا لایا۔ یہ ۱۲۷۶ھ میں خانہ کعبہ پر نصب کیا گیا۔ اس وقت مکہ کا گورنر عبداللہ بن محمد بن عون تھا۔ پھر اگلے سال سابقہ میزاب اکھاڑا گیا اور بلند دروازوں کی طرف اٹھایا گیا۔ میزاب جدید پر نقرئی پچاس رطل سونا لگا ہوا ہے۔ واللہ اعلم

دور حاضر کا میزاب یہی ہے کیونکہ ہمیں تاریخ نے اس کے متعلق کوئی خبر نہیں دی کہ اس کے بعد بھی کوئی میزاب لگایا گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر بیت اللہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی سارہ خاتون سے مکہ معظمہ جانے کی اجازت طلب کی تاکہ بیت اللہ کی تعمیر کرے۔ اجازت پاکر آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ اور چاہ زمزم کی پچھلی طرف حضرت اسماعیلؑ سے ملاقات ہوئی جو تیر بنانے میں مصروف تھے۔ اسے بتایا کہ اے اسماعیلؑ تیرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کے لئے ایک گھر تیار کروں۔ یہ سن کر حضرت اسماعیل نے جواب دیا آپ کو جو حکم ملا ہے اپنے رب کی اطاعت کیجئے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے بتایا کہ تجھے بھی یہ حکم ملا ہے کہ میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود "

کہ دونوں مل کر میرے گھر کو طواف کرنے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاک وصاف رکھو۔

چنانچہ دونوں نے کدال لئے اور اس مقام پر گئے جہاں پر حضرت ہاجرہؑ نے حضرت جبریلؑ کے بتانے پر جھونپڑی بنائی ہوئی تھی۔ انہیں کوئی علم نہیں تھا کہ بنیاد کہاں رکھی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی جسے ریح الخجوج کہتے تھے۔ اس کے دو بازو اور ایک سر تھا۔ اس کی شکل سانپ کے مشابہ تھی۔ اس نے کعبہ شریف کے ارد گرد جھاڑو دیا تو اس سے بیت اللہ شریف کی سابقہ بنیاد نظر آنے لگی۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹا کدال لے کر کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ پھر انہوں نے بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت "

جب ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ شریف کی جگہ بتائی۔

پھر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے بیت اللہ شریف کی دیواروں کو بلند کیا۔ حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ پتھر لا کر دیتے تھے۔ اور دونوں یہ دعا کرتے تھے: ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

جب دیواریں اونچی ہو گئیں اور حضرت ابراہیمؑ پتھروں کو بلند کرنے سے عاجز آ گئے تو ایک پتھر لائے جس پر ایک دفعہ کھڑے ہوئے تھے جب کہ حضرت اسماعیلؑ کی بیوی نے آپ کا سر دھویا تھا۔ تو حضرت ابراہیمؑ اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسماعیلؑ پتھر لا کر دینے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں بیت اللہ شریف کے ارد گرد تعمیر کے لئے گھومتے رہے اور دونوں مندرجہ ذیل دعا پڑھتے رہے:

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم یہاں تک کہ تعمیر مکمل ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمۃ وارنامناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم (الی العزیز الحکیم۔

یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر کعبہ شریف کی دیواریں تعمیر کرتے رہے اور یہی وہ پتھر ہے جسے مقامِ ابراہیمؑ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔

کہ مقامِ ابراہیمؑ کے پاس نماز پڑھو

بیت اللہ شریف نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیانی زمانہ میں

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں طوفان کی آمد سے کعبہ شریف منہدم ہو کر پوشیدہ ہو گیا اور مٹ گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ تک یوں ہی رہا۔ اس کی جگہ ایک سُرخ مدور ٹیلہ تھا۔ سیلاب کا پانی اس کے اُوپر نہیں چڑھتا تھا۔ ہاں لوگوں کو علم تھا کہ بیت اللہ شریف کی جگہ یہ ہے۔ لیکن اس کی بنیادیں غائب تھیں۔ مظلوم اور پناہ لینے والا زمین کے کناروں سے اس کے پاس آتا اور مصیبت زدہ وہاں آکر دعا کرتا تھا۔ ہر آدمی جو وہاں پر دعا کرتا اس کی دعا مستجاب ہوتی تھی۔ اور لوگ بیت اللہ شریف کی جگہ کا حج بھی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ شریف کے مکان کی جگہ سے آگاہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر اور دین و شریعت کے اظہار کا ارادہ کیا۔ ایک اُمت کے بعد دوسری اُمت اور ایک ملت کے بعد دوسری ملت آتی رہی لیکن بیت اللہ شریف اس وقت سے قابلِ تعظیم و حرمت رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے پیشتر فرشتے اس کا حج کرتے تھے[1]

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلاف کعبہ شریف کے اوقات

خالد بن مہاجر سے روایت ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روز خطبہ دیا اور فرمایا آج عاشورہ کا روز ہے۔ اس روز خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا ہے اور اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ تم پر اس کے روزے فرض نہیں۔ حالانکہ میرا روزہ ہے جو تم میں چاہے روزہ رکھے۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ گزشتہ زمانہ میں عاشورہ کے دن غلاف پہنایا جاتا تھا۔ اس وقت تمام حجاج واپس چلے جاتے تھے۔ جب بنوہاشم کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پر قمیص پہنانے کی رسم شروع کی۔ وہ یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کو ریشمی قمیص پہناتے تھے۔ اس سے باہیبت اور پُرجمال نظر آتا تھا۔ جب عاشورہ کا دن ہوتا تو اس پر ازار (چادر) ڈالتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو ازرقیؒ نے بیان کیا ہے۔

نیز اس نے بتایا کہ میرے دادا نے مجھے بیان کیا کہ کعبہ شریف پر ہر سال دو غلاف چڑھاتے تھے۔ ایک ریشمی غلاف ہوتا تھا اور دوسرا قباطی کا۔ ریشمی غلاف آٹھ ذی الحجہ کو پہنایا جاتا تھا۔ اسے قمیص کی شکل میں پہناتے تھے اور نیچے لٹکا دیا جاتا تھا۔ اس کی سلائی نہیں کی جاتی تھی۔ جب لوگ منیٰ سے واپس آتے تو قمیص کی تاگا سے سلائی کی جاتی تھی۔ اور ازار کو ویسے ہی رہنے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام حجاج واپس چلے جاتے تھے۔ پھر اس کی سلائی کی جاتی تھی۔ ایسا اس لئے کرتے تا کہ کوئی غلاف کو پھاڑ نہ سکے۔ جب عاشورہ کا دن ہوتا تو چادر لٹکائی جاتی اور اسے قمیص سے ملا دیتے تھے۔ پھر یہ ریشمی غلاف خانہ کعبہ کے اُوپر رہتا تھا۔ پھر جب رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ ہوتی تو اس پر ایک اور قباطی کا غلاف عیدالفطر کی خوشی میں پہنایا جاتا تھا۔

جب مامون رشید خلیفہ ہوا تو اس نے ایک اور تیسرے غلاف کا حکم دیا یہ سفید ریشم کا تھا۔ اس کے زمانہ میں سُرخ ریشمی غلاف ۸ ذی الحجہ کو پہنایا جانے لگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرا غلاف قباطی کا وہ رجب کی پہلی تاریخ کو پہناتے تھے اور مامون رشید کا تیار کردہ سفید ریشمی غلاف ستائیس رمضان المبارک کو عید الفطر کے لئے پہناتے تھے آج تک کعبہ شریف کو ہر سال تین غلافوں سے ڈھانپا جاتا ہے۔ پھر مامون رشید کے پاس یہ خبر پہنچی کہ سفید ریشمی ازار کو لوگ پھاڑ لیتے ہیں اور حج کے ایام میں حاجیوں کے چھونے کی وجہ سے بوسیدہ ہو جاتی ہے تو اس نے ایک اور ازار سفید ریشم کی بھیجی جسے یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) یا ساتویں تاریخ کو پہنایا جاتا تھا۔ اس کی غرض و غایت یہ ہوتی تھی کہ عید الفطر کے موقعہ پر جو غلاف پہنایا جاتا تھا اور پھٹ جاتا تو اس غلاف سے اسے ڈھانپ دیتے تھے۔ پھر یوم عاشورا کو اس پر سرخ ریشمی ازار پہنائی جاتی اور اسے سی دیا جاتا تھا[1]

حضرت ابراہیمؑ کا اپنے فرزند اور زوجہ کو مکہ میں ٹھہرانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کو لے کر مکہ معظمہ آ گئے۔ آپ کے پاس ایک پانی کی چھاگل تھی۔ آپ نے ان دونوں کو زمزم کی سیڑھی کے پاس بٹھایا۔ اس دن ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ ان دونوں کو وہاں بٹھا کر کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ ان کے پاس رکھ دیا۔ اور خود ملک شام کی طرف واپس چل دیئے۔ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے ان کا پیچھا کیا۔ اور کہا اے ابراہیمؑ آپ کہاں جا رہے ہو اور ہمیں اس وادی میں کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟ یہاں پر نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ ہی کوئی چیز ہے۔ اس نے بار بار پکارا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی آواز کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے اوپر کی

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۴۶ تا ۲۶۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانب کداء پہاڑ پر پہنچ گئے۔ یہاں سے آپ کو وہ دونوں نظر نہیں آتے تھے پھر آپ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر یوں دُعا کرنے لگے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰة فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم و ارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون۔

اے ہمارے پروردگار! میں اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس چھوڑے جا رہا ہوں یہ ایک بنجر اور بے آب و گیاہ وادی ہے۔ اے ہمارے پروردگار میری اس سے غرض و غایت یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ تو لوگوں کے دل اس کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کا رزق عنایت فرما تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

حضرت ابراہیمؑ کو پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ہاجرؑہ اور حضرت اسماعیلؑ کی خود حفاظت کرے گا اور دعا کو قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ اب دنیا کے کسی کونہ میں بھی ایسا آدمی نہیں ملے گا جسے بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق نہ ہو۔ اور اس پاک خطے کا مشاہدہ کرنے کے لئے جدّو جہد نہ کرتا ہو۔ اس خطہّ کو سب سے پہلے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ نے آباد کیا۔ آپ کی والدہ آپ کو دودھ پلاتی تھی اور خود مشکیزہ سے پانی پیتی تھی۔ جب مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو اسے پیاس لگی اور لڑکے کو بھی پیاس نے تنگ کیا۔ اسے اس پر ترس آیا اور زمین پر تشنگی کی حالت میں پڑا دیکھ کر برداشت نہ کر سکی۔ اسے صفا پہاڑی نزدیک نظر آئی چنانچہ وہ اُٹھ کر اس کی طرف چل پڑی۔ صفا پر پہنچ کر وادی کی طرف جھانکا شاید کوئی آدمی نظر آئے۔ لیکن اسے کوئی انسان نہ دکھائی دیا۔ پھر صفا سے اتر کر وادی میں پہنچ گئیں

اپنی قمیص کا کنارہ اُٹھا کر مصیبت زدہ انسان کی طرح دوڑیں یہاں تک کہ وادی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

گزر کر مروہ پہاڑی کے پاس پہنچ گئیں اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں شاید کوئی انسان دکھائی دے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ انہوں نے سات مرتبہ صفا اور مروہ پہاڑی پر ایسے کیا۔ چونکہ حضرت ہاجرہؑ نے وہاں پر سعی کی اس لئے حاجی لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ پھر جب مروہ پر چڑھیں تو آواز سُنی۔ اپنے نفس سے کہنے لگی ٹھہرو۔ پھر غور سے سُنا پھر آواز سُنائی دی۔ تو انہوں نے کہا میں تو سُن چکی ہوں کیا میری کوئی امداد بھی ہو سکتی ہے۔ تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے زمزم کے مقام کے پاس دکھائی دیئے۔ اس نے وہاں ایڑی ماری یا بازو مارا تو اس جگہ سے پانی کا چشمہ اُبل آیا۔ حضرت ہاجرہؑ اس کے اردگرد بند باندھنے لگیں اور پانی مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جوں جوں مشکیزہ بھرتا گیا۔ اس میں اور پانی جوش مار کر نکلتا رہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زمزم کے پانی کو چھوڑ دیتیں یا پانی نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہت بڑا چشمہ ہوتا۔ تو انہوں نے خود پیا اور اپنے بچے کو پلایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے تسلی دی اور کہا تنگی سے مت ڈرو۔ کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اس لڑکے اور اس کے باپ نے اسے تیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس وقت بیت اللہ شریف زمین پر بلند ٹیلہ کی مانند تھا۔ سیلاب آتے تھے اور دائیں بائیں سے اس کی مٹی اُٹھا لے جاتے تھے۔ یہ اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ جرہم کا ایک قافلہ کداء پہاڑ کے راستہ سے آیا اور مکہ معظمہ کی نچلی جانب آکر ٹھہر گیا۔ انہوں نے وہاں پر ایک پرندہ گھومتا ہوا دیکھا۔ کہنے لگے یہ پرندہ پانی کی تلاش میں ہے۔ ہم اس وادی میں رہتے ہیں لیکن یہاں تو ہم نے پانی نہیں دیکھا۔ پھر انہوں نے ایک یا دو مرد پانی کی تلاش میں بھیجے۔ بالآخر وہ پانی پر پہنچ گئے۔ انہوں نے واپس آکر خبر دی۔ سب لوگ ادھر چل پڑے۔ کیا دیکھتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ اُنہوں نے حضرت ہاجرہؑ سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت طلب کی تو اُنہوں نے اجازت دے دی لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ کہنے لگے ہمیں منظور ہے۔ پانی پر تمہارا ہی قبضہ ہو گا اور ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ لوگوں سے الفت رکھتی تھی۔ وہ وہاں ٹھہر گئے اور اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا وہ بھی وہاں آ گئے۔ ان کے کئی گھرانے تھے۔ جب لڑکا جوان ہوا اور ان سے عربی زبان سیکھ لی تو انہیں بہت پسند آیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی اس کے ازدواجی رشتہ میں منسلک کر دی۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوبارہ مکّہ میں آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو دیکھنے کا شوق ہوا۔ آپ نے اپنی بیوی حضرت سارہؓ سے اذن مانگا کہ وہ ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کے پاس جانا چاہتا ہے۔ اس نے اجازت دے دی لیکن یہ شرط لگائی کہ وہاں جا کر براق سے نیچے نہیں اترنا ہو گا۔ آپ نے یہ شرط منظور کر کے مکہ معظمہ کا رُخ کیا۔ وہاں حضرت اسماعیلؑ کے گھر گئے۔ وہاں اس کی بیوی کو دیکھا لیکن حضرت ہاجرہؓ نظر نہ آئی۔ سمجھ گئے کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔ پھر حضرت اسماعیلؑ کی بیوی سے پوچھا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس مہمان نوازی کے لئے کچھ کھانا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ پھر آپ نے اسے کہا کہ جب تیرا خاوند آئے تو اسے سلام کہنا اور اسے بتانا کہ ایسے ایسے اوصاف والا ایک بوڑھا آیا تھا وہ کہتا تھا تیرے گھر کی دہلیز مجھے پسند نہیں ہے اسے بدل دو۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ پھر جب حضرت اسماعیلؑ گھر آئے تو باپ کی خوشبو آئی۔ آپ نے بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کون آیا تھا؟ اس نے بتایا ایک بوڑھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیا تھا اس کی ایسی ایسی صفات تھیں۔ اور اس نے اس کا کوئی احترام نہیں کیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا اس نے تجھے کیا کہا؟ اس نے جواب دیا اس نے مجھے کہا کہ اپنے خاوند کو میرا اسلام کہنا۔ نیز کہنا کہ اپنے دروازے کی دہلیز تبدیل کرلے۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اور کسی اور عورت سے شادی کرلی پھر حضرت ابراہیمؑ کافی عرصہ تک مکہ معظمہ نہیں آئے۔ پھر اپنی بیوی سارہؑ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے اجازت دے دی۔ لیکن یہ شرط لگائی کہ آپ وہاں پر ٹھہر نہیں سکتے۔ اس واقعہ سے حضرت ابراہیمؑ کا ایفائے عہد کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارہؑ سے نکاح کرتے وقت یہ عہد کیا تھا کہ اس کے بعد کسی اور عورت سے شادی نہیں کرے گا اور ہر کام میں اس کی رضامندی چاہے گا۔ جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کے گھر پہنچے تو وہ گھر پر نہیں تھے۔ ان کی بیوی سے دریافت کیا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ اس نے بتایا وہ شکار کرنے گئے ہوئے ہیں۔ اور ابھی آنے والے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپ یہاں ٹھہریئے اللہ آپ پر رحم کرے۔ پوچھا تمہارے پاس کچھ مہمان نوازی کے لئے ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ پھر پوچھا تمہارے پاس روٹی، گندم، جو یا کھجوریں سے کوئی چیز ہے؟ اس نے بتایا ہمارے پاس دودھ گوشت اور پانی ہے۔ پھر دودھ اور گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر اس نے آپ سے نیچے تشریف لانے کی درخواست کی اور کہا میں آپ کا سر دھوتی ہوں۔ لیکن آپ نے اس کی درخواست مسترد کردی اور نیچے نہیں اترے۔

پھر وہ مقام ابراہیمؑ پتھر لائی جس پر آپ نے اپنا دایاں پاؤں رکھا اور یہ پاؤں کا نشان باقی رہا۔ پھر اس نے آپ کے سر کا دایاں پہلو دھویا پھر پتھر کو بائیں جانب بدلا۔ اور اس پر سر کا بایاں پہلو رکھ کر دھویا۔ جب وہ سر دھو کر فارغ ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اسے کہا جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا اپنے دروازہ کی دہلیز کو قائم رکھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ واپس گھر آئے تو اپنے باپ کی خوشبو پائی۔ اپنی عورت سے دریافت کیا۔ یہاں کون آیا تھا؟ اس نے بتایا ایک بوڑھا آیا تھا جس کا چہرہ نہایت خوبصورت تھا۔ اس کے پاس سے بہت اچھی خوشبو آتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تمہارا خاوند کہاں ہے؟ نیز جو واقعہ پیش آیا تھا تمام بیان کر دیا۔ پھر اس نے بتایا کہ میں نے اس کا سر دھویا اور اس پتھر پر اس کے دونوں قدموں کے نشانات موجود ہیں۔ پوچھا جاتے وقت تجھے کیا کہا۔ اس نے بتایا جاتے وقت مجھے کہا جب تمہارا خاوند آئے تو میرا سلام کہنا۔ نیز اسے کہنا کہ اپنے دروازہ کی دہلیز کو قائم رکھے۔ یہ سن کر حضرت اسماعیلؑ نے اسے بتایا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور دروازے کی دہلیز تو ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ملک شام میں کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا تو مکہ معظمہ چلے آئے۔

غلافِ کعبہ کی بیع کا حکم اور حاجیوں اور اہلِ مکہ میں تقسیم

ابن ابی نجیح سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کے کپڑے اتار کر ہر سال حجاج میں تقسیم کرتے تھے۔ اور مکہ معظمہ میں کیکر کے درختوں پر ڈال کر سایہ حاصل کرتے تھے۔

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ شریف پر کافی غلاف پڑے رہتے تھے۔ کوئی چمڑے کا، کوئی کپڑے کا اور کوئی زین کا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ پڑے رہتے تھے۔ جب زمانۂ اسلام میں بیت المال سے غلاف دیا گیا تو سابقہ غلاف آہستہ آہستہ اتارتے لگے۔ پھر شیبہ بن عثمان نے تجویز پیش کی کہ جاہلیت کے زمانہ کے تمام غلاف اتار دیئے جائیں تو بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہوگا تاکہ ایسا کوئی غلاف۔ نہ رہے جس کو مشرکوں کے ناپاک ہاتھ نے چھوا ہو۔ چنانچہ اس نے حضرت معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضؓ کو اپنی تجویز لکھ بھیجی۔ اس نے یہ تجویز منظور کر کے حکم دیا کہ خانہ کعبہ سے دورِ جاہلیت کے تمام غلاف اتار دیے جائیں اور ایک غلاف ریشمی، دوسرے قباطی کا۔ اور تیسرا دھاریدار کپڑے کا بھیجا۔ پس شیبہ نے تمام غلاف اس سے اتار لیے۔ اور اس کی دیواروں کو خلوق کی خوشبو سے معطر کیا۔ پھر وہ غلاف پہنائے جو حضرت معاویہ رضؓ نے بھیجے تھے اور سابقہ غلافوں کا کپڑا اہلِ مکہ میں تقسیم کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب کعبہ شریف سے غلاف اتارے جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس مسجد حرام میں موجود تھے۔ لیکن انہوں نے نہ تو ان کو روکا اور نہ ہی بُرا محسوس کیا۔ اسے ازرقی[1] نے نکالا ہے۔ پہلی روایت کو سعید بن منصور نے بیان کیا ہے۔

ابن جریج سے مروی ہے وہ عبدالحمید بن شیبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ عثمان بن شیبہ نے حریق کے واقعہ سے پہلے خانہ کعبہ کے تمام غلاف اتار دیئے اور اس پر خوشبویات لگائیں۔ میں نے پوچھا وہ غلاف کیسے تھے؟ اس نے بتایا چمڑے کے اور دھاریدار کپڑے کے تھے۔ اور شیبہ اس سے پہنایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک حائضہ کو دیکھا کہ وہ غلاف کعبہ پہنے ہوئے ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے غلاف کا کپڑا گھر میں دفن کر دیا اور وہیں گل سڑ گیا۔ اسے واقدی اور ازرقیؒ نے بیان کیا ہے[2]

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۵۸

[2] ؍؍ ؍؍ ص ۲۵۸ تا ۲۶۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعمیراتِ خانہ کعبہ

مسلمانوں نے خانہ کعبہ کا معاملہ کبھی ایسا نہیں چھوڑا جب کہ اسے مرمت کی ضرورت ہو اور انہوں نے مرمت نہ کی ہو۔ جب بھی اس کی مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کی مرمت اور اضافہ کیا گیا۔ یہ ترمیمات حکمرانوں نے اپنے اپنے دورِ حکومت میں کیں۔ چونکہ یہ ہمہ وقت مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے اور مسلمان اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اس لئے اس کی مرمت میں کسی حکمران نے بھی تساہل اور غفلت سے کام نہیں لیا۔ اب وہ تعمیرات سُنیئے جو اس میں کی گئی۔

ازرقی ؒ کی وضاحت کے مطابق اور مورخوں کے اتفاق کے مطابق دس مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

۱۔ تعمیر ملائکہ	۲۔ تعمیر آدم ؑ
۳۔ تعمیر شیث ؑ	۴۔ تعمیر ابراہیم ؑ
۵۔ تعمیر عمالقہ	۶۔ تعمیر جرہم
۷۔ تعمیر مفر	۸۔ تعمیر قریش
۹۔ تعمیر ابن زبیر رضؓ	۱۰۔ تعمیر حجاج بن یوسف ثقفی

پھر ۱۰۳۹ھ میں آلِ عثمان کے سلاطین میں سے سلطان مراد بن سلطان احمد خاں کی تعمیر۔

بعض شعراء نے اس کے متعلق اشعار لکھے ہیں :

(۱) بنی الکعبۃ الغراء عشر ذکرتھم — ورتبتھم حسب الذی اخبر الثقۃ

(۲) ملائکۃ الرحمٰن، آدم، ابنہ — کذا اخلیل اللہ ثم العمالقۃ

(۳) جرھم یتلوھم قصی قریشھم — کذا ابن الزبیر ثم حجاج لاحقۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴) ومن بعدهم من آل عثمان قد بنی   مراد حماہ من کل طارقۃ[1]

اب پڑھنے والے کو اس کی تعمیر کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ اسدی نے ذکر کیا ہے کہ گیارہویں صدی کے اوائل میں ۱۰۱۹ھ کو کعبہ شریف کی شامی جانب کی دیوار پھٹ گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مکہ معظمہ میں بہت بارش ہوئی اور سیلاب کا پانی مسجد حرام میں داخل ہو گیا۔ اور اس سے دو دیواریں شرقی اور غربی جانب کی۔ نیز حجرِ اسود کی دیوار متاثر ہوئی۔ ان حالات کو دیکھ کر سلطان احمد بن سلطان محمد نے خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا اور دوبارہ خانہ کعبہ کے پتھروں سے دیواریں تعمیر کی گئیں۔

سلطان نے ایک اینٹ پر سونا اور دوسری پر چاندی لگا کر تعمیر کرنا چاہا لیکن اس وقت کے علماء نے اسے منع کر دیا۔ انہوں نے کہا اس کی حفاظت ایک پیٹی سے ہو سکتی ہے جو پھٹنے سے محفوظ رکھے گی۔ چنانچہ اس تانبے کی ایک زرد رنگ کی پیٹی بنائی جس پر سونے کا ملمع تھا۔ ۱۰۲۰ھ میں اس کام کا آغاز کیا گیا اور ۱۰۲۱ھ کے اوائل میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اور اس پر تقریباً اسی (۸۰۰۰۰) ہزار دینار خرچ آئے۔

ابوالولید ازرقیؒ نے اپنی تاریخ میں اور قطب الدین حنفی نے "کتاب الاعلام" میں لکھا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ مجھے بیت اللہ شریف کی خبر دو۔ کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک مجوف یاقوت حضرت آدمؑ کے ہمراہ اتارا اور کہا اے آدمؑ یہ میرا گھر ہے اسے میں نے تیرے ہمراہ اتارا ہے۔ اس کے اردگرد یوں طواف ہو گا جس طرح میرے عرش کے اردگرد طواف ہوتا ہے اور اس کے اردگرد یوں نماز پڑھی جائے گی جس طرح

---

[1] گیارہویں مرتبہ سلطان مراد خان نے ۱۰۳۹ھ میں اس کی تعمیر کی۔ اخبار مکہ جلد اول ص ۳۵۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے عرش کے اردگرد نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے ہمراہ فرشتے اترے۔ انہوں نے اس کی بنیادیں بلند کیں۔ پھر بیت اللہ شریف کو رکھا۔ پھر حضرت آدمؑ اس کے گرد طواف کرتے رہے اور نماز بھی پڑھتے رہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی قوم کو غرق کیا تو اسے اوپر اٹھا لیا گیا اور اس کی بنیادیں باقی رہ گئیں[1]۔

یہ سن آٹھ ہجری فتح مکہ کے سال مسلمانوں کا قبلہ مقرر ہوا[2]۔ یہ مقدس مقام ہے اسلام سے کئی ہزار سال پہلے بھی عرب اسے مقدس تصور کرتے تھے۔ ہر قبیلہ اس کے پاس بت لاتا تھا اور اس کی سطح پر رکھ دیتا تھا حتیٰ کہ ۳۶۵ بت ہو گئے۔ اور خانۂ خدا اسی طرح بتوں سے بھرا رہا۔ یہاں تک رسولِ خدا فتح مکہ کے سال تشریف لائے اور کعبہ شریف میں داخل ہو کر بتوں کا قلع قمع کیا۔

حجاج کے تعمیر کعبہ شریف کے اسباب

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے ابن زبیرؓ کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے صرف باہمی مخاصمت کی بنا پر حجاج کو حکم دیا تھا۔ لیکن یہ ظن درست نہیں۔ اور مسلمانوں کی شان کے لائق نہیں، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کا شمار خیر القرون میں ہو کہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے اور اپنے مخالف کو عبرت دلانے کے لئے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔ بلکہ وہ تو نہایت اضطراری حالت کے سوا اور علماء سے مشورہ اور استفتاء حاصل کئے بغیر اس کی دوبارہ تعمیر کی جسارت بھی نہیں کر سکتے۔

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۷۰۔ [2] بیت اللہ شریف ۸ھ میں مسلمانوں کا قبلہ مقرر ہوا ہے۔ ابن خلدون جلد دوم ص ۱۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایام حصار میں کعبہ شریف کی دیواریں جل جانے کی وجہ سے اسے منہدم کر دیا اور اسے حسبِ منشا اور اجتہاد کے دوبارہ تعمیر کیا تو حجاج نے یہ خیال کیا کہ عبدالملک بن مروان اس کی دوبارہ تعمیر کے خواہشمند ہیں۔ حالانکہ عبدالملک نے حجاج کو ایسا حکم نہیں دیا۔ علامہ ازرقیؒ نے اپنی تاریخ میں جو ذکر کیا ہے وہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

اس نے بیان کیا ہے کہ جب حجاج اس تمام کام یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اس نے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی کو عبدالملک بن مروان کی طرف بھیجا۔ عبدالملک نے اسے بتایا کہ میرا خیال ہے کہ ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہ نہیں سنا۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ میں نے حضرت عائشہ سے کعبہ شریف کے معاملہ میں سنا ہے۔ تو حارث نے جواب دیا میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے۔ عبدالملک نے پوچھا تم نے حضرت عائشہؓ کو کیا کہتے ہوئے سنا؟ اس نے کہا میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ تیری قوم نے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو کم کر دیا۔ اگر تیری قوم نئی مسلمان نہ ہوتی تو میں اس حصے کو جو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اسے بھی شامل کر دیتا۔ پھر آپ نے وہ جگہ دکھلائی جو تقریباً سات ہاتھ تھی۔ نیز آپ نے فرمایا میں اس کے دروازے زمین سے متصل بناتا۔ ایک دروازہ شرقی جانب جس میں سے سب لوگ داخل ہوتے اور دوسرا غربی جانب جس سے لوگ نکلتے۔

عبدالملک بن مروان نے پھر پوچھا کیا تو نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ اس نے جواب دیا ہاں اے امیر المومنین میں نے بذاتِ خود سنا ہے۔ یہ سن کر عبدالملک ایک تنکا اپنے ہاتھ میں لے کر اور سر کو نیچے جھکا کر کافی دیر تک کریدتا رہا۔ پھر کہنے لگا بخدا! مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں ابن زبیرؓ کو اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو اس نے خانہ کعبہ کے متعلق کیا اس سے تعرض نہ کرتا اور اسے یوں ہی چھوڑ دیتا۔[۵]

کیفیت تعمیر سلطان مراد

سلطان احمد، آلِ عثمان کے سلاطین میں سے تھا کے عہد میں خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ۱۰۳۹ھ ماہِ شعبان کی انیس تاریخ کو بروز بدھ صبح آٹھ بجے مکہ معظمہ اور اس کے گرد و نواح میں شدید بارش ہوئی۔ اس سے پہلے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کا پانی مسجد الحرام میں داخل ہو گیا۔ جو باب کعبہ شریف کے قفل سے تقریباً ۲ میٹر بلند ہو گیا۔ اگلے روز یعنی جمعرات کو عصر کے وقت کعبہ کی شامی دیوار دونوں اطراف سے گر پڑی۔ اور مشرقی دیوار باب شامی کی حد تک جھک گئی۔ اس کے سوا باقی کوئی دیوار نہ رہی اور اسی پر دروازے کا دارومدار تھا۔ اور مغربی جانب کی دیوار کا دونوں اطراف سے تقریباً چھٹا حصہ گر گیا۔ اور اس ظاہر دیوار سے تقریباً دو ثلث دیوار گر پڑی۔ اور چھت کا کچھ حصہ بھی گر پڑا۔ یہ شامی دیوار کے بعد گرا۔ اس لئے سلطان مراد خاں نے خانۂ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جو ماہ رمضان المبارک ۱۰۴۰ھ میں حجاج کے بنائے ہوئے کعبہ شریف کی مانند مکمل ہوا۔ سلطان مراد خاں کی یہ عمارت اب تک موجود ہے۔[۶]

ابراہیمی تعمیر اور تعمیر قریش کے درمیان ۲۶۴۵ سال کا فاصلہ ہے جیسا کہ سنجاری نے اپنی تاریخ میں حلبی سے بیان کیا ہے۔ قریش اور ابن زبیرؓ کی تعمیر کا درمیانی عرصہ ۷۲ سال ہے۔ ابن زبیرؓ اور حجاج ثقفی کی تعمیر کا درمیانی عرصہ ۱۰ سال ہے۔ اور حجاج اور سلطان مراد کی تعمیر کا درمیانی عرصہ ۹۶۶ سال ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اس گھر کو عظمت اور جلال سے نوازا اور اس میں

---

۵ اخبار مکہ جلد اول ص ۲۱۱

۶ " " ص ۲۷۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسے اسرار پوشیدہ رکھے جنہیں ہم نہیں جانتے۔ اس کی طرف سواریوں کو پھیر دیا اور اسے لوگوں کے لئے بار بار آنے کی جگہ بنایا اور پُرامن بنایا اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے گھر کے پڑوسی اور وہاں کے باشندے بنایا۔

ہم اللہ تعالیٰ قدرت والے سے سوال کرتے ہیں کہ وہ دونوں جہان میں ہمیں نیک بنائے اور ہماری زندگی کا خاتمہ ایسا کرے جس طرح کہ اس نے اپنے انبیاء، پاکباز اور اولیاء کی زندگی کا خاتمہ کیا ہے۔ اور ان کی جماعت میں اٹھائے اور اُن کے پرچم تلے جمع کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

کشتیٔ نوحؑ کا طواف کعبہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں صرف اسّی آدمی تھے۔ وہ کشتی میں ایک سو پچاس ۱۵۰ دن تک ٹھہرے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف موڑ دیا اور وہ چالیس دن تک کعبہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جودی پہاڑ کی طرف موڑ دیا وہاں جا کر ٹھہر گئی۔ حضرت نوحؑ نے کوّے کو بھیجا کہ جاؤ زمین کی خبر لے کر آؤ۔ اور وہ جا کر مردار پر گر پڑا۔ اور جلدی واپس نہ آیا۔ پھر فاختہ کو بھیجا تو وہ زیتون کے پتّے لے کر آئی۔ اور اس کے پاؤں پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضرت نوحؑ نے اندازہ لگایا کہ پانی خشک ہو گیا ہے۔ پھر آپ جودی پہاڑ کے دامن میں اتر آئے اور وہاں ایک بستی کی بنیاد رکھی جس کا نام ثمانین رکھا۔ ایک دن اچانک ان کی زبانیں بدل گئیں۔ اسّی آدمیوں کی اسّی زبانیں ہو گئیں۔ ان میں صرف ایک عربی بولتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی زبان سمجھنے سے بھی قاصر ہو گئے۔ حضرت نوحؑ ایک دوسرے کو مطلب سمجھاتے تھے۔[1]

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل، ص ۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے اس نے بتایا۔ مجھے یہ خبر پہنچی کہ بیت اللہ حضرت آدمؑ کے لئے بنایا گیا اور وہ اس کا طواف کرتے رہتے تھے۔ حضرت نوحؑ نے بھی اس کے غرق ہونے سے پہلے اس کا حج کیا اور اس کی عظمت بیان کی۔ اسے ابوالفرج نے مثیر الغرام میں بیان کیا ہے۔

کیفیت تعمیر ابن زبیرؓ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تین یوم تک استخارہ کرنے کے بعد خانہ کعبہ کو کلیتہً منہدم کر دیا۔ یہاں تک کہ اسے زمین سے ملا دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد کو کھودا تو حجر اسماعیل پایا جو تقریباً چھ ہاتھ تھا۔ اس کی بنیاد پر اسے دوبارہ بنایا گیا اور اسی پیمائش کے مطابق تعمیر کیا گیا۔ انہوں نے اس حدیث کو دلیل بنا کر ایسا کیا جو انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے سنی تھی۔ ہاں البتہ اس کا طول زیادہ کیا گیا جو ستائیس ۲۷ ہاتھ ہو گیا تاکہ عرض کے مناسب ہو۔ اور اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے متصل تھے۔ ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغربی جانب تھا۔ ایک داخلہ کے لئے اور دوسرا خارجہ کے لئے۔ ہر ایک کا طول گیارہ ہاتھ کر دیا۔ اور ہر ایک دروازے کے دو کواڑ بنائے اور کعبہ شریف کے چار رکن بنائے۔ اس سے پہلے صرف دو رکن تھے۔ ایک رکن اسود اور دوسرا رکن یمانی تھا۔ اس کے زمانہ میں چاروں ارکان کو استلام کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور رکن شامی میں خانہ کعبہ کے اندر کی طرف ایک سیڑھی بنائی یہ سیڑھی لکڑی کی تھی۔ اس پر چڑھ کر اوپر پہنچتے تھے۔ نیز اسے سونا سے ملمع کر دیا۔ اور اس کی سطح پر میزاب بنایا۔ اس کا پانی حجر پر گرتا تھا۔ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کو چونے سے تعمیر کیا۔ یہ چونا صنعاء سے منگوایا گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ پگھلا ہوا سیسہ اس پر لگایا گیا تھا۔ یہ ورس سے مخلوط تھا۔ ورس ایک زرد رنگ کا پودا ہے جو یمن میں پایا جاتا ہے۔ اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب تعمیر کے کام سے فارغ ہوئے تو اس کے اندر اور باہر دیواروں پر عنبر اور کستوری کی خوشبو لگائی اور دیگر خوشبویات سے معطر کیا۔ پھر اسے ریشمی غلاف سے ملبوس کیا۔ بعض کہتے ہیں غلاف کا کپڑا قباطی کا تھا۔ یہ کپڑا اس سے تیار ہوتا تھا۔ اور مصر میں اس کے بنانے کا رواج تھا۔ یہ دن بہت مشہور تھا اس روز سے زیادہ کبھی لوگوں کو آزاد نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس دن سے زیادہ کبھی اونٹ اور بکریاں ذبح ہوتی تھیں[۱]

کیفیت تعمیر قریش

عام مشہور روایت کے مطابق قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ برس پہلے یعنی جب آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور اس کا عرض حجر اسماعیلؑ کی جانب سے چھ ہاتھ اور ایک بالشت کم کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس حلال کا نفقہ نہیں تھا۔ جو اس عمارت کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ وہ خرچ ہو چکا تھا۔ نیز حجر کے پاس ایک چھوٹی سی دیوار بنائی گئی۔ لوگ اس سے باہر کی طرف سے طواف کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کا دروازہ زمین سے بلند کر دیا اور اس پر پتھر لگا دیئے۔ حتیٰ کہ وہ سیلاب کے پانی سے محفوظ ہو گیا۔ نیز کعبہ شریف کے دربان جسے چاہتے اندر جانے کی اجازت دیتے اور جسے چاہتے منع کرتے۔ اور دروازے کا ایک کواڑ بنایا۔ اس میں کعبہ شریف کا کنواں بدستور باقی رہنے دیا۔ جسے وہ خزانہ کہتے تھے۔ اس میں ہدایا اور تحائف ڈالتے تھے۔ اس کے اندرونی جانب دو لائنوں میں چھ ستون بنائے۔ ہر لائن میں تین ستون تھے۔ نیز اس پر چھت ڈال دی اور جانب شمال میزاب نصب کیا۔ اس کا پانی حجر اسماعیل پر واقع ہوتا تھا اس سے پہلے خانہ کعبہ غیر مسقف یعنی بغیر چھت کے تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد سب سے پہلے قصی بن کلاب نے خانہ کعبہ

---

[۱] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۰۱ تا ۲۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر چھت ڈالی۔ یہ چھت درخت کنار کی لکڑی اور کھجور کی شاخوں کی تھی۔ اس کی بلندی زمین سے آسمان کی طرف اٹھارہ ہاتھ کر دی گئی اور اس کے دو رکن بنائے گئے۔ حطیم کی جانب کوئی رکن نہیں تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے مطابق مدور بنایا گیا۔ اس زمانہ میں لوگ خانہ کعبہ کی شکل پر مدور مکان بناتے تھے اور اس سے خانہ کعبہ کی تعظیم تصوّر کرتے تھے۔ سب سے پہلے حمید بن ظہیر نے مربع شکل کا مکان بنایا.... قریش دیکھ کر کہنے لگے اس نے مربع شکل کا مکان بنایا ہے۔ اب دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ وہ زندہ رہتا ہے یا مرتا ہے۔

قریش کو خانہ کعبہ تعمیر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک دفعہ ایک عورت نے خانہ کعبہ میں بخور جلائی جس سے ایک شعلہ اُڑ کر غلافِ کعبہ شریف پر جا پڑا۔ اس سے غلاف اور دیواریں جل گئیں اور ان میں شگاف پڑ گئے اور کمزور ہو گئیں۔

قریش کی تعمیر سے پہلے کعبہ شریف خشک اینٹوں کا بنا ہوا تھا اس میں گارا نہیں لگایا گیا تھا۔ اور شگاف، مٹی سے بھر دیئے گئے تھے اور باقوم رومی معمار نے اسے تعمیر کیا تھا۔[۵]

کعبہ اور مطاف کعبہ شریف میں حوادث

اب خانہ کعبہ اور اس کے مطاف میں جو حوادث رونما ہوتے ہیں۔ ان کا حسبِ توفیق ذکر کیا جاتا ہے۔ محب طبری مکی نے اپنی کتاب "القری لقاصد ام القری" کے باب نمبر ۳۵ میں بیان کیا ہے کہ حکیمؓ بن حزام عام الفیل سے بارہ یا تیرہ سال پہلے خانہ کعبہ میں تولد ہوئے اور حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ایک سو بیس[۱۲] سال کی زندگی پائی۔ پہلے ساٹھ سال کا زمانہ جاہلیت میں گزارا اور آخری ساٹھ

---

۵ اخبار مکہ جلد اول ص ۱۵۷ تا ۱۶۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال اسلام میں گزارے۔ فتح مکہ کے دن مشرف با اسلام ہوئے۔ انہوں نے جب حج کیا تو سو اونٹ کی قربانی دی۔ ان جانوروں پر دھاریدار کپڑے ڈالے ہوئے تھے وہ بھی فی سبیل اللہ دے دیئے۔ ایک ہزار بکری کی قربانی دی اور سو غلام اللہ کی راہ میں آزاد کیئے۔ اور یہ سب کام عرفات کے میدان میں کیئے۔ غلاموں کے گلے میں ایک چاندی کی تختی بنا کر ڈال دی جس پر منقوش تھا "عتقاء اللہ عن حکیم بن حزام" یہ سب اس کی کتاب سے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

علامہ ازرقی رحؒ نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن ابی سلیمان سے بیان کیا ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ فاختہ بنت زہیر بن اسد بن عبدالعزیٰ یعنی حکیم بن حزام کی والدہ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئی اور وہ حاملہ تھی۔ دردِ زہ شروع ہوا تھوڑی دیر میں حضرت حکیم بن حزام پیدا ہوئے۔ پھر اس نے اسے ایک کپڑے میں اُٹھایا اور بچہ کی پیدائش کی وجہ سے جو نیچے نجاست اور آلودگی پڑی تھی اسے دور کیا اور زمزم کے پانی سے اس جگہ کو دھویا۔[1]

ازرقی رحؒ نے اپنی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۶۱ پر اسے بیان کیا ہے جہاں پر کعبہ شریف کے کنوئیں اور اس کے مال کا ذکر ہے۔ ابن ابی نجیح مجاہد سے بیان کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گہرا کنواں تھا۔ اسے حضرت اسماعیل ؑ اور حضرت ابراہیم ؑ نے کھودا تھا۔ تعمیر کعبہ شریف کے وقت یہ کنواں بھی کھودا گیا۔ اس میں زیورات، سونا، چاندی اور دیگر تحائف جو خانہ کعبہ کی نذر کئے جاتے تھے، رکھتے تھے۔ اس وقت خانہ کعبہ کی چھت نہیں تھی۔ جرہم کے زمانہ میں اس کا مال کئی مرتبہ چوری ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی حفاظت کے لئے ایک اچھے آدمی کو

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۴۴ پر یہ واقعہ مذکور ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منتخب کیا۔ ایک دن وہ آدمی جسے نیک اور پسندیدہ سمجھ کر حفاظت پر مامور کیا تھا۔ اس کی چوری پر آمادہ ہوا۔ اس نے اپنی چادر زمین پر پھیلائی اور کنوئیں میں اترا۔ چنانچہ تمام مال کپڑے میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کنوئیں کا ایک پتھر سرکا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا اور اسے باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔ حتیٰ کہ تمام لوگوں نے اسے کنوئیں میں پھنسا ہوا دیکھا اور بصد مشکل اسے باہر نکالا۔ اور مال ومتاع جو چادر میں تھا واپس کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس وقت سے یہ کنواں بئر الخسف (غرق کرنے والا کنواں) کے نام سے مشہور ہوا۔ جرہمی کے خسف، کے واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کنوئیں میں ایک سانپ بھیجا۔ یہ پانچ سو سال تک خزانۂ کعبہ شریف کی حفاظت کرتا رہا۔ قریش کے زمانۂ جاہلیت میں جب اس میں کوئی داخل ہوتا تو سانپ حائل ہوتا۔ یہ اپنا منہ کھولتا اور دیکھنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی اور نہ ہی اس کو ڈرانے کی کسی کو ہمت ہوتی تھی۔ بلکہ خود پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ یہ سانپ، جرہم، خزاعہ اور قریش کے زمانہ تک رہا۔ قریش زمانۂ جاہلیت میں اس سے بہت تنگ آ گئے بالآخر مقام ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان تھے۔ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ایک عقاب آیا اور اس نے جھپٹ ماری اور سانپ کو اجیاد الصغیر کی طرف اڑا کر لے گیا[1]

ابن ظہیرہ مخزومی کی کتاب "الجامع اللطیف" میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ سورج کافی اونچا آچکا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید چمکدار سانپ باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہوا... رکن کے پاس پہنچ کر اس نے بوسہ دیا۔ پھر بیت اللہ کے سات چکر

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۴۴ تا ۲۴۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاٹے۔ وہ اس کے چکر گنتے رہے۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ وہ یہ تمام ماجرا دیکھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ اس کی طرف جاؤ اور اسے ڈراؤ۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ کسی کو قتل نہ کر دے یا کوئی ایسی امر حرکت نہ کرے۔ پھر خود ہی چلے گئے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر اسے ڈرایا۔ اس نے سر جھکا کر ان کی تمام گفتگو سنی۔ پھر آسمان کی طرف چلا گیا اور آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ کبھی نظر نہیں آیا۔ یہاں تک انکی عبارت ختم ہو گئی۔

کعبہ شریف کا خزانہ

جب حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا اس کے اندر ایک گڑھا کھودا جو کنویں کی مانند تھا۔ جب کوئی آدمی خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتا تو اس کی داہنی جانب نظر آتا تھا۔ اس میں تحائف اور نذرانے ڈالے جاتے تھے۔ وہ زیورات، سونا، چاندی، خوشبو وغیرہ کے ہوتے تھے۔ اس گڑھے کو خزانۂ کعبہ شریف کہتے تھے۔ اس کا نام جُب، غبغب اور اخسف بھی آیا ہے۔ کعبہ شریف کے اندر جو مال ہوتا تھا اسے ابرق کہتے تھے۔

جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پیشتر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو اس کے کنویں کو اس جگہ پر رہنے دیا اور اس پر ہبل بت لا کر رکھدیا۔ یہ بت قریش کے سب بتوں سے بڑا تھا۔ اسے عمرو بن لحی جزیرہ کے علاقہ مقام ہیت سے لایا تھا۔ اور کعبہ شریف کے اندر کنویں پر نصب کر دیا۔ پھر لوگوں کو اس کی عبادت کا حکم دیا۔ یہ قریش کی تعمیر سے پہلے کا واقعہ ہے[۱]

جب قریش نے اسے تعمیر کیا تو ہبل کو کنویں پر بدستور سابق رکھا۔ ہم نے کسی مورخ کو نہیں دیکھا جس نے ابن زبیر رضؓ کی تعمیر یا حجاج بن یوسف کی تعمیر کے وقت

---

[۱] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۱۱۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کنویں کا ذکر کیا ہو۔ کیا انہوں نے اسے قائم رکھا یا بند کر دیا۔

عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کے وقت کنواں پتھروں سے بند کیا گیا۔ حجاج کی تعمیر کے وقت بھی ایسے ہی کیا گیا اور آج تک یہ بند ہے۔ اس لئے کعبہ شریف کا اندرونی فرش مرتفع ہے اور مطاف کے فرش سے اونچا ہے۔ اور دروازے کی دہلیز کے برابر ہے۔ حجاج کی تعمیر کے وقت خانہ کعبہ سے بچے ہوئے پتھر اس پر لگائے گئے۔ سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے سنگِ مرمر کا فرش بنوایا۔ جب کنواں بند ہو گیا تو اس کا خزانہ شیبہ بن ابی طلحہ کا گھر بنایا گیا۔

پھر کعبہ شریف کے تحائف اور نذرانے اس میں رکھتے تھے۔ یہ گھر مسجدِ حرام کے پاس ہی تھا۔ باب بنی شیبہ کا نام باب السلام بھی ہے۔ اور اس کی موجودہ جگہ مقام ابراہیم کے پاس کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔[1]

کعبہ شریف کی بلندی، طول اور حدودِ مطاف

اس کی بلندی زمین سے آسمان کی طرف جس طرح صاحب "مرآۃ الحرمین"[2] نے ذکر کی ہے۔

	سنٹی میٹر	میٹر
اس کا طول شرقی جانب جہاں پر دروازہ ہے	۰۰	۱۵
اس کا طول بجانب مغرب	۵۸	۱۱
اس کا طول شامی جانب یعنی بجانب حطیم	۹۳	۱۱
اس کا طول یمنی جانب یعنی دو رکنوں کے درمیان	۲۲	۱۰

---

[1] اخبار مکہ ص ۲۹۸ تا ۳۰۷

[2] یہ کتاب ابراہیم رفعت پاشا کی تصنیف ہے

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	سنٹی میٹر	میٹر
حجرِ اسود کی بلندی زمین سے	۱۳	۱۰
کعبہ کی بلندی زمین سے	۵۰	۱
دروازے کا طول	۰۰	۲
مشرقی جانب حطیم کی کشادگی	۰۰	۲
مغربی جانب حطیم کی کشادگی	۲۵	۲
میزاب کعبہ سے حطیم کی دیوار کے وسط تک	۲۶	۱
مشرقی جانب کعبہ شریف کی دیوار سے مقام ابراہیمؑ تک	۱۰	۱۱
حطیم کی دیوار کے وسط سے دائرۂ طواف تک	۰۰	۱۲
مغربی جانب کعبہ شریف کی دیوار کے وسط سے دائرۂ مطاف تک۔	۸۰	۱۵
یمنی جانب کی دیوار سے دائرۂ طواف تک	۸۰	۱۵

بیت اللہ شریف کی فضیلت

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ گھر اسلام کا ستون ہے۔ اسے ازرقیؒ نے بیان کیا ہے۔

جعفر بن محمد سے روایت ہے اس نے کہا میرے باپ سے پوچھا گیا اور میں اس وقت حاضر تھا۔ بیت اللہ شریف کی ابتدائی آفرینش پر سوال ہوا۔ تو اس نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے استفسار کیا کیا زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس میں فساد کرے گی اور خون بہائے گی۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس بیان کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس استفسار سے ناراض ہوا۔ اُنہوں نے عرشِ الٰہی کے ذریعے پناہ لی۔ اور اس کے گرد سات چکر لگائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوگیا۔ پھر حکم دیا کہ زمین میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک گھر تیار کرو۔ وہ بنی آدم جن پر میں ناراض ہوں گا۔ اس سے پناہ مانگیں گے اور اس کے گرد طواف کریں گے۔ جس طرح کہ تم میرے عرش کے گرد طواف کرتے ہو۔ میں ان سے راضی ہو جاؤں گا جس طرح کہ تم سے راضی ہوا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے بیت اللہ شریف تیار کیا۔ اسے ابوالفرج نے "مثیر الغرام" میں بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا تو فرمایا اے آدمؑ میں نے تجھے جنت سے نکال دیا اور تیرے ہمراہ اپنا گھر اتار رہا ہوں جس کا طواف ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے گرد طواف ہوتا ہے اور اس کے پاس اس طرح نماز پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے۔ جب حضرت نوحؑ کے زمانہ میں طوفان آیا تو اس سے پہلے انبیاء اس کا حج کرتے تھے اور انہیں اس کی جگہ معلوم نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس کی جگہ بتلا دی۔ اور اس کے مقام سے آگاہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے حرار، ثبیر، لبنان، طور اور جبلِ احمر کے پانچوں پہاڑوں کے پتھروں سے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور فرمایا اپنی حسبِ استطاعت اس کے طواف سے فائدہ اٹھاؤ۔ اسے ابوذر نے نکالا ہے[1]۔

محمد بن سوقہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ شریف کا حج اور عمرہ ہوتا رہے گا حتیٰ کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خانۂ خدا پر ایک لشکر چڑھائی کر کے آئے گا اور تمام زمین میں دھنس جائیں گے۔ ان دونوں روایتوں کو رزین نے نکالا ہے۔

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۴۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیت الحرام اور حرم کی فضیلت

ازرقی رحمہ نے عثمان بن ساج سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو انہیں وہاں کوئی نظر نہ آیا اور زمین بڑی وسیع معلوم ہوئی۔ یہ بات دیکھ کر گھبرا گئے۔ کہنے لگے اے پروردگار کیا میرے سوا تیری اس زمین کو کوئی آباد کرنے والا نہیں جو تیری تسبیح و تقدیس بیان کرے؟

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا تیری اولاد سے ایسے آدمی پیدا کروں گا جو میری تسبیح و تقدیس بیان کریں گے۔ اور ایسے گھر بناؤں گا جو میری یاد کے لئے بلند کئے جائیں گے اور اس میں میری مخلوق میری تسبیح بیان کرے گی اور جلدی ہی تجھے ایسا گھر بتلاؤں گا جسے میں اپنے لئے پسند کروں گا۔ اور اپنی کرامت کے ساتھ خاص کروں گا۔ اور روئے زمین پر تمام گھروں سے اسے پسند کروں گا۔ میں اسے اپنے حرم کے نام سے تجویز کروں گا۔ اور تمام گھر والوں سے زیادہ حقدار اور سب سے پہلے اپنی عبادت کے لئے مخصوص کروں گا۔ میں اسے ایسے خطے میں رکھوں گا، جو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے میں اس مکان کو اس دن سے منتخب کر رکھا ہے۔ جس دن آسمان اور زمین کو وجود میں لایا۔ اس سے پہلے وہ میرا مطلوب تھا۔ اور تمام گھروں سے مجھے زیادہ پسند تھا۔ میں نے اس میں ٹھہرنا نہیں اور نہ ہی میری ذات، کے لائق ہے کہ کسی مکان میں ٹھہروں اور نہ ہی کسی مکان میں اتنی وسعت، ہے کہ میں اس میں ٹھہر سکوں۔ بلکہ میں تو کبریا اور جبروت کی کرسی پر قائم ہوں۔ اور وہ ایسا مکان ہے جو میری عزت کے ساتھ مستقل ہے۔ اس کے اوپر میں نے عظمت و جلال ڈال دینے اور اس جگہ مجھے قرار ہے۔ اگر میری قوت نہ ہوتی تو وہ بہت کمزور ہوتا۔ پھر میں اس کے بعد ہر چیز کے پہنچ جانے کے برابر بلکہ ہر چیز سے اوپر ہوں۔ ہر شے کے ساتھ ہوں اور ہر شے کو گھیرے ہوئے ہوں۔ ہر شے کے آگے اور پیچھے ہوں۔ کسی کو یہ لائق نہیں کہ میرے علم کو معلوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے اور میری قدرت پر قادر ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری شان کی کنہ سے کوئی واقف نہیں۔

میں یہ گھر تیرے لئے اور تیرے بعد میں آنے والوں کے لئے بناؤں گا۔ اس کو حرمت والا اور امن والا بناؤں گا۔ اسے اپنی حرمات میں شامل کروں گا۔ جو اس کے اُوپر نیچے اور گرد ہو گا وہ بھی حرمات میں شامل ہو گا۔ جس نے اس کی حرمت کی۔ میری حرمت کی وجہ سے تو اس نے میری حرمات کی تعظیم کی۔ اور جس نے اسے حلال سمجھا تو اس نے میری حرمات کو مباح سمجھا۔ جس نے وہاں کے رہنے والوں کو امن دیا تو وہ میری امان کا مستحق ٹھہرا۔ اور جس نے انہیں ڈرایا اس نے میرے عہد کو توڑا۔ جس نے اس کی شان کو عظیم سمجھا وہ میرے نزدیک عظیم ہو گا اور جس نے اسے حقیر تصوّر کیا وہ میری آنکھوں میں ذلیل اور حقیر ہو گا۔[1]

ہر بادشاہ کی اس کے ارد گرد ایک حفاظتی جگہ ہوتی ہے اور مکّہ معظّمہ کا وسط یعنی بیت الحرام مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اور میری حفاظتی جگہ ہے۔ نیز میرے گھر کا پڑوسی اور اسے آباد کرنے والے میرے وفد اور میرے مہمان ہیں۔ وہ میرے پہلو میں میرے پاس ہیں۔ میں ان کا ضامن ہوں اور اُن کی جائے پناہ ہوں۔ میں اسے سب سے پہلا گھر بناؤں گا جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ اسے آسمان والوں سے آباد کر دوں گا۔ اور زمین والے اس کے پاس فوج در فوج آئیں گے۔ وہ دُبلی پتلی سواریوں پر سوار ہو کر دُور دراز سے سفر کرتے آئیں گے۔ وہ تکبیرات پڑھتے ہوئے اور لبیک پکارتے ہوئے داخل ہوں گے۔ جس نے اس کا عمرہ کیا میری رضا کے لئے تو گویا اس نے میری زیارت کی۔ اور میرے ہاں وہ مہمان آیا اور میرے پاس ٹھہرا۔ تو مجھے یہ لائق ہے کہ اسے

---

[1] اخبار مکّہ جلد اوّل ص ۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی کرامت اور بزرگی کا تحفہ عنایت کروں .... اور کریم کے ذمے یہ حق ہے کہ وہ اپنے وفد اور مہمانوں کی عزت کرے۔ اور ہر ایک حاجت پوری کرے۔

اے آدم جب تک تو زندہ ہے اسے آباد کرے گا۔ پھر تیرے بعد آنے والی اُمتیں اور نسلیں اسے آباد کریں گی۔ اور انبیاء یکے بعد دیگرے اسے آباد کریں گے یہاں تک کہ تیری اولاد میں اس نبی کی باری آئے گی جسے خاتم النبیین کا لقب دیا جائے گا۔ میں اس کو اسے آباد کرنے والا، وہاں پر رہنے والا، اس کا حامی اور متولی وغیرہ بناؤں گا۔ وہ جب تک زندہ رہے گا اس پر میرا امین ہو گا۔ جب وہ میری طرف لوٹے گا تو میرے پاس اجر کا ذخیرہ اکٹھا کیا ہوا پائے گا جو اس کے لئے میری قربت اور وسیلہ کا باعث بنے گا۔ اور ٹھہرنے کے گھر میں یعنی جنت میں اس کا افضل مکان بناؤں گا۔ اس گھر کا نام رکھوں گا اور اس کا ذکر شرف، اور بزرگی ایسے نبی کے لئے بناؤں گا جو تیری اولاد سے ہو گا۔ اس سے اس کا باپ ہو گا وہ ابراہیمؑ کے نام سے موسوم ہو گا۔ میں اسے خانہ کعبہ کی بنیادیں تبلاؤں گا اور اس کے ذریعے اس عمارت کی تکمیل کروں گا اور پانی پلانے کا کام اس کے ذمے لگایا جائے گا۔ میں اسے اپنے حل و حرم سے آگاہ کروں گا اور مواقف بھی تبلاؤں گا۔ نیز اپنے مناسک اور مشاعر سے بھی مطلع کروں گا۔ اسے ایک ایسی امت کے برابر بناؤں گا جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہو گی۔ جو میرے حکم کے مطابق لوگوں کو میرے راستے کی دعوت دے گا۔ میں اسے پسند کروں گا اور سیدھے راستے کی ہدایت کروں گا۔ میں اسے آزماؤں گا وہ صبر کرے گا۔ میں اسے تندرستی عنایت کروں گا تو وہ میرا شکر گزار ہو گا۔ میرے لئے نذر مانے گا تو پوری کرے گا۔ مجھ سے وعدہ کرے گا تو پورا کرے گا۔ اس کی اولاد کی دعا قبول ہو گی۔ اور اس کی شفاعت منظور ہو گی۔ میں ان کو اس گھر کے مالک، والی، حمایت کرنے والے، خدمتگار، مجاور اور دربان وغیرہ بناؤں گا۔ یہاں تک کہ جب وہ بدعت کے کام شروع کر دیں گے۔ اور دین میں تغیر و تبدل کریں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ ہوں سب لوگوں سے زیادہ طاقتور ہوں میں جسے چاہوں گا بدل دوں گا اور اس کے بدلے جسے چاہوں گا لاؤں گا۔ میں حضرت ابراہیمؑ کو اس گھر والوں کا امام اور اس شریعت والوں کا پیشوا بناؤں گا۔ جو اس ملک میں آئے گا اس کی پیروی کرے گا خواہ جن ہو یا انسان۔ وہ اس کے قدموں کی پیروی کریں گے اور اس کی سنّت کی اتباع کو لازمی تصوّر کریں گے۔ نیز اس کے طریقے کی اقتدا کریں گے۔ جس نے یہ کام کیا اس نے نذر پوری کی اور دین کو مکمّل کیا۔ ان میں سے جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنی قربانی ضائع کی۔ اور اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ جو آدمی میرے متعلق سوال کرے ان مقامات پر کہ میں کہاں ہوں اسے بتا دو کہ میں اس آدمی کے ساتھ ہوں جو پراگندہ بالوں والا ہے۔ خاک آلودہ ہے، نذر پوری کرنے والا ہے اور اپنی قربانی کو مکمّل کرنے والا ہے۔ اور اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرنے والا ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے خواہ اسے ظاہر کیا جائے یا چھپایا جائے۔

اے آدم نہ تو یہ مخلوق اور نہ ہی یہ امور جو میں نے بیان کئے ہیں میرے ملک، عظمت اور بادشاہی وغیرہ میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے پانی کا ایک قطرہ سات سمندروں میں واقع ہو اور وہ سات سمندروں میں پھیلے ہوں جن کا احاطہ ناممکن ہو۔ بلکہ ایک قطرے کا ایسے سمندر میں گرنا اس بات سے زیادہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔ اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو میرے ملک میں کچھ کمی واقع نہ ہوتی اور نہ میری عظمت میں کچھ فرق آتا۔ نیز میری وسعت اور پھیلاؤ میں بھی کچھ کمی واقع نہ ہوتی۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے زمین کی تمام مٹی، پہاڑ، کنکر، درخت اور ریت سے ایک ذرہ کم ہو جائے تو زمین کا کچھ نہیں بگڑتا! بلکہ ذرہ کی مثال بھی اس کے لئے ناموزوں ہے کیونکہ اگر میں اپنی مخلوق پیدا نہ کرتا تو اتنا بھی نقصان نہ ہوتا۔ یہ تو صرف اس غالب حکمت والے کے لئے ایک مثال دی گئی ہے[1]۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیارتِ بیت اللہ شریف کی فضیلت

جعفر بن محمد اپنے باپ سے وہ اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کعبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسے صاحب "مثیر الغرام" نے نکالا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ کعبہ شریف کی زیارت خالص ایمان کی نشانی ہے۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہے کہ کعبہ شریف کی زیارت عبادت ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے۔ جس نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ کعبہ شریف کی زیارت کی اس کے گناہ ایسے معاف ہو جاتے ہیں گویا آج اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے[۱]

عطاء سے روایت ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت ایک سال کا قیام، رکوع اور سجود کی عبادت کے برابر ہے۔ ابن صائب مدنی بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کی تو اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں کو صاحب "مثیر الغرام" نے نکالا ہے۔

اسی سے روایت ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا عبادت ہے اور اسے دیکھنے والا شخص اس آدمی کی مانند ہے جو روزہ رکھتا ہے، ہمیشہ قیام کرتا ہے۔ تواضع اور زاری کرنے والا ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے[۲]

۱؎ اخبار مکہ جلد اول ص ۴۶ (حاشیہ صفحہ سابقہ)

۲؎ " جلد دوم ص ۹

۳؎ " " ص ۸ تا ۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجر یعنی حطیم بیت اللہ میں شامل ہے

حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے اُنہوں نے بتایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حجر کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ بیت اللہ شریف میں شامل ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا پھر اسے بیت اللہ شریف میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟ آپ نے جواب دیا ان کے پاس خرچ نہیں تھا۔ پھر دریافت کیا کہ اس کا دروازہ اُونچا کیوں کیا گیا؟ آپ نے فرمایا یہ تیری قوم نے ایسا اس لئے کیا کہ جسے چاہیں اندر آنے کی اجازت دیں اور جسے چاہیں رد کریں۔ اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی اور ان کے دلوں میں یہ بات ناگوار نہ گزرتی تو میں دیوار کو بیت اللہ شریف میں شامل کر دیتا۔ اور اس کا دروازہ زمین سے متصل کر دیتا۔ نیز اسی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری قوم کا اسلام لانے کا زمانہ قریب کا نہ ہوتا تو میں بیت اللہ شریف کو منہدم کرنے کا حکم دیتا اور جو اس سے نکالا گیا ہے۔ اسے اس میں شامل کرتا۔ اور زمین سے متصل کرتا۔ نیز اس کے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی جانب۔ اور اسے ابراہیمی بنیاد تک پہنچا دیتا۔[۱] اسے بخاری نے نکالا ہے۔ سعید بن منصور نے کہا اور میں اس کے دو دروازے بناتا ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا نکلنے کے لئے تاکہ اژدہام نہ ہو۔

نیز اسی سے روایت ہے کہ میں چاہتی تھی کہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا ارادہ معلوم ہوا تو مجھے ہاتھ سے پکڑا اور حطیم میں داخل کیا اور مجھے بتایا کہ جب بیت اللہ شریف میں داخل ہونا چاہو تو حجر میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ بیت اللہ کا حصّہ ہے لیکن تیری قوم نے کعبہ شریف کو

---

[۱] بخاری جلد اوّل ص ۲۱۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعمیر کرتے وقت چھوٹا کر دیا اور اسے بیت اللہ سے خارج کر دیا۔ اسے احمد، ابوداؤد نسائی اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے[۱]

سعید بن جبیر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے سوا آپ کی تمام بیویاں بیت اللہ شریف میں داخل ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنے رشتہ دار شیبہ کے پاس جاؤ اسے کہو کہ تیرے لئے خانہ کعبہ کھول دے۔ آپ اس کے پاس گئیں اور اسے خانہ کعبہ کھولنے کے متعلق کہا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا بخدا! میں نے جاہلیت اور اسلام کے زمانہ میں رات کو کبھی نہیں کھولا۔ اگر آپ مجھے کھولنے کا حکم فرماتے ہیں تو میں کھول دوں گا۔ فرمایا نہیں رہنے دو۔ پھر آپ نے فرمایا تحقیق تیری قوم کے پاس خرچ کی کمی تھی۔ اس لئے انہوں نے بنیادوں کو چھوٹا کر دیا۔ اور حطیم بیت اللہ شریف کا حصہ ہے، جاؤ اس میں نماز ادا کرو۔ اسے احمد، سعید بن منصور اور ابو ذر نے نکالا ہے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ ایک دفعہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئیں اور ان کے ہمراہ دیگر عورتیں بھی تھیں۔ دربانوں نے بیت اللہ شریف کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ پکارنے لگیں اے ام المومنین! جب حضرت عائشہ رضؓ نے سنا تو فرمایا تم حجر یعنی حطیم میں نماز پڑھ لو۔ کیونکہ یہ بیت اللہ شریف میں شامل ہے۔

عروہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتا ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتی کہ حجر میں نماز پڑھوں یا بیت اللہ شریف میں۔ ان دونوں روایات کو سعید بن منصور نے نکالا ہے[۲]

---

[۱] ابوداؤد جلد اوّل ص ۲۸۴

[۲] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۱۱ تا ۳۱۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طوافِ کعبہ کی فضیلت

ابن عمرؓ سے روایت ہے اس نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا جو بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی عطا کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے[۱]۔

ابو سعید خدری رضؓ کا غلام بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابو سعیدرضؓ کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے دیکھا وہ اپنے ایک نوکر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اس کا نام طہمان تھا وہ کہنے لگے میں اس گھر کا طواف کرتا ہوں۔ اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں کہوں گا اور دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ طہمان کو آزاد کرنے سے مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے پھر اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر مارا[۲]۔

جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گھر اسلام کا ستون ہے۔ جو آدمی گھر سے نکلتا ہے اور اس گھر کا حج یا عمرہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہوگا کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اسے جنّت میں داخل کرے اگر اسے واپس بھیجے تو اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس بھیجے[۳]۔

عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب آدمی گھر سے نکلتا ہے اور بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے آتا ہے تو رحمت میں داخل ہوتا ہے۔ جب اس میں داخل ہوتا ہے تو میں اسے رحمت میں خوب ڈبوتا ہوں۔ پھر جو قدم بھی اٹھاتا اور رکھتا ہے۔

---

۱ اخبار مکہ جلد دوم ص ۳

۲ " " "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے پانچ سو نیکیاں عطا کرتا ہے اور پانچ سو درجے بلند کرتا ہے اور پانچ سو گناہ معاف فرماتا ہے۔ جب وہ طواف سے فارغ ہوتا ہے پھر مقام کی پچھلی جانب دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت تھا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے دس گردنوں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور رکن پر فرشتہ اس کا استقبال کرتا ہے اور کہتا ہے باقی ماندہ زندگی کے لئے نئے سرے سے عمل کرو۔ گذشتہ زندگی کے لئے یہی عمل کافی ہے[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جس نے اس گھر کے سات چکر لگائے اور دو رکعت نماز ادا کی اسے اتنا ثواب ہو گا جیسے اس نے ایک غلام آزاد کیا ہو۔

حضرت حسنؓ نے اپنے ایک مکتوب میں ذکر کیا ہے کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس نے مسافروں کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان کا طواف افضل ہے یا عمرہ؟ آپ نے فرمایا طواف۔ اسے ازرقیؒ نے نکالا ہے[2]

میزابِ کعبہ کے پاس دُعا اور نماز

ہمیں ابوالولید نے بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے دادا نے بیان کیا۔

اسے سعید بن سالمؒ نے بیان کیا وہ عثمان بن ساج سے وہ عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتا ہے کہ جو آدمی میزابِ کعبہ کے نیچے کھڑا ہو کر دُعا کرتا ہے تو اس کی دُعا منظور ہوتی

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۵

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوافِ کعبہ سب سے افضل عبادت ہے اور اسے بکثرت کرنا

اخبار مکہ جلد دوم ص

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور گناہوں سے یوں پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت تھا[1]

ہمیں ابوالولید نے بیان کیا ہے اس نے کہا مجھے میرے دادا نے بیان کیا اسے عیسیٰ بن یونس سبیعی نے اسے عنبسہ بن سعید رازی نے اسے ابراہیم بن عبداللہ حاطبی نے اسے عطار نے اسے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے کہا کہ نیک لوگوں کے مصلیٰ پر نماز پڑھو اور نیک لوگوں کا پینا پیئو۔ ابن عباس رضؓ سے پوچھا گیا نیک لوگوں کا مصلیٰ کہاں ہے؟ جواب دیا میزاب کے نیچے۔ پھر سوال کیا گیا نیک لوگوں کا پینا کیا ہے؟ جواب دیا زمزم کا پانی۔[2]

ہمیں ابوالولید نے بیان کیا ہے اسے محمد بن سلیم نے اسے زنجی مسلم بن خالد نے وہ ابن جریج سے وہ عطار سے بیان کرتا ہے کہ جو آدمی میزاب کعبہ کے نیچے دُعا کرتا ہے اس کی دُعا منظور ہوتی ہے اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت تھا۔[3]

کعبہ شریف کے گرد پہلا صف باندھنے والا

ہمیں ابوالولید نے بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے دادا نے بیان کیا وہ سفیان بن عیینہؒ سے بیان کرتا ہے اس نے کہا کہ سب سے پہلے کعبہ شریف کے گرد صف باندھنے کا رواج خالد بن عبداللہ قسری نے جاری کیا۔

میرے دادا نے مجھے بیان کیا ہے اس نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن حسن بن قاسم بن عقبہ ازرقی نے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا کہ لوگ

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۱۸

[2] " " "

[3] " " "

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماہِ رمضان میں مسجد الحرام کے اُوپر والے حصّے میں قیام کرتے تھے۔ مقام ابراہیمؑ کے پیچھے ایک چھوٹی سی برچھی ایک بلند جگہ پر نصب کی جاتی تھی۔ اس کے پیچھے امام کھڑا ہوتا تھا۔ اور لوگ امام کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ جو شخص نماز پڑھنا چاہتا وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرتا اور جو بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہتا تو وہ طواف کرتا۔ اور پھر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے نفل پڑھتا تھا۔ پھر جب عبدالملک بن مروان کی طرف سے خالد بن عبداللہ قسری مکّہ معظمہ کا حاکم مقرر ہوا اور رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو اس نے قاریوں کو حکم دیا کہ آگے ہو کر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں۔ اور لوگوں کی صفیں کعبہ شریف کے اردگرد کھڑی کیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مسجد حرام کے اُوپر والے حصے میں نمازیوں کا سمانا مشکل ہو گیا تھا اس لئے اس نے کعبہ شریف کے گرد صفیں باندھنے کا حکم نافذ کیا۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ تو فرض نماز کے بغیر طواف قطع کرنا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں ان کو حکم دیتا ہوں کہ تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد ایک طواف کریں۔ پھر اس نے حکم نافذ کر دیا اور لوگ ہر دو رکعت کے بعد خانہ کعبہ کے سات چکّر لگانے لگے۔ پھر اس سے کہا گیا کہ کعبہ شریف کی پچھلی جانب اور کناروں پر بیٹھے ہوئے لوگ جو نماز پڑھنا چاہتے ہیں وہ طواف کے اختتام کو معلوم نہیں کر سکتے تاکہ نماز کی تیاری کر سکیں۔ تو اس نے کعبہ شریف کے خادموں کو حکم دیا کہ اس کے گرد تکبیریں پڑھیں اور "الحمد للہ واللہ اکبر" کہتے رہیں۔ جب چھٹے طواف میں حجرِ اسود کے پاس پہنچیں تو دو تکبیروں کے درمیان خاموش رہیں تاکہ جو نمازی وغیرہ حطیم میں اور مسجد کے کناروں پر بیٹھے ہوئے ہیں تیار ہو جائیں۔ اس طرح انقطاعِ تکبیرات سے اختتامِ طواف معلوم ہو جاتا پھر نماز پڑھنے والا نماز کو جلد ختم کر لیتا۔ پھر تکبیریں شروع کرتے حتیٰ کہ ساتویں چکر سے فارغ ہوتے اور پکارنے والا کھڑا ہو کر پکارتا "الصلوٰۃ رحمکم اللہ"۔ عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینار اور ان جیسے دیگر علماء سب کچھ دیکھتے تھے لیکن کسی نے اسے بُرا نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سمجھا۔

میرے دادا نے مجھے روایت بیان کی اس نے مسلم بن خالد زنجی اور سعید بن سالم رضؓ سے ان دونوں نے بیان کیا کہ ہمیں ابن جریج نے بتایا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب مسجدِ حرام میں لوگ تھوڑے ہوں تو کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے نماز ادا کریں یا کعبہ شریف کے گرد ایک ہی صف باندھ لیں؟ اس نے جواب دیا کہ کعبہ شریف کے اردگرد ایک صف باندھ کر کھڑے ہوں اور پھر یہ آیت تلاوت کی:

وتری الملائکۃ حافین من حول العرش[1]

غسل اندرونِ کعبہ شریف

عرصۂ قدیم سے کعبہ شریف کے اندرونی حصّہ کو غسل دینے کا رواج چلا آتا ہے۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن بُت توڑے اور شرک کے نشانات مٹانے کے بعد کعبہ شریف کو غسل دیا۔ بخاریؒ[2] نے مناع الکرم میں اس طرح بیان کیا ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتوں کو توڑنے اور تصاویر مٹانے کے بعد کعبہ شریف کو غسل دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی چادریں اتار دیں اور ڈول پکڑ لئے اور چاہِ زمزم پر رجز خوانی شروع کی اور کعبہ شریف کو اندر اور باہر سے ایسا غسل دیا کہ شرک کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہ رہا بلکہ سب محو ہو گئے۔

اسی روایت کو ہم نے تقی فاسی سے نقل کیا ہے۔ جو اس نے فاکہی سے بیان کی ہے اس کے بعد غسلِ کعبہ شریف کا رواج پڑ گیا اور یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۶۵

[2] مناع الکرم بخاریؒ کوئی کتاب نہیں دراصل کتاب کا نام "منائح الکرم" ہے اور سنجاریؒ کی تصنیف ہے یہ کاتب سے سہو ہوئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمانہ سے دورِ حاضر تک سنت قرار پایا۔ لیکن موجودہ وقت میں کعبہ شریف کو سال میں دو دفعہ غسل دیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ حج سے پہلے اور دوسری مرتبہ جب حجاج مکہ معظمہ سے واپس گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ عموماً پہلا غسل ذی القعدہ میں اور بعض وقت ذی الحجہ کے شروع میں ہر سال دیا جاتا ہے اور دوسری مرتبہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو دیا جاتا ہے۔

اب غسل کی کیفیت سُنیئے۔ میں اسے تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ جو دن غسلِ کعبہ شریف کے لئے معین کیا جاتا ہے اس دن صبح تھوڑا سا سورج چڑھنے کے بعد مجاوروں کا رئیس حاضر ہوتا ہے۔ اس کے ہمراہ آلِ شیبہ کے مجاور ہوتے ہیں۔ وہ دروازہ کھولتا ہے۔ پھر دوسرے مجاور گلاب کا پانی گھڑوں میں لاتے ہیں اور عطرِ گلاب کی شیشیاں بھی ہمراہ لاتے ہیں۔ علاوہ ازیں بخورات اور عنبر و خوشبویات وغیرہ بھی لاتے ہیں۔ کشمیری شال کی قسم کی چادریں بھی لائی جاتی ہیں۔ جب کعبہ شریف کو غسل دیتے ہیں تو چادریں پہن لیتے ہیں۔ مجاوروں کا سردار بادشاہوں، امیروں، وزیروں، قاضیوں اور بعض محکمہ جات کے سپرنٹنڈنٹ، اور منتظمین کو غسلِ کعبہ شریف کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے آنے سے پیشتر غسل کا تمام میٹیریل اور مواد جمع کر لیا جاتا ہے۔ محکمہ اوقاف کا سپرنٹنڈنٹ صفائی کرانے کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ چاہِ زمزم کے خادموں کا شیخ بھی وہاں موجود ہوتا ہے۔ ان کے ذمّے حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانا ہوتا ہے۔ وہ زمزم سے صراحیاں بھر کر لاتے ہیں۔ پھر وہ اسے بوسہ دیتے ہیں ان میں خانہ کعبہ کے مجاور اور اُن کے ماتحت لوگ شامل ہوتے ہیں۔ پھر اس کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ جب یہ کام کعبہ شریف کے اندر مکمّل ہو جاتا ہے تو پھر جنہیں غسل کے لئے دعوت دی ہوتی ہے وہ داخل ہوتے ہیں۔ ہر ایک آدمی ایک چادر پکڑ کر پہنتا ہے اور پھر جھاڑو اُٹھاتا ہے۔ پھر تمام اکٹھے مل کر خانہ کعبہ کو زمزم کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانی سے غسل دیتے ہیں۔ اس پانی میں عرق گلاب ملایا جاتا ہے۔ پھر کعبہ شریفہ کے فرش اور اس کی دیواروں کے نچلے حصّے کو غسل دینے کے بعد اس کی دیواروں کو قدِ آدم تک پہلے روح گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔ پھر عطر گلاب سے معطر کیا جاتا ہے۔ یہ سفید دھات یا بلوری دھات کے برتنوں میں رکھا جاتا ہے۔ عطر گلاب سے معطر کرنے کے بعد عنبر، عود اور ندّ[1] وغیرہ کی بخورات دی جاتی ہیں۔ بخوارات جلانے سے پیشتر فرش کو اسفنج سے خشک کر لیتے ہیں۔ اور غسل دینے اور خوشبو لگانے کے بعد یہ جھاڑ دان لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر جمع ہوئے ہوتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی دربانی

اسلام میں خانہ کعبہ کی دربانی کی خبر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان بن طلحہ اور شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ رضؓ[2] کو چابی دینے کا واقعہ تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن طلحہ رضؓ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا ہم دورِ جاہلیت میں کعبہ شریف کا دروازہ پیر اور جمعرات کو کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپ کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ میں نے آپ پر سختی کی اور آپ کو تکلیف دی۔ آپ نے میرے ساتھ تحمّل کا برتاؤ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عثمان رضؓ! شاید تو جلدی ہی اس چابی کو میرے ہاتھ میں دیکھے گا۔ پھر میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ میں نے کہا تو پھر اس روز قریش ذلیل و خوار ہوں گے اور ہلاک و برباد ہو

---

[1] ایک خوشبودار لکڑی کا نام ہے۔

[2] شیبہ بن عثمان، عثمان بن طلحہ کا چچا تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت باعزت اور باوقار زندگی بسر کریں گے۔ پھر آپ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ آپ کی یہ پیشگوئی میرے ذہن میں اس طرح جاگزیں ہوئی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ ایک دن معاملہ ایسے ہی ہو گا جیسے آپ نے ذکر کیا ہے۔

جب فتح مکہ کا دن ہوا تو آپ نے فرمایا اے عثمان چابی لاؤ۔ میں نے آپ کے حوالے کر دی۔ پھر آپ نے مجھے واپس دے دی اور فرمایا اسے سنبھالو یہ ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی اور تمہاری وراثت ہو گی۔ تم سے ظالم کے سوا کسی کو لینے کی جرأت نہ ہو گی۔ اے عثمان اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا۔ اس گھر کی برکت سے جو رزق تمہیں ملے اسے اچھے طریقے سے کھاؤ۔ پھر جب میں واپس گھر کو لوٹا تو مجھے بلایا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پوچھا کیا ایسا نہیں ہوا جیسا میں نے کہا تھا؟ اس وقت مجھے آپ کا وہ قول یاد آگیا جو آپ نے قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں فرمایا تھا۔

لعلك ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شئت

یعنی جلدی ہی تم اس چابی کو میرے ہاتھ میں دیکھو گے پھر میں جسے چاہوں گا دوں گا۔

میں نے کہا ہاں۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

ہمارے موجودہ زمانہ میں چابی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کی اولاد کے پاس ہے۔ یہ لوگ شیبیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا دادا شیبہ زیادہ صحیح روایت کے مطابق فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اس نے آپ سے روایت بیان کی ہے۔ کئی حفاظ، مؤرخین، اصحاب تراجم، سیرت اور مغازی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ شیبہ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی قرشی حجبی مکی تھا۔ اس کی کنیت ابو عثمان تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعض نے ابو صفیہ بھی بیان کی ہے۔ اس کا باپ عثمان بن ابی طلحہ اوقص کے نام سے مشہور تھا۔ یہ جنگِ اُحد میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ شیبہ بن عثمان فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اور حنین کی جنگ میں شریک ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگِ حنین کے روز مسلمان ہوا۔

حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ حنین کے روز شیبہ مشرک تھا۔ وہ آپ سے دھوکا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک روز ارادۂ بد سے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے دیکھا اور فرمایا اے شیبہ ادھر آؤ تمہاری ہاں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور فرمایا شیطان تم سے ناکام ہوا۔ پھر آپ نے اسے پکڑا اور کھینچا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر لڑنے لگا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ پھر اس کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے چابی عثمان بن طلحہ اور اس کے چچا شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کو دی اور فرمایا اسے سنبھالو یہ تمہاری وراثت ہے۔ اور قیامت تک تمہارے پاس رہے گی۔ اے بنی ابی طلحہ تم سے ظالم کے سوا کسی کو لینے کی جرأت نہ ہوگی پھر فرمایا ابی طلحہ کی اولاد خانہ کعبہ کی دربان ہوگی۔ عبدالدار کی اولاد کو یہ سعادت حاصل نہ ہوگی۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شیبہ بنی شیبہ کا دادا تھا۔ اور خانہ کعبہ کی دربانی کی سعادت اسے حاصل تھی۔ آج تک یہی لوگ کعبہ شریف کی چابی سنبھالے ہوئے ہیں۔ کسی نے ان سے چابی چھیننے کی کوشش نہیں کی۔ یہ شیبہ صفیہ بنت شیبہ کا باپ تھا۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری ایام میں ۵۹ھ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید کے عہدِ حکومت میں فوت ہوئے۔ بعض لوگوں نے اسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولفتہ قلوبہم کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ اور یہ ان لوگوں میں سب سے افضل تھے۔

شروع میں خانہ کعبہ کی دربانی محمد بن زین العابدین بن محمد بن عبدالمعطی شیبی کے پاس تھی۔ پھر اس کی آل کا قبضہ رہا۔ اور آج تک آلِ شیبہ ہی چابی کے مالک ہیں۔ یہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد کعبہ شریف کا دربان مقرر ہوا۔ اس وقت یہ بچہ ہی تھا۔

آلِ شیبہ کی نسل آج تک کعبہ شریف کی دربان۔ ہے۔ آلِ شیبہ سے مراد شیبہ کے پوتوں کی اولاد ہے۔ تمام مجاوروں کا رئیس موجودہ وقت میں شیخ محمد بن محمد صالح بن احمد بن محمد بن زین العابدین شیبی ہے۔ یہ ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوا۔ اپنے والد شیخ عبدالقادر بن علی شیبی جو شیبہ کا پوتا تھا کی وفات کے بعد ا ارمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو مجاوروں کا رئیس بنا۔

موجودہ وقت میں آلِ شیبہ میں سے مندرجہ ذیل حضرات موجود ہیں؛

۱۔ شیخ محمد عبس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ تمام مجاوروں کا سردار ہے۔

۲۔ شیخ محمد عبداللہ بن عبدالقادر بن محمد بن زین العابدین شیبی۔ یہ ۱۲۹۷ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ نائب رئیس کے عہدے پر فائز ہیں۔ جناب ملک عبدالعزیز مرحوم نے اس کے ذمے کئی کام لگائے ہوئے تھے۔ مجلسِ شوریٰ کے نائب صدر تھے۔ حرمین کے محکمہ اوقاف کے صدر تھے۔ فسٹ ایڈ کے بھی منتظم تھے۔

یہ بہت باعزت اور صاحب اقبال ہیں۔ یہ اخلاق عالیہ کا مالک ہے اور باہمت شخص ہیں۔ مزید برآں جود و سخا میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ملک میں انہیں عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجرِ اسود

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حجرِ اسود جنّت سے آیا ہے۔ یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بعدازاں بنی آدمؑ کے
گناہوں نے اسے سیاہ کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا
وھدی للعالمین فیہ ایات بینات مقام ابراھیم"

حجرِ اسود وہ واحد پتھر ہے جو بیت اللہ شریف کی تعمیر سے پیشتر تھا۔ اور جس کونے
میں اسے نصب کیا گیا وہ اس کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا قطر تقریباً تیس سنٹی میٹر ہے
اس کی شکل بیضوی ہے۔ اس کے کنارے غیر منتظم ہیں۔ اور اس کی سطح چمکدار ہے۔
اس کا رنگ سیاہ سُرخی مائل ہے۔ اس میں سُرخ نقطے ہیں۔ اس کے سیاہ رنگ
کی وجہ اور رکن کے امتیاز کی خاطر طواف کی ابتداء اس سے کی جاتی ہے۔

دینِ اسلام وہ دین ہے جو نظام، حکمت اور عقل کے مطابق ہے۔ جب بھی
اسلام میں کوئی حکم مقرر ہوا یا فیصلہ کیا گیا تو وہ سراسر حکمت پر مبنی تھا اور اس میں
عام مصلحت تھی۔

یہ امر بالبدیہ ہے اور اس کے اسرار انسان پر ڈھکے چھُپے نہیں ہیں۔ لوگوں
کے لئے طواف کے آغاز اور انتہا کی جگہ مقرر کرنا ایک ایسا امر ہے کہ اسے کوئی
دین بھی مہمل نہیں چھوڑ سکتا۔ چہ جائیکہ دینِ اسلام جس کی وضع دقیق اور نظم و ضبط
محکم اور مضبوط ہو۔ چونکہ طوافِ زیارت حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ
دوسرا رکن ہے تو اس کی تحدید لازمی ٹھہری۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں پورا نظم وضبط ہے۔ اس میں کسی کمیونسٹ کو اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ حجرِ اسود سے طواف کا آغاز کیا جاتا ہے اور اس طواف کے لئے بھی ایک انتظام ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا یا اس کے ساتھ حج پورا ہوتا ہے خواہ مسلمان حجرِ اسود کی تقبیل کو عبادت تصور کریں یا سنّت سمجھیں یا کوئی اور اعتقاد رکھیں۔ کیونکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ تمام اعتبارات ضمنی ہیں۔ لیکن اصل مقصد استنلام ہے یہی وہ بات ہے جسے بیان کرنے یا جس کی طرف التفات کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

حجرِ اسود بذاتِ خود کوئی مقدّس پتھر نہیں ... بلکہ اس کی تقدیس اور حرمت اس لئے کی گئی کہ اسے خانہ کعبہ کے گوشے میں نصب کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کا قول بھی اس بات پر دلالت ہے۔ وہ اسے بوسہ دے رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے:

انی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر ولو لا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلك ما قبلتك۔

مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے تو کسی کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔[۱]

میرے خیال میں اس کی تقبیل واجب نہیں کیونکہ مسلم اور نسائی نے حضرت عمرؓ کا قول ذکر کیا ہے اس میں " رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفیا" کے الفاظ مذکور ہیں اور " یقبلك " کا ذکر نہیں کیا۔ اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کی۔ اُنہوں نے ایک عورت سے کہا حجرِ اسود پر بھیڑ مت کرو۔ اگر تم کو تنہائی مل جائے تو بوسہ دو۔ اگر اژدحام دیکھو تو اس

---

[۱] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۲۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے برابر آکر تکبیر وتہلیل پڑھو اور کسی کو ایذا مت دو۔ نیز بخاری میں بھی حضرت عائشہؓ کی روایت مذکور ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ عورتیں حجرِ اسود کا بوسہ ترک کر دیں۔ خواہ اس کی تاویل کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ فعل فتنہ کا موجب بنتا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا بوسہ واجب اور لازمی نہیں۔ جب اژدحام ہو تو اس وقت حاجی کا ہاتھ سے چھونا یا ہاتھ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ اگر اس کو بوسہ دینا واجب ہوتا تو ہر حالت میں اس کو بوسہ دیا جاتا اور حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہوتا۔ میں نے جب اس پر غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس میں کامل حکمت ہے اور ایک خاص مقصد ہے۔ وہ یہ ہے کہ حجرِ اسود کا چومنا طواف کی سنتوں میں سے ایک سنّت ہے اور اس مسئلے کی روح سے مجھے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنّت حجرِ اسود کی حفاظت کے لئے ہے۔ اسی حجرِ اسود سے طواف کا آغاز کیا جاتا ہے جو حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

اگر یہ سنت نہ ہوتی تو کچھ سال گزرنے کے بعد حجرِ اسود کو لوگ بھول جاتے اور مسلمان اسے ترک کر دیتے۔ اور طواف کا میدا اسی پر مرتب ہوتا ہے۔ اس سے دین اسلام کے خلاف جنگ کرنے والے کمیونسٹ کو موقعہ مل جاتا اور اس کے خلاف فیصلہ کرتا۔

مسلمان جب حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سمجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اس کی یہ توجیہہ اس لئے نکالی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہاں ایک ایسا پتھر ہے جس کی محافظت ضروری ہے۔ کبھی اس کو بوسہ دیتے ہیں، کبھی ہاتھ سے چھوتے ہیں، اور کبھی دور سے اشارہ کرتے ہیں، مزید براں ان کے اعضاء دعوت دیتے ہیں کہ ان کے وجود اس کی طرف توجہ کریں، اور اس کی حفاظت کریں۔ دین اسلام کی تمام بدنی عبادتیں اس کی مثل دعوت دیتی ہیں کہ روح کی توجہ خالق کی طرف ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور نفس میل کچیل سے اور مفاسد سے پاک ہو۔ نیز ایک مکمل نظام کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ یہ سبب حجرِ اسود کو بوسہ دینے، یا چھونے یا اشارہ کرنے کو سنّت قرار دینے کی بنیاد ہے۔ اور موجودہ حالات کے پیشِ نظر اسے عبادت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود پر جھکے پھر اپنے دونوں ہونٹ اس پر رکھ دیئے۔ اور دیر تک روتے رہے۔ پھر آپ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر بن خطاب رضؓ رو رہے تھے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ حاکم)

حجرِ اسود کی تقبیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان سے حجرِ اسود کے متعلّق سوال کیا گیا اُنھوں نے جواب دیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے بوسہ دیتے اور ہاتھ سے چھوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسے دونوں[۱] نے روایت کیا ہے۔

اسی سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے حجرِ اسود کے بوسہ دینے کے متعلّق سوال کیا۔ اُنھوں نے جواب دیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے ہاتھ سے چھوتے اور منہ سے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔ اس نے پھر سوال کیا کہ اگر اژدحام ہو یا میں مغلوب ہو جاؤں تو اُنھوں نے جواب دیا ارءیت کو یمن میں رکھ یعنی ایسے سوالات کرنے کو ناپسند کیا۔ میں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔[۲]

---

[۱] مصنّف نے دونوں کی وضاحت نہیں کی اس سے مراد بخاری و مسلم ہیں۔ یہ حدیث بخاری جلد اوّل باب تقبیل الحج پر درج ہے۔

[۲] بخاری جلد اول ایضاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بوسہ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حجرِ اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا مجھے معلوم ہے کہ تُو تو ایک پتھر ہے اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کو بوسہ دیا۔ اسے دونوں نے نکالا ہے[۱]

نسائی نے مزید کہا "قبلہ ثلاثا" یعنی اس کو تین مرتبہ بوسہ دیا۔ بخاری نے کہا :

حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه۔

تُو تو ایک پتھر ہے نہ تجھے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا پھر اسے بوسہ دیا۔

ازرقیؒ نے مزید بیان کیا کہ حضرت علی رضؓ نے اسے کہا کیوں نہیں۔ اے امیرالمومنین وہ نقصان کرتا اور نفع پہنچاتا ہے۔ اس نے اسے کہا تو ایسے کیوں کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالےٰ کی کتاب سے استدلال کرتے ہوئے ایسا کہتا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کہاں ذکر ہے؟ تو حضرت علی رضؓ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا۔

اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر اس کی تمام اولاد کو اس کی پیٹھ سے نکالا۔ پھر ان سے اقرار لیا کہ وہ انکا رب ہے اور وہ

---

[۱] اخبار مکہ جلد اول ص ۳۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بندے ہیں۔ پھر اس میثاق کو ایک کاغذ پر لکھا اور اس وقت حجرِ اسود کی دو آنکھیں تھیں۔ اور ایک زبان تھی۔ اسے حکم ہوا کہ منہ کھولے۔ اس نے منہ کھولا اور اس کاغذ کو نگل گیا۔ اور اس جگہ پر اسے رکھا گیا۔ پھر کہا کون ہے جو تیرے ساتھ وعدہ پورا کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی قوم میں زندہ رہوں جو ان میں سے نہ ہو[1]

دولابی نے درہ طاہرہ میں حسین بن علی سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تحریری وعدہ لیا تو اسے حجرِ اسود کے اندر رکھ دیا۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی وفاءِ عہد میں شامل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم سے وعدہ لیا تو اسے حجرِ اسود میں رکھ دیا۔ اسے ابوالفرج نے نکالا ہے۔

ابن عقلہ[2] سے روایت ہے کہ بیشک حضرت عمر رضؓ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس سے چمٹ گئے۔ اور کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تیرا بہت اہتمام کرتے تھے[3] (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حجرِ اسود کو ہاتھ لگاتا ہے گویا وہ اپنا ہاتھ اللہ تعالیٰ سے ملاتا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۳۲۴

[2] اس روایت کا راوی سوید بن غفلہ ہے۔ ابن عقلہ سے کوئی روایت مروی نہیں۔ کاتب سہو ہے۔ صحیح مسلم جلد اول ص ۴۱۳

[3] مسلم جلد اول ص ۴۱۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حجرِ اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندے اس سے مصافحہ کرتے ہیں جس طرح تمہارا ایک اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔ ایک روایت میں زیادہ کیا ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں ابن عباس رض کی جان ہے کہ مسلمان مرد اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ سے جو سوال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے۔ اسے ازرقی نے نکالا ہے[1]

اسی سے روایت ہے کہ حجرِ اسود اللہ کا ہاتھ ہے زمین پر جو اسے چھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتا ہے۔ اسے سعید بن منصور نے نکالا ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے بیان کیا ہے۔ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجرِ اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

ابو طاہر مخلص نے اپنی کتاب فوائد کی جزء ثانی میں بھی بیان کیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ جس نے آنحضرت کی بیعت کا زمانہ نہیں پایا اور حجرِ اسود کا مسح کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیعت کی۔ اسے ابو الفرج نے مثیر الغرام میں ابن عباس رض سے موقوف بیان کیا ہے[2]

حدیث کا مطلب بیشک ہر آدمی جو بادشاہ کے پاس آتا ہے تو اس کے داہنے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے۔ جب حج یا عمرہ کرنے والا آتا ہے تو اس کے لئے یہ سنّت ہے کہ آتے ہی حجرِ اسود کو بوسہ دے۔ اس کو بوسہ دینا ایسا ہے جیسا کہ بادشاہ کے دائیں ہاتھ کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مثال اس سے بھی بلند ہے۔ اس طرح جو اس سے مصافحہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۲۳

[2] 〃 〃 ص ۳۲۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے جس طرح بادشاہ مصافحہ کرنے والے سے عہد کرتے ہیں۔

حجرِ اسود کے استلام اور تقبیل کی کیفیت

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود پر جھکے اور بوسہ دیا۔ پھر اپنے دونوں ہونٹوں کو اس پر رکھا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ آپ نے مڑکر دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ بھی رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمرؓ اس جگہ آنسو بہائے جاتے ہیں۔ اسے شافعیؒ نے اپنی مسند میں اور ابوذرؓ نے نکالا ہے۔

اکثر اہلِ علم کے نزدیک اس پر عمل ہے کہ تقبیل کے وقت آواز نہیں آنی چاہیئے۔ جس طرح عوام الناس کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوا پھر ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا میں نے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا اس وقت سے میں نے کبھی ترک نہیں کیا۔ اسے دونوں نے نکالا ہے [۱]

(بخاری، مسلم)

عطاء سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعیدؓ، ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ اور جابر بن عبداللہؓ کو دیکھا جب حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوتے تو ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے۔ اسے دارقطنی اور سعید بن منصور نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا ابن عباسؓ بھی ان میں شامل تھے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرا غالب خیال یہی ہے کہ ابنِ عباسؓ بھی ان میں تھے۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ جب وہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوتے تو

---

[۱] بخاری ص ۲۱۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنا ہاتھ منہ اور ناک پر لگاتے تھے۔ اسے سعید بن منصور نے نکالا ہے۔

عبداللہ بن یحییٰ سہمی سے روایت ہے اس نے کہا میں نے عطاء بن ابی رباح عکرمہ بن خالد اور ابن ابی ملیکہ کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد طواف کرتے تھے۔ اور نماز پڑھتے تھے۔ اور میں نے ان کو دیکھا وہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو ہاتھ سے چھوتے تھے پھر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور منہ پر مسح کرتے تھے۔ بعض اوقات ہاتھ سے چھوتے لیکن منہ اور چہرہ کا مسح نہیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن ابی رباح رض سے روایت ہے اس نے بتایا کہ میں نے عطاء، مجاہد اور سعید بن جبیر کو دیکھا۔ جب وہ حجرِ اسود کو چھوتے تو اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔

ابن جریج سے روایت ہے عمرو بن دینار نے کہا کہ جس نے حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوا پھر ہاتھ کو بوسہ نہ دیا تو اس نے ظلم کیا۔

حمید بن حبان سے روایت ہے اس نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا۔ جب وہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھوتا تو اپنا ہاتھ رخسار اور پیشانی پر لگاتا تھا۔

سفیان نے کہا میں نے ایوب بن موسیٰ کو دیکھا جب وہ حجرِ اسود کو چھوتا تو اپنا ہاتھ پیشانی پر لگاتا تھا۔

ایک اور روایت میں پیشانی کے بجائے رخسار کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام روایات کو ازرقی نے بیان کیا ہے[۱]

ہمارے نزدیک عمل استلام کی پہلی حالت یہ ہے، وہ یہ ہے کہ ہاتھ حجرِ اسود سے لگا کر اپنے منہ سے لگایا جائے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ لیکن "احد تولیہ[۲]"

---

[۱] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۴۴

[۲] [illegible] سہو سے غلط لکھا گیا ہے واللہ اعلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور ہے کہ اپنے ہاتھ کا بوسہ نہ دے۔ اسی طرح قاسم بن محمد کے نزدیک بھی ہاتھ کا بوسہ جائز نہیں۔

استلام کے معنی پتھر پر مسح کرنا ہے۔ سَلامٌ کا واحد سَلِمَۃٌ لام کے کسرہ سے ہے۔ ازہری نے کہا ہے کہ یہ سلام سے باب افتعال ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ استلم تحیہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جب وہ اسے بوسہ دیتا ہے تو گویا اسے سلام کہتا ہے۔ اور حجرِ اسود کی طرف سے اپنے آپ کو سلام کہتا ہے۔ جس طرح اختدام کے معانی اپنے نفس کی خدمت کرنا ہے۔ اہلِ یمن حجرِ اسود کو محیا یعنی سلام کی جگہ کہتے ہیں کیونکہ لوگ اسے سلام کہتے ہیں۔ ابن اعرابی نے اسے مہموز الاصل قرار دیا ہے۔ اس کا ہمزہ محذوف کر دیا گیا۔ یہ ملاءمۃ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی موافقت کے ہیں۔

جوہری نے کہا: استلم الحجر کے معانی لمسہ اما بالقبلۃ او بالید یعنی اسے بوسہ دینا یا ہاتھ سے چھونا ہے۔ نیز کہا اس پر ہمزہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ سلام سے ماخوذ ہے اور اس کے معنے پتھر کے ہیں۔ بعض نے اس پر ہمزہ لگایا ہے۔

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے ایک دن کافی اُونچا سورج آنے کے بعد میں مکّہ معظمہ کی مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا اور خود مسجد میں تشریف لائے اور حجرِ اسود کے پاس آکر وہاں سے طواف شروع کیا اور اس کو بوسہ دیا اور رونے کے باعث آپ کی چشم مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ پھر تین چکر ذرا تیز لگائے اور باقی چار چکروں میں آہستہ چلتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور چہرہ مبارک کا مسح کیا۔ یہ حدیث ابی جعفر محمد بن حسین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بن علی بن ابی طالب کی حدیث سے زیادہ اچھی ہے۔

طاؤس سے روایت ہے کہ وہ جب حجرِ اسود کے پاس آتا اگر اژدحام ہوتا تو گزر جاتا اور بھیڑ نہ کرتا۔ لیکن اگر اژدحام نہ ہوتا اس کا تین مرتبہ بوسہ لیتا۔ پھر اس نے بتایا کہ میں نے ابن عباس رضؓ کو ایسا کرتے دیکھا۔ پھر اس نے بتایا کہ حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا۔ (نسائی)

سفیان بن عیینہ سے روایت ہے وہ ابی یعقوب سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا میں نے خزاعہ قبیلہ کے ایک آدمی سے سُنا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ مکّہ معظمہ میں شہید ہوئے تو اس وقت وہ مکّہ شریف کا گورنر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا اے ابو حفص تو بڑا آدمی ہے۔ رکن پر اژدحام نہ کرو اس سے کمزوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تو خلوت پائے تو اسے بوسہ دے۔ ورنہ تکبیر پڑھ کر گزر جاؤ۔ اسے احمد نے حضرت عمر رضؓ سے روایت کیا ہے اور کہا بس متوجّہ ہو کر تہلیل و تکبیر پڑھو۔[1]

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ پھر جب عمرہ کر کے واپس آیا تو آپ نے پوچھا اے ابو محمد حجرِ اسود کا استلام کیسے کیا؟ اس نے جواب دیا میں نے کبھی تو اسے بوسہ دیا اور کبھی ترک کر دیا۔ آپ نے فرمایا تُو نے ٹھیک کیا۔[2]

---

[1] اخبار مکّہ جلد اوّل ص ۳۳۴

[2] [illegible] ص ۳۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استلام حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کی فضیلت

ابو ولید نے ہمیں بیان کیا اس نے کہا مجھے میرے دادا نے اس نے کہا ہمیں داؤد بن عبدالرحمٰن عطار نے بیان کیا۔ اس نے کہا مجھے معمر نے اس نے عطار بن سائب سے روایت بیان کی ہے کہ بیشک عبید بن عمرؓ نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ میں دیکھتا ہوں تو ان دونوں رکنوں پر مزاحمت کرتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ان دونوں کو بوسہ دینے اور ہاتھ سے چھُونے سے گناہ دُور ہو جاتے ہیں[1]۔

ابو ولید نے ہمیں حدیث بیان کی ہے اس نے کہا مجھے میرے دادا داؤد بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ ابن جریج سے بیان کرتا ہے کہ ایک آدمی جسے حمید بن نافع کہا جاتا تھا، نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کچھ ایسے کام کرتے ہیں جو آپ کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ ابن عمرؓ نے جواب دیا تجھے ہر کام میں طعنہ زنی کے سوا کچھ نہیں سُوجھتا۔ پھر پوچھا کون سے کام ہیں؟

اس نے کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں آپ۔ اپنی ڈاڑھی چھوٹی کراتے ہیں اور سبتی جوتے پہنتے ہیں۔ اور جب تک آپ کی اونٹنی نہیں اُٹھتی۔ اس وقت تک حج اور عمرہ میں تہلیل نہیں پڑھتے۔ اور مشرقی رکنوں کے علاوہ کسی رکن کو نہیں چومتے۔ اُنہوں نے جواب دیا میرا ڈاڑھی چھوٹی کرانے کا معاملہ تو یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی ڈاڑھی چھوٹی کراتے تھے۔ سبتی جوتوں کی بابت یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام زندگی میں یہی جوتے پہنے ہیں۔ شرقی رکنوں کے متعلق آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماسوا کسی اور رکن

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۳۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو بوسہ نہیں دیا۔ حتیٰ کہ آپ ملکِ عدم کی طرف رحلت فرما گئے۔ لیکن تہلیل کا معاملہ تو وہ اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اُٹھ کر کھڑی ہوتی تھی تو پھر آپ تہلیل و تکبیر پڑھتے تھے[1]

ابوالولید نے ہمیں حدیث بیان کی ہے اسے احمد بن ہبیرہ نے وہ عبدالمجید بن ابی داؤد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا میں نے نافع سے سُنا ہے وہ ان صفات کا ذکر عبداللہ بن عمرؓ سے کرتا تھا۔

ابوالولید نے ہمیں حدیث بیان کی اس نے کہا میرے دادا نے سعید بن سالم سے اس نے ابن جریج سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس گنجائش ہوتی تو حجر یعنی حطیم کی جانب کعبہ شریف کو چند ہاتھ اور بڑھاتا اور اس کا ایک اور دروازہ بناتا جس سے لوگ نکلتے۔

نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حجر یعنی حطیم کے متعلق سوال کیا گیا کیا وہ بیت اللہ شریف میں شامل ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں[2]

نوٹ:۔ "الکعبۃ مرکز الارض"[3] میں مصنف نے طولِ بلد اور عرضِ بلد کے مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔ جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس لئے اس عنوان کا ترجمہ ترک کر دیا گیا ہے۔

(الفلاح بی۔اے)

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۳۳۱

[2] ص ۳۱۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کعبہ شریف

اس قابلِ تکریم اور عظمت والے گھر کعبہ شریف کی انسانی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی ۔ یہ ایسا گھر ہے کہ اس میں خالص توحید کی نشانی ہے ۔ اور ایک طرفہ فراخدلی دین کی آسانی ہے ۔ اس میں بتوں، تصویروں، اور نقش و نگار کا نام و نشان نہیں ملتا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف اشارہ ہے ۔ اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دیتا ہے ۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ان کے قلوب اس کی طرف مائل رہتے ہیں ۔ اگر کوئی ایسا گھر ہو جسے آنکھیں شوق سے دیکھتی ہوں یا قلوب کا اس کی طرف رجحان ہو تو یہ گھر اس سے کہیں زیادہ عزّت والا ہے ۔ رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی جب کہ کروڑہا مسلمانوں کے چہرے اور دل اس کی طرف متوجّہ نہ ہوں ۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کی طرف توجّہ کرتے ہیں ۔ ان کی قرأت اور تسبیح اس کی طرف بھیجی جاتی ہے ۔ ان کی اُمیدیں بھی اسی سے وابستہ ہوتی ہیں ۔ اور درد و تکلیف کا مداوا بھی وہ کرتا ہے ۔ اس وقت سے ایسا کرتا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی طرف وحی بھیجی ۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی دعوت دی ۔ اور مسلمانوں نے اس دعوت کو قبول کیا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے مسلمانوں نے اسے قبول کیا کیا روئے زمین پر کسی زمانہ میں یا کسی جگہ پر ایسا مکان ہوا ہے جس کی طرف عاجزی و زاری سے نگاہیں اُٹھتی ہوں یا دعا و استغفار کی خاطر دل متوجّہ ہوئے ہوں ؟

زمین پر مقناطیس ہمیشہ قطب کی جانب متوجّہ ہوتا ہے ۔ اگر تو اسے کسی اور جانب پھیرے گا تو وہ پھر کر جانبِ قطب آجائے گا ۔ اگر تو اپنی تمام طاقت صرف کر دے تو بھی اسے پھیرنے میں کامیاب نہ ہوگا ۔ اگر اس پر ہزاروں پردے ڈال دیئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائیں تو پھر بھی قطب کی جانب رہے گا۔ اسی طرح کعبہ کی طرف متوجہ رہنے میں مسلمانوں کی مثال مقناطیس کی سوئی کی ہے جو آفاق سے دور اور شہروں کے مختلف ہونے کے باوجود رات دن قطب کی طرف رہتی ہے۔ یہ ایک جامد بے جان سوئی کی بات ہے۔ حالانکہ حساس دل اور بے جان سوئی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا ہے۔ اسے باحرمت بنایا اور جس شہر میں واقع ہے اسے حرمت والا بنایا اور اس کے ارد گرد کو حرمت والا بنایا۔ اسے انسان، حیوان اور نباتات کے لئے باامن بنایا۔ نیز اس قابلِ تحریم زمین کے گرد مواقیت مقرر کئے۔ جہاں سے آنے والا احرام باندھ لیتا ہے اور زیب و زینت کا لباس اتار دیتا ہے حتیٰ کہ کسی قوم کا کسی قوم سے یا غنی کا فقیر سے کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ لوگ حرم شریف میں اور پھر اس گھر میں ایک جماعت بن کر داخل .... ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہو۔ جن کے ظاہر و باطن عقائد اور خیالات میں ہم آہنگی ہو۔ اور جن کے ہاتھ زبانیں اور دل اعمالِ صالحہ کی خاطر اکٹھے ہوں۔ اس میں البتہ نشانیاں ہیں۔

مسلمانوں کے وفد دور دراز سے اس گھر کا قصد کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنا قبلہ شریف اپنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھتے ہیں اور اس کے گرد نماز پڑھتے ہیں۔ اب تمام مسافتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اس گھر میں مقناطیس کی سوئی کی طرح ہیں جو قطب میں پہنچ جاتی ہے۔ وہ ہر جہت میں گھومتی ہے۔ اسی طرح مسلمان کا قبلہ شمال، جنوب، مشرق اور مغرب میں سے کوئی جہت نہیں بلکہ اس کا قبلہ تو کعبہ شریف ہے۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں وہ ہر جہت میں نماز پڑھ سکتا ہے وہ اس مرکز میں پہنچ چکا ہے جس کی طرف تمام ممالک کے مسلمانوں کے چہرے اور دل متوجہ ہوتے ہیں یہ دلائل کا مرکز ہے جو تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر جمع کرتا ہے۔ تمام مسلمان صحیح عقائد، اعمالِ صالحہ، مخلوق سے نیکی، دنیا اور آخرت کے لئے جہاد اور بھائی چارہ اور دوستی میں متحد ہوتے ہیں۔ یہ ایک پسندیدہ وحدت پیکرِ اخوت اور قابلِ مثال محبت ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا انسان اس سے پہلے ناواقف تھا۔ گذشتہ لوگ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے۔ میں نے جب کبھی کعبہ شریف کو دیکھا تو اس کے متعلق ٹھوس عقیدہ اور توحید خالص کا خیال کیا۔ اور مشرق و مغرب میں دعا کرنے والے اور شب و روز آہ و بکا اور زاری کرنے والے کی مثال دی۔ یہ دعائیں اور آہ و بکا اس پر واقع ہوتے ہیں اور صبح و شام طواف کرنے والوں کے سانس اور سورج اور چاند کی شعاعوں اور ہوا کے جھونکوں کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں۔ میں نے جب کبھی اس کے گرد طواف کیا تو میں نے اس اسلامی ادارہ کو یونیورسٹی سے تعبیر کیا۔ یہ حق کا مرکز ہے۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔

(عبدالوہاب عزام)

کعبہ شریف کا بقا تا قیامت

آپ غور و فکر کریں گے تو کعبہ شریف کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی واحدانیت کی ایک بہت بڑی دلیل پائیں گے۔ نیز اس کی قدرت، عظمت، قہر اور غلبہ کی دلیل پائیں گے۔ یہ ہزارہا سال سے قائم ہے۔ اور اس وقت سے اس کی عظمت اور حرمت تمام نوعِ بشر میں موجود ہے۔ اور قیامت تک ان کے دلوں میں اس کی عظمت یوں ہی رہے گی۔ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی خبر دی ہے۔ شیخان اور نسائی نے ابوہریرہ رضہ سے بیان کیا ہے کہ کعبہ شریف کو ایک چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی مسمار کرے گا۔

احمد نے ابن عمرو سے اسی کی مثل نکالا ہے اور زیادہ کیا ہے اور اس کا زیور چھین لے گا۔ اور اس کا غلاف اتار دے گا۔ گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں وہ گنجا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ٹیڑھے پاؤں والا ہوگا۔ وہ خانہ کعبہ پر اپنا کدال مارے گا[1]

ازرقی رح نے ابوہریرہ رض سے بیان کیا ہے وہ ابوقتادہ رض سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی رکن اور مقام کے درمیان مبالغہ کرتا ہے۔ اس گھر کو اس کے باشندوں کے سوا کوئی حلال تصور نہیں کرے گا۔ اس وقت عرب کی ہلاکت کے متعلق مت سوال کر۔ حبشی آئیں گے۔ اسے برباد کریں گے۔ اور اس کے بعد پھر کبھی تعمیر نہیں ہوگا۔ اور یہ حبشی لوگ اس کا خزانہ نکال کر لے جائیں گے[2]

یہ بات اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے اسرار میں سے ہے کہ تاریخ میں نہ کسی نے ذکر کیا اور نہ ہی کسی نے سنا کہ پیدائش آدم ؑ سے لے کر آج تک کسی جابر بادشاہ نے دعویٰ کیا ہو کہ کعبہ شریف اور حرم شریف اس کے ہیں یا اس کے آباؤاجداد کی ملکیت ہیں۔ بلکہ مشرکین نے باوجودیکہ اس کے ارد گرد بت رکھے تھے۔ اقرار کرتے تھے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کا طواف کرتے اور تعظیم کرتے تھے۔ یہ کسی کو طاقت نہیں کہ کبھی ایسا گھر تیار کرے۔ اس کی بنیاد آفرینشِ دنیا سے لے کر قیامت تک قائم رہے گی۔ بعض لوگوں نے اس جیسے گھر بنانے کی ناکام کوشش کی۔ ..... ان کا انجام یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نیست و نابود ہو گئے۔ اور ان کی ہلاکت و بربادی ہوئی۔

ابرہہ نے صنعاء یمن میں ایک ایسا گھر تیار کیا تھا جو اپنی نظیر آپ تھا۔ اس کا قلیس تھا جو ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔ اس پر اس نے اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کیا۔

---

[1] بخاری جلد اول ص ۲۱۷

[2] اخبار مکہ جلد اول ص ۲۷۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا ارادہ تھا کہ عرب کے حاجیوں کو بیت اللہ شریف سے ہٹا کر قلیس کی طرف متوجہ کرے۔ لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ چنانچہ عرب کے دو باشندے وہاں پہنچے اور انہوں نے اس میں پاخانہ کر دیا۔ جب ابرہہ کو پتہ چلا تو غصّے سے لال پیلا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں ان کے مکہ شریف والے گھر کو تباہ و برباد کرکے دم لوں گا چنانچہ ایک بڑا لشکر لے کر ہاتھیوں پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور بیت اللہ شریف کو منہدم کرنے کے لئے آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا اور اس پر ایک پرندوں کی فوج بھیجدی جس نے اسے اور اس کی تمام فوج کو آن کی آن میں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔

پھر عباس بن ربیع حارثی نے جس کو امیر المومنین ابو جعفر منصور نے یمن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ قلیس کو مسمار کر دیا۔ اس سے بہت سا مال و دولت ہاتھ آیا۔ ازرقی رحؒ نے اپنی تاریخ میں قلیس اور ابرہہ کے واقعہ کے متعلق بیان کیا ہے مزید معلومات کے لئے اس کی طرف رجوع کیجئے[1]

ہمارے پڑوسی عالم شیخ عبداللہ بن محمد غازی ہندیؒ جو ۵ رشعبان ۱۳۶۵ھ کو مکہ معظمہ میں فوت ہوئے، نے اپنی تاریخ کی کتاب "افادۃ الانام بذکر بلد اللہ الحرام" میں ذکر کیا ہے کہ خالد بن برمک کے کسی بڑے نے ایک گھر تیار کیا تھا جو کعبہ شریف کے مقابلہ میں تیار کیا گیا تھا۔ اور اس کے اردگرد تین سو ساٹھ کمرے بنوائے تھے۔ ان میں اس کے خادم اور محافظ وغیرہ رہتے تھے۔ اس کا ایک متولی تھا جسے برمک کہتے تھے۔ اس کا مطلب ہے مکہ کا حاکم۔ اس کی رعایا اس گھر کا حج اور طواف کرتی تھی۔ نیز قبیلہ غطفان کے ایک شخص ظالم بن اسعد نے خانہ کعبہ کی مثل ایک گھر تیار کیا۔

---

[1] اخبار مکہ جلد اوّل ص ۱۴۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگ اس کا حج کرتے تھے۔ ایک مسلمان زہیر بن خباب کلبی یہ برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے حملہ کیا اور ظالم کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے بنے ہوئے گھر کو ملیا میٹ کر دیا۔ تاریخ غازی سے ملخص ذکر کیا گیا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنا گھر اپنے امن والے شہر مکہ میں بنایا اور خیر و برکت سے نوازا۔ نیز اسے انوار و اسرار سے گھیرا۔ اللہ کی تعریف ہے جس نے ہمیں وہاں کے رہنے والے اور اس کے پڑوسی بنایا۔ اور ہمیں اپنے لطف و کرم اور بخشش سے ڈھانپا۔

مقامِ ابراہیمؑ

یہ ایک عظیم اسلامی نشان ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دور دراز کے زمانہ سے لے کر آج تک حجرِ اسود کی طرح حفاظت کی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی اسلامی نشانی ہے۔ اس کا زمانہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کی دلیل ترمذی کی وہ حدیث ہے جو اس نے اپنی سنن[1] میں عبد بن عمرو بن عاص سے بیان کی ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تحقیق رکن اور مقام ابراہیمؑ جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا۔ اگر ان کا نور نہ مٹ جاتا تو مشرق سے مغرب تک ان کی روشنی ہوتی[2]۔ ترمذی نے کہا یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے موقوف بیان

---

[1] امام ترمذی کی کتاب کا نام جامع ترمذی ہے نہ کہ سنن

[2] اخبار مکہ جلد اول ص ۳۲۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان امّت کو ان دو نشانیوں سے خاص کیا ہے۔ چنانچہ حجرِ اسود کو مبدءِ طواف اور اختتامِ طواف ٹھہرایا ہے اور مقامِ ابراہیمؑ کو جائے نماز قرار دیا۔ غیر اسلامی اُمتوں میں سے کسی اُمت کے پاس ایسے نشانات موجود نہیں جو ہمیشہ قائم رہیں اور زمانہ قدیم سے ان کا وجود باقی ہو۔ ان دونوں عظیم الشان نشانات کی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں قیامت تک مسجد حرام میں محفوظ رہیں گے۔

قرآن کریم میں مقامِ ابراہیمؑ کا ذکر یوں آیا ہے:

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى۔

بیضاویؒ نے واتخذوا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ خطاب اُمّتِ محمدیہؐ کے لئے بطور استحباب ہے اور مقامِ ابراہیمؑ وہ پتھر ہے جس میں ان کے قدم کا نشان ہے یا وہ جگہ ہے جہاں پتھر رکھا ہوا تھا جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ اور بیت اللہ شریف کا دروازہ اُونچا کیا۔ آج اس کی وہی جگہ ہے۔

ابن جبیر[1] اندلسی نے بھی اپنے سفر نامہ میں اس کی صفت بیان کی ہے۔ اس نے ۵۷۸ھ میں حج کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے: یہ قابلِ توقیر و تعظیم مقام جو اس گنبد کے نیچے واقع ہے یہ مقامِ ابراہیم ہے۔ یہ ایک پتھر ہے۔ اس پر چاندی چڑھی ہوئی ہے۔ اس کی بلندی تین بالشت اور اس کی وسعت دو بالشت ہے۔ بالائی حصہ زیریں حصہ سے وسیع ہے۔ اس پر دونوں قدموں اور انگلیوں کے نشانات واضح نظر آ رہے ہیں۔

---

[1] یہ اصل میں ابن جبیر اندلسی ہے کیونکہ ابن جریر طبری نے سفر نامہ نہیں لکھا بلکہ تاریخ طبری لکھی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر لکھتا ہے مقام ابراہیمؑ کے اُوپر ایک سونے کا گنبد بنا ہوا ہے۔ وہ زمزم کی جانب پڑا ہے۔ جب حج کے ایام ہوتے اور لوگوں کا اژدحام ہوتا ہے تو لکڑی کا قبہ اٹھا لیا جاتا ہے اور سونے کا قبہ اوپر نصب کیا جاتا ہے۔

مقام ابراہیم کی صفت

ہمارا اعتقاد تھا کہ مقام ابراہیمؑ جو موجود ہے وہ لکڑی کے صندوق میں بند ہوگا۔ اور ریشمی پردے سے ڈھانپا ہوگا۔ اس پر کچھ لکھا ہوگا۔ ...... کچھ بیل بوٹوں کا کام کیا ہوگا۔ اس کے چاروں اطراف پر لوہے کے جنگلے ہوں گے۔ ان پر سبز رنگ کیا ہوگا۔ وہ ایک بہت بڑا پتھر ہوگا جسے کم از کم پانچ آدمی اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ کعبہ شریف کے دروازہ کے سامنے ہوگا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کا معمولی سا نشان باقی ہوگا۔ جس طرح ریت والی زمین پر چلتے وقت قدموں کے نشانات ہوتے ہیں۔ لیکن جب ۲۷ر شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ کو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو معاملہ ہمارے اعتقادات اور خیالات کے برعکس ثابت ہوا جس طرح کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ اس سے پیشتر کہ میں اپنی کلام شروع کروں بہتر یہ ہے کہ مورخین کی عبارات بیان کروں۔ کیونکہ ان کی عبارات اور میری عبارت ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور راہِ راست کی ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں نہ تو زندگی میں گناہ سے بچنے کی ہمت اور نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی امداد سے سرانجام پا سکتے ہیں۔

علامہ ازرقی رح جو ۲۴۰ھ کے لگ بھگ ہوئے ہیں اپنی بہترین کتاب "اخبار مکہ وما جاء فیہا من الآثار" کی جزء ثانی ص ۲۹ پر مقام ابراہیمؑ کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس کی پیمائش ایک ہاتھ ہے۔ یہ مربع شکل کا ہے اس کا پھیلاؤ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُوپر سے چودہ ضرب چودہ انگشت اور نیچے سے بھی تقریباً اتنا ہی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر سونے کی پٹیاں ہیں۔ ان دونوں پٹیوں کے درمیان جو پتھر ہے وہ نظر آرہا ہے۔ اس پر کوئی سونا نہیں لگا ہوا تمام کناروں سے اس کی لمبائی نو انگشت ہے۔ اور عرض اور طول دس مربع انگشت ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس پر سونا نہیں لگا ہوا تھا۔ جو امیر المومنین متوکل علی اللہ نے لگایا تھا۔ پھر مقام ابراہیم کا عرض تمام اطراف سے اکیس انگشت ہوگیا۔ اس کا وسط مربع ہے۔ دونوں قدموں اور سات انگلیوں کے نشانات پتھر پر موجود ہیں۔ ان دونوں قدموں کا اندرونی حصہ گڑا ہوا ہے۔ اور پتھر پر دونوں قدموں کے درمیان دو انگشت کا فاصلہ ہے۔ اس کا درمیانی حصہ بار بار ہاتھ لگانے سے باریک ہوچکا ہے۔ یہ پتھر ساگوان (چیڑ کا درخت) کی لکڑی کا ایک صندوق بنا ہوا ہے اس پر چھت ہے۔ مقام کے پچھلی جانب چیڑ کی لکڑی لگی ہوئی ہے۔ اس کے دونوں جانب جالیاں ہیں جو صندوق سے نیچے تک لگی ہوئی ہیں۔ اس کو دو قفل لگائے جاتے ہیں" علامہ ازرقی کی کلام جو تاریخ میں مذکور ہے ختم ہوئی۔[1]

ابن جبیر اندلسی نے اپنے سفرنامہ حج ۵۷۸ھ میں لکھا ہے:

"یہ قابلِ احترام پتھر جو اس گنبد کے نیچے واقع ہے مقام ابراہیم ہے۔ اس پتھر پر چاندی کا ملمع کیا ہوا ہے۔ اس کی بلندی تین انگشت اور اس کا پھیلاؤ دو انگشت ہے۔ اس کا بالائی حصہ زیریں حصہ سے

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۳۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کشادہ ہے۔ اس پر دونوں قدموں کے اور انگلیوں کے نشانات واضح ہیں۔"

پھر لکھتا ہے:

"مقام ابراہیمؑ پر ایک سونے کا گنبد بنا ہوا ہے جو زمزم کے گنبد کے پاس رکھا ہوا ہے۔ جب حج کے مہینے آتے ہیں اور لوگوں کا اژدحام ہو جاتا ہے تو لکڑی کا گنبد اٹھا لیا جاتا ہے اور لوہے کا گنبد رکھا جاتا ہے۔ ابن جبیر اندلسی کی کلام ختم ہوئی۔"

تقی فاسی نے "شفاء الغرام" میں قاضی عزالدین بن جماعہ سے بیان کیا ہے:

"اس نے کہا جب ۷۵۳ھ میں میں مکہ شریف میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس وقت مقام ابراہیمؑ کی بلندی کا حساب لگایا گیا تو وہ ⅞ ہاتھ تھی۔ اور مقام ابراہیمؑ کا بالائی حصہ ہر جہت سے ½ ہاتھ تھا۔ دونوں قدموں کی گہرائی چاندی سے اوپر ½ ۷ قیراط تھی۔ قیراط مصر میں پیمائش کا ایک آلہ تھا۔ ابن جماعہ کی کلام ختم ہوئی۔ جس طرح فاسی نے بیان کی۔"

شیخ حسین بن عبداللہ باسلام، جو ہمارے زمانہ میں فوت ہوئے ہیں، نے اپنی کتاب "تاریخ عمارۃ المسجد الحرام" میں ص ۱۵۱ پر لکھا ہے:

"مقام ابراہیم کی صفت اور پیمائش یوں ہے۔ یہ پانی کے پتھروں کی قسم کا ایک نرم پتھر ہے۔ اس کا صندوق پتھر کا نہیں۔ یہ مربع شکل کا ہے اس کی پیمائش طول، عرض اور بلندی ایک ہاتھ ہے۔ یا تقریباً پچاس سنٹی میٹر ہے۔ اس کے درمیان حضرت ابراہیمؑ کے دونوں قدموں کے نشانات موجود ہیں۔ یہ دونوں بیضوی شکل کے مستطیل گڑھے ہیں۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ اپنے ہاتھوں سے کھودا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں آبِ زمزم ڈالا۔ بکثرت ہاتھوں کے مسح سے دونوں قدموں کے نشانات مٹ گئے۔ اور اس کے بدلے دو اور گڑھے کھودے گئے۔ جس طرح اوّل باب میں مذکور روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ میں نے ۱۳۳۲ھ میں بچشم خود مقام ابراہیم کو دیکھا۔ میرے ہمراہ جناب عزت مآب دربانوں کے رئیس شیخ محمد صالح بن احمد بن محمد شیبی تھے۔ اس پر چاندی کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا۔ یہ مربع شکل کا تھا۔ جیسا میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کی رنگت سفید سیاہی زردی مائل تھی۔ میں نے دونوں قدموں کے نشانات دیکھے۔

اب ان دونوں قدموں کے نشانات کے متعلق جو اخبار اور روایات ذکر ہو چکی ہیں۔ ان میں کچھ اضافہ کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ابن جوزی سے بیان کیا ہے:

اس نے کہا حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے .... نشانات مقام ابراہیم پر الباقی کی شکل میں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشانات ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ اہل مکہ اس سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ ابو طالب نے اپنے مشہور قصیدہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

وموطئُ ابراهيم في الصخر رطبة　　　على قدميه غير فاعل

یعنی حضرت ابراہیمؑ کے دونوں پاؤں کے نشانات پتھر پر موجود ہیں۔ آپ کے پاؤں ننگے تھے۔

مؤطا میں ابن وہب سے روایت ہے وہ یونس سے بیان کرتا ہے وہ ابن شہاب سے وہ یونس سے اس نے کہا میں نے مقام ابراہیم کو دیکھا۔ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں کی انگلیاں اور قدموں کا درمیانی حصہ لگا ہوا تھا۔ ہاں البتہ لوگوں کے بار بار ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے وہ مٹنے کے قریب ہو چکا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طبری نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے اس آیت کے متعلق بیان کیا ہے،

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔

"لوگوں کو حکم ہوا تھا کہ اس کے پاس نماز ادا کریں۔ اور ان کو اس کا مسح کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ اس نے بتایا مجھے ایک ایسے آدمی نے بیان کیا۔ جس نے ایڑی کے اور انگلیوں کے نشانات کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔ لوگ اس کا مسح کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پرانا ہو کر مٹ گیا۔ حسین باسلامہ کی تاریخ میں بات ختم ہوئی"

مقام ابراہیمؑ پر غلاف کا رواج مقام ابراہیمؑ پر غلاف کعبہ کا رواج آلِ عثمان کی حکومت کی اختراع ہے۔ ان بادشاہوں کی عادت تھی کہ مقام ابراہیمؑ پر غلاف پہنا تے تھے۔ یہ غلاف سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ اس میں چاندی کی تاروں سے کشیدہ کیا ہوتا تھا۔ اور سونے کا ملمع کیا ہوتا تھا۔ یہ باب کعبہ کے غلاف کی شکل کا تھا۔ یہ غلاف لکڑی کے تابوت پر تھا جو لوہے کے جنگلے کے اندر واقع تھا۔ یہ غلاف، مقام ابراہیمؑ کے پتھر پر ڈالتے تھے۔ عثمانی حکومت کے دور میں خانہ کعبہ کے غلاف، کے ہمراہ ہر سال مصر سے آتا تھا۔ بعض اوقات پانچ پانچ سال تک ایک ہی غلاف رہتا تھا۔ پھر مقام ابراہیمؑ پر غلاف کا رواج ختم ہو گیا جو غلاف مقام ابراہیمؑ پر ہے وہ قدیمی ہے۔ اسے سترہ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے [۱]۔

درحقیقت، مقام ابراہیمؑ پر غلاف ڈالنا جس سے پتھر چھپ جائے، ایک بہت بڑی بدعت ہے۔ یہ کام نہ صحابہ اور تابعین نے کیا اور نہ ہی بعد میں آنے

---

[۱] اب مقام ابراہیمؑ پر کوئی غلاف نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والے لوگوں میں سے کسی نے کیا۔ یہ بدعت عثمانی حکومت کی ایجاد ہے۔ مزید براں اگر اس کے نیچے کوئی قبر ہوتی تو کہتے یہ پہلے کی عادت جاری ہے۔ اگر اس کے نیچے کوئی پوشیدہ چیز ہوتی، یا سورج اور چاند کی روشنی سے مقام کا کچھ نقصان ہوتا تو ہم کہتے کہ اس کو چھپانا ضروری ہے تاکہ بھید کا انکشاف نہ ہو اور روشنی کی وجہ سے مقام ابراہیمؑ کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ لیکن جہاں تک اس مکرم پتھر کا تعلق ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى۔

نیز فرمایا:

فيه آيات بينات مقام ابراهيم۔

اس سے غلاف کا اتارنا لازمی ہے تاکہ مسلمان اس مقدس پتھر کی زیارت کر سکیں۔ جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور تاکہ انہیں معلوم ہو کہ یہ پتھر ہے کوئی اور چیز نہیں۔ مقام ابراہیمؑ کو غلاف سے چھپانا لوگوں کو حقیقت سے مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ اور دلوں میں وسواس پیدا کرتا ہے۔ اور دل اس کی شکل اور ہیئت میں مشغول رہتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر مقام ابراہیمؑ سے غلاف اتار دیا جاتا اور لکڑی کا تابوت جو اس کے اوپر لگا ہوا ہے اسے دور کیا جاتا۔ پھر شیشے کا مضبوط شفاف صندوق بنایا جاتا۔ پھر مقام کے اوپر رکھ کر مضبوطی سے باندھا جاتا تاکہ جب اس میں سیلاب آئے تو حرکت نہ کرے۔ اور اس طریقہ سے مقام ابراہیمؑ لوگوں کے لئے ظاہر نظر آئے۔ نیز لوگوں کے ہاتھوں اور مٹی سے محفوظ ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کام بہت بڑا ہے۔ اس کی تعریف تمام مسلمان کریں گے[1]

---

[1] اب مقام ابراہیم پر موٹے شیشے کی تختیاں جڑی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر لوہے کی جالی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی مستحسن ہے کہ مقصورہ کو چاروں اطراف سے شیشے کی تختیاں لگائی جائیں اور رات کے وقت اس میں بجلی کے بلب روشن کئے جائیں تاکہ اس کا منظر نہایت خوبصورت نظر آئے۔ اور مقصورہ گردو غبار سے محفوظ ہو جائے۔ اور عوام الناس اور جاہل لوگ اس میں کاغذ کے پرزے وغیرہ نہ پھینک سکیں۔

مقام ابراہیمؑ کو مقصورہ میں رکھنے کے فوائد اس میں تین فوائد ہیں۔

۱۔ ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ اور لوگوں کے ہاتھ لگانے کی وجہ سے جو اس میں تغیّر و تبدّل ہو رہا تھا۔ اس سے محفوظ ہو گیا۔ بارش، مٹی اور ہوا کے اثرات سے محفوظ ہو گیا۔ اگر زمانۂ جاہلیت میں اس طرح محفوظ ہوتا تو اس کی کوئی چیز نہ ٹوٹتی اور نہ ہی اس کی اصلاح کی ضرورت پیش آتی۔ جیسا کہ اس کا بیان پہلے صـ۱۲۷ـ پر ہو چکا ہے۔ نیز مقام ابراہیمؑ پر سونے اور چاندی کا پتّرہ نہ ڈالا جاتا۔

۲۔ چوری سے محفوظ ہو گیا۔ اب بددیانت اور بے عقل لوگ اس میں توڑ پھوڑ نہیں کر سکتے۔ جس طرح حجرِ اسود کے ساتھ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ سب سے زیادہ مشہور حادثہ قرامطہ کا ہے جنہوں نے ۳۱۷ھ میں مکّہ معظمہ پر قبضہ کیا اور ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بے شمار حاجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کی لاشیں چاہِ زمزم میں پھینک دیں۔ پھر مقام ابراہیمؑ کو لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔ کعبہ شریف کے دربانوں نے اس کو مکّہ معظمہ سے باہر گھاٹیوں میں چھپا دیا تھا۔ اس سے ان کا غیظ و غضب بڑھ گیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے شہر ہجر میں لے گئے جو بحرین میں واقع تھا۔ پھر ۳۳۹ھ میں انہوں نے حجرِ اسود واپس مکّہ معظمہ بھیجدیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ مطیع اللہ فضل بن مقتدر کے زمانہ کا واقعہ ہے ۔ علامہ ابن ظہیرہ قرشی نے اپنی کتاب "الجامع اللطیف" میں لکھا ہے کہ ایک یہودی یا عیسائی مکہ میں رہتا تھا۔ اس کا نام جریج تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ ایک رات مقامِ ابراہیمؑ گم ہو گیا۔ تلاشِ بسیار کے بعد اس کے پاس پایا گیا۔ وہ اسے شاہِ روم کے پاس بھیجنا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہ پتھر اس سے لے کر اسے قتل کرا دیا گیا۔

۲۔ لوگ بدعت سے محفوظ ہو گئے کیونکہ اس کو ہاتھ سے مسح کرنا یا چومنا بدعت ہے۔ اسی طرح اس کی دہلیز، دروازہ اور جنگلے اور جالیاں وغیرہ کو چومنا بھی ناجائز ہے۔ اس کے کنڈوں میں ہاتھ ڈالنا بھی بدعت ہے۔ دین میں ایسی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ کام صحابہ، تابعین اور صالح علماء میں سے کسی نے نہیں کیا۔ سنت تو یہ ہے کہ مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے۔ اور اس کا مسح یا بوسہ نہ دیا جائے۔ ہاں البتہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا مسح کرنا سنت ہے۔

ازرقی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ عبید بن عمر نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ان دونوں رکنوں پر اژدحام کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بیشک ان دونوں کو ہاتھ لگانے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ نیز ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر طواف میں رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کا مسح کرتے تھے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب رکن کے مقام پر پہنچتے تو کہتے:

اشهد انك حجر لا تضر ولا تنفع وان ربی الله الذی لا اله الا هو ولولا انی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ما رأيت رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسحك و یقبلك ما قبلتك ولا مسحتك ۔

کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو تو ایک پتھر ہے۔ تجھے نفع ونقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ میرا پروردگار تو اللہ تعالیٰ ہے جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی ہاتھ نہ لگاتا اور نہ ہی بوسہ دیتا[1]

ہاں البتہ ان کے مسح اور تقبیل میں یہ شرط ہے کہ کسی کو ایذا دی نہ جائے۔ ازرقی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمر تو طاقتور آدمی ہے۔ تو کمزور کو تکلیف دیتا ہے۔ اس لئے جب خلوت دیکھے تو حجر اسود کو بوسہ دے ورنہ تکبیر کہہ کر گزر جاؤ۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا جو عطاء نے ابن عباسؓ سے سنی کہ آپ نے فرمایا جب تو حجرِ اسود پر اژدحام دیکھے تو کسی کو تکلیف نہ دے اور نہ تجھے تکلیف دی جائے[2]

پس مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے دین کے امور میں بصیرت پر ہو اور سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی کرے جو صراطِ مستقیم پر چلتے رہے۔ تاکہ عوام اور جہلاء کی طرح بدعات کا مرتکب نہ ہو۔ جب کسی کی احسن طریقہ سے راہنمائی کی جائے تو انسان اجر اور ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ نیکی کا راہ بتلانے والا نیکی کرنے والے کی مانند ثواب حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جب نرمی کی جائے تو اس کا اثر بہت ہوتا ہے۔ اور اسے لوگ جلد قبول کرتے

---

[1] اخبار مکہ جلد اول ص ۳۳۰

[2] ایضاً ص ۳۳۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جب سختی کی جائے تو لوگ نفرت کرتے ہیں اور عناد پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے: ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ۔

مقام ابراہیمؑ پر سونے اور چاندی کا پٹہ

سب سے پہلے مقام ابراہیمؑ یعنی اس پتھر پر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا امیرالمومنین محمد مہدی عباسی نے سونے کا پٹہ باندھا۔ یہ ۱۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ جب اسے یہ خبر پہنچی کہ مقام ابراہیم پر ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں پتھر بوسیدہ ہو کر پھٹ نہ جائے۔ تو اس نے ایک ہزار دینار سونا بھیجا جو اس پر مضبوطی سے باندھا گیا۔ پھر ۱۷۹ھ میں ہارون الرشید نے دیکھا کہ پتھر پر جو چاندی مضبوطی کے لئے لگائی تھی وہ کھوکھلی ہو گئی ہے تو اس نے اسے مضبوط کرنے اور اس کی درستی کا حکم دیا۔ چنانچہ کیلوں سے پتھر میں سوراخ کیا گیا اور اس میں چاندی ڈھالی گئی۔ پھر امیرالمومنین متوکل علی اللہ نے حکم دیا کہ اس سونے کے اوپر اور زیادہ خوبصورت سونا لگایا جائے۔ اور مضبوطی سے باندھا جائے۔ یہ ۲۳۶ھ کا واقعہ ہے۔ پھر ایک دفعہ کعبہ شریف کے دربانوں نے مکہ شریف کے گورنر علی بن حسین عباسی سے ذکر کیا کہ پتھر بوسیدہ ہو چکا ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ خبر سن کر اس نے حکم دیا کہ اس کے دو پٹے باندھے جائیں۔ ایک پٹہ چاندی کا اور دوسرا سونے کا ہو۔ یہ محرم ۲۵۶ھ کا واقعہ ہے۔ پھر اس کو دارالامارۃ میں لے گئے اور پارہ ڈال کر اس میں جڑی بوٹیاں ڈالی گئیں۔ اور مضبوطی سے باندھا گیا۔ یہاں تک کہ ساتھ مل گیا۔ اس سے پہلے اس کے سات ٹکڑے تھے۔ پھر بشر نے جو امیرالمومنین معتمد عباسی کا نوکر تھا۔ اپنے ہاتھوں سے مضبوط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ پھر اُلٹا کر کے دو پٹے باندھے گئے اور ان کو ساتھ ملایا گیا اور اس جگہ پر مضبوطی سے نصب کیا گیا۔ یہ سوموار ۸ ربیع الاول ۲۵۶ھ کا واقعہ ہے۔ فاسی نے کہا کہ یہ خلاصہ ہے جو فاکہی نے ذکر کیا۔ صاحب "اتحاف الفضلا الزمن" نے روایت کیا ہے کہ بیشک ابراہیم بیگ نے مقام کو تعمیر کیا اور چاندی و سونا سے دوبارہ اس کی تجدید کی۔ اور چاندی اور پتھر کے درمیان سکہ ڈال دیا۔ جس سے چاندی اور پتھر مضبوط ہو گئے۔ یہ ۱۱۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

آلِ عثمان کے بادشاہوں میں رواج تھا کہ جب خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے تو مقام ابراہیمؑ پر بھی غلاف دیتے تھے یہ غلاف سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ اس میں چاندی کی تاریں سونے سے ملمّع شدہ لگی ہوتی تھیں۔ یہ باب کعبہ کے غلاف کے مشابہ ہوتا تھا۔ یہ غلاف لکڑی کے تابوت پر ڈالتے تھے۔ جو لوہے کے جنگلے کے اندر تھا۔ اور جو مقام ابراہیم پر واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف قرآنی آیات کشیدہ کاری سے لکھی ہوئی تھیں۔

مقام ابراہیمؑ کا مقصورہ

مقام ابراہیمؑ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے اسلام کے زمانہ تک مطاف کی جگہ پر تھا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں تلف ہونے کا شدید خطرہ تھا۔ کیونکہ بارش کا پانی اور سیلاب وہاں بکثرت پہنچتا تھا۔ نیز لوگ اسے بار بار ہاتھ لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک طویل عرصہ گزرنے پر لازمی تھا کہ اس پتھر کی قوت کمزور ہو اور اس کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جائے۔ اور پھٹ جانے اور تلف ہونے کا اندیشہ لاحق ہو۔ چونکہ اسلام نے اس کی فضیلت کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے لوگ اسے ہاتھ سے چھونے اور چومنے کے لئے اژدحام کرنے لگے، حالانکہ ان کو ایسا کرنے کا حکم نہیں تھا۔ جب تک کسی مکان میں محفوظ نہ ہوتا لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے مقصورہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنایا گیا اور اس کے اوپر ایک گنبد بنایا گیا۔ مقام کا پتھر ایک کرسی پر تھا جس پر سکے کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ پھر ۲۴۱ھ میں امیر المومنین محمد مستنصر باللہ نے حکم دیا کہ سکے کی تختیاں اتار کر چاندی کی تختیاں لگائی جائیں۔ جیسا کہ ازرقی نے اخبار مکہ میں بیان کیا ہے۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے لئے تابوت کس نے بنایا۔ ہاں کہتے ہیں۔ ۸۱۰ھ کے لگ بھگ بنایا گیا۔ مقام کے لئے ایسا مقصورہ بنایا گیا جو نہ منتقل ہو سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا۔ اور نہ اس تاریخ سے پہلے مقام ابراہیم کا قبہ تھا ابن جبیر اندلسی نے اپنے سفر نامہ میں بیان کیا ہے یہ سفر انہوں نے ۵۷۸ھ میں کیا تھا۔ مقام کی صفت بیان کرتا ہوا لکھتا ہے:

"مقام ابراہیمؑ کے اوپر ایک گنبد بنایا گیا جو لوہے کا ہے اور اسے چاہ زمزم کے پاس رکھا گیا۔ جب حج کے مہینے آتے ہیں اور لوگوں کا اژدحام ہو جاتا ہے تو لکڑی کا گنبد اتار کر لوہے کا گنبد نصب کیا جاتا ہے۔"

پھر ہم نے مقام کے کسی ستون پر عبارت لکھی ہوئی دیکھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اس کی تجدید ۸۵۸ھ میں ہوئی۔ ابن فہد نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ:

"یہ ۷۲۸ھ کا واقعہ ہے۔ ابن ہلال دولہ نے اس کے سونے کے جنگلے بنائے جو مقام ابراہیمؑ کو چاروں اطراف سے گھیرے ہوئے تھے۔ پھر سن ۹۰۰ھ میں مقام کی چھت اور گنبد کی مرمت کی گئی۔ پھر ۹۱۵ھ میں اس کی تجدید ہوئی۔ اس کی تعمیر کا کام محمد بن عبداللہ رومیؒ نے کیا۔ اس کو ملک اشرف نے حکم دیا تھا۔ پھر اس کی تجدید سلطان سلیمان خاں بن سلطان سلیم خاں نے کروائی جیسا کہ مقام کے اوپر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خانہ کعبہ کے بالمقابل مکتوب ہے۔ یہ سلطان سلیمان وہی ہے جس نے مسجد الحرام کے لئے سنگِ مرمر کا منبر بھیجا تھا۔ جو اب تک موجود ہے۔ پھر اس کی تعمیر ۱۰۱۱ھ میں ہوئی۔ پھر سلطان مراد خاں نے ۱۰۴۹ھ میں اس کی تجدید کی۔ پھر آغا محمد کزلار سلطان محمد بن ابراہیم خاں نے اس کا گنبد سونے کا بنوایا اور اس پر مختلف رنگوں سے نقش و نگار کئے یہ کام ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔ پھر جب مقام ابراہیمؑ میں کچھ خلل واقع ہوا تو محمد بیگ نے ۱۰۹۹ھ میں اس کی تجدید کی۔ پھر ابراہیم بیگ نے تمام مقام ابراہیمؑ کی تعمیر کروائی۔ اور زمین پر سنگِ مرمر لگوائے۔ گنبد کی شکل تبدیل کی اور اس پر سونے کا نقش و نگار کیا۔

نیز مقام کا پتھر مضبوط کیا گیا اور چاندی سے مزید محکم کیا گیا اور حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں کی جگہ کی تجدید کی گئی۔ اس پر سونا اور چاندی لگائے گئے۔ یہ ۱۱۱۲ھ کا واقعہ ہے۔ پھر محمد آفندی معمار نے مقام ابراہیمؑ کے صندوق کو تبدیل کیا۔ اور لکڑی سے بنایا۔ پھر اس کی پہلی تختیوں کو پالش کر کے چمکدار بنایا گیا اور اس کی جگہ لگائی گئیں۔ یہ کام ۱۱۳۰ھ میں ہوا۔ پھر سلطان عبدالعزیز عثمانی نے گنبد کو تقریباً ڈیڑھ ہاتھ اُونچا کر دیا۔ اور مسجد حرام کی مرمت کا حکم دیا۔ یہ ۱۲۷۹ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ کسی نے اس میں کچھ ترمیم، تجدید یا اضافہ کیا ہے۔

تاریخ ازرقی جو ۱۳۵۷ھ کو مطبعہ ماجدیہ مکہ مکرمہ نے طبع کرائی اس کی جزء ثانی میں حاشیے پر لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۲۵ھ میں سعود بن عبدالعزیز نے ساتواں حج کیا۔ ابن بشر نے بیان کیا ہے کہ اس دفعہ سعود نے مقام ابراہیمؑ کے گنبد کو دُور ہٹایا۔ اور پتھر اور دونوں قدموں کے نشانات نظر آرہے تھے۔ اسے اہلِ مکہ اور دیگر لوگوں نے دیکھا اور ہیں نے بھی دیکھا۔ یہ ایک سفید رنگ کا مربع شکل کا پتھر تھا۔ اس کی لمبائی تقریباً ایک ہاتھ تھی اس پر زرد رنگ کی تختیاں لگی ہوئی تھیں مجھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معلوم نہیں کہ وہ سونے کی تھیں یا پیتل کی۔ یہ گول شکل کی بنی ہوئی تھیں اور ان پر مندرجہ ذیل عبارت مرقوم تھی۔

ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین۔ شاکرا لانعمہ اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین۔

دونوں قدموں پر مٹی پڑی ہوئی تھی حالانکہ اس کے ارد گرد کہیں مٹی نظر نہیں آتی تھی اور جالی اور پتھر جس میں دونوں قدم تھے تقریباً چار انگشت کا فاصلہ تھا۔

ہمارے موجودہ زمانہ میں جو چودھویں صدی کا زمانہ ہے۔ مقام ایک لکڑی کے تابوت میں ہے۔ اس پر ایک ریشمی پردہ ہے جس پر قرآنی آیات مکتوب ہیں۔ اور تابوت کے چاروں طرف پیتل کی جالیاں چار ستونوں کے ساتھ نہایت مضبوط اور محکم لگی ہوئی ہیں۔ چھت پر ایک نہایت خوبصورت چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے۔

ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں کہ موجودہ شکل کا مقصورہ کس نے بنایا۔ کیا ابراہیم بیگ کی تعمیرات میں سے ہے؟ جو اس نے ۱۱۱۲ھ میں کیں یا سلطان عبدالعزیز نے جو آلِ عثمان کے سلاطین میں سے تھا۔ اس مقام کا گنبد بلند کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یا اس کے بعد بنایا گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سعود بن عبدالعزیز نے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب ۱۲۲۵ھ میں مقام ابراہیمؑ کے گنبد کو بنایا تو اس نے تمام مقصورہ نہیں گرایا اور سلوہے کے جنگلے اور جالیوں میں بھی کوئی ردّو بدل نہیں کیا۔ اس نے تو صرف گنبد دور کیا اور مقام پر چھت ڈالی اور غلاف اور لکڑی کا تابوت جو پتھر کے اوپر تھا اسے دور کیا۔ واللہ اعلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرح حدیث آبِ زمزم

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ماء زمزم لما شرب له[1]

یعنی زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے وہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔

احمد اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ، دار قطنی اور حاکم نے بھی نکالا ہے۔ منذری اور دمیاطی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور حافظ نے بھی اس کی تحسین کی ہے۔

چاہِ زمزم حرم مکّی میں عہدِ قدیم سے ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ اس کے تقدس کے واقعات مذکور ہیں۔ اس کا تاریخی زمانہ حضرت اسماعیلؑ تک پہنچتا ہے۔ جب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ بیت اللہ شریف کے مقام کے پاس ٹھہریں اور ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو پیاس لگی۔ تو وہ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتی رہیں لیکن پانی کا کہیں سراغ نہ پایا۔ بالآخر حضرت جبریل امین تشریف لائے اور اپنی ایڑی سے زمین کو کریدا ایک روایت میں بحث کے بجائے غمز ہم کا لفظ آیا ہے اور دونوں لفظ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ تو پانی زمین پر بہنے لگا۔ اور یہ واقعہ زمزم کے معرضِ وجود میں آنے کا باعث بنا اگر حضرت ہاجرہ اس کے گرد بند نہ باندھتی تو زمزم ایک ایسا چشمہ ہوتا جو تمام روئے زمین پر بہتا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے۔ فاکہی نے ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمزم کا کنواں چشمہ پھوٹنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے کھودا تھا۔ اس وقت مکہ معظمہ میں لوگ آباد ہونا شروع ہوئے تھے۔ اس سے پہلے وہاں

---

[1] اخبار مکہ جلد دوم ص ۵۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں ٹھہرتا تھا۔ پانی کو دیکھ کر قبیلہ جرہم وہاں آباد ہو گیا۔ لیکن جب وہ مکہ سے جلاوطن ہوئے تو چاہِ زمزم کو بند کر گئے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا زمانہ آیا تو اس نے خواب میں زمزم کی جگہ دیکھی تو اس نے اسے معلوم کرنا چاہا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے اس نے کنواں کھودا جیسا کہ اصحابِ سیر نے بیان کیا ہے۔ بعد ازاں مسلمانوں نے اس کی پوری پوری حفاظت کی کیونکہ اس کے پانی کی فضیلت کے متعلق متعدد احادیث آئی ہیں۔ انہوں نے اس پر ایک مربع شکل کا مکان تعمیر کرایا۔ اس کی دیواروں میں پانی کے لئے ٹونٹیاں لگا دیں جو زمزم کے پانی سے بھری جاتی تھیں۔ اور ایک لوہے کا جنگلہ لگا دیا اور اس کی دیواروں کو عمدہ کتابت سے مزین کیا۔ اس مبارک کنویں کا پانی تمام پانیوں کا سردار ہے۔ اس کی بڑی قدر ہے۔ لوگ اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس کی فضیلت اور فوائد کے متعلق کئی احادیث مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

ماء زمزم لما شرب له "

بیمار اس سے شفا پاتا ہے۔ بھوکا اس سے پیٹ بھرتا ہے اور پیاسا اپنی پیاس دور کرتا ہے۔ اس کے اور بے شمار فوائد ہیں جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر دورِ حاضر تک تجربہ سے معلوم کئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس غرض کے لئے پیا جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ اس کی تفسیر ابن عباس رضؓ کی روایت میں مذکور ہے جو انہوں نے حدیث: ماء زمزم لما شرب له "، کی بیان کی ہے کہ اگر تو شفاء کی نیت سے پئے گا تو شفاء حاصل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔ اگر پیٹ بھرنے کی نیت سے پئے گا تو پیٹ بھر جائے گا اور اگر پیاس بجھانے کی غرض سے پئے گا تو تیری پیاس مٹ جائے گی۔ اسے دار قطنی نے بیان کیا ہے۔

اور اس نے مزید لکھا ہے کہ اگر تو پناہ لینے کی نیت سے پئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے پناہ دیں گے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب زمزم کا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللّٰھم انی اسئلك علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء۔

یا الٰہی میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔"

ابو ذر کی مندرجہ ذیل روایت، جو مرفوع مذکور ہے اس کی تائید کرتی ہے:

زمزم مبارکۃ انھا طعام طعم وشفاء سقم۔

کہ زمزم کا پانی مبارک ہے یہ کھانے والے کو طعام کا کام دیتا ہے اور مریض کو شفا بخشتا ہے۔"

یہ الفاظ صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

جیسا عقل اور طب کے اصولوں سے یہ بعید نہیں کہ اس کا پانی جس غرض سے پیا جائے وہ پوری ہو، اور ثقہ علماء کے تجربہ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ زمزم کا پانی اللہ کے حکم سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور جس غرض سے پیتے ہیں وہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔ اور عقلی طور پر اس کا کوئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافع کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بنایا ہو اور جو انسان طلب کرتا ہے۔ اس کا حصول اس پر مرتب کیا ہو۔ بشرطیکہ خلوص نیت سے ہو اور جب اسے پئے تو اس کی پوری پوری تصدیق کرے۔ جس طرح کہ سید الخلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانی بڑی برکت والا ہے اور خیر کثیر اور نفع کا باعث ہے اس لئے سنت یہ ہے کہ انسان اسے پیٹ بھر کر پئے۔ اور برکت کی اُمید سے پئے۔ اور منافقوں کی عادت کی مخالفت کرے کیونکہ وہ اس کا پانی بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں نفاق اور شک کی بیماری ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اٰیۃ مابیننا و بین المنافقین لا یتضلعون من ماء زمزم (ابن ماجہ

کہ ہمارے مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنے والی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ آبِ زمزم پیٹ بھر کر نہیں پیتے۔"

اس روایت کے مطابق ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ حج بیت اللہ کی توفیق دے وہ اس مبارک پانی کو اتنا پئے کہ پسلیاں تن جائیں اور جب تک مکہ معظمہ میں رہے اس کا پانی بکثرت پئے۔ اور پیتے وقت جسمانی اور قلبی بیماریوں سے شفایاب ہونے علم نافع اور عمل مقبول کی دعا کرے۔ ایسے عمل کی نیت کرے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے۔ اور ایسا آدمی اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق اس پر فضل کرے اور اس کی دعا قبول فرمائے۔ وہ اللہ کے حرم میں اس کا مہمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت کرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے کو اپنے فضل سے اس نعمت سے محروم نہیں کرتا۔

زمانۂ قدیم سے رواج چلا آرہا ہے کہ مسلمان حج کرنے کے بعد گھروں کو واپسی کے وقت اپنے ہمراہ اس مبارک پانی کو لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے مخصوص قسم کے برتن پہلے ہی تیار شدہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بطور تحفہ یہ پانی پیش کرتے ہیں۔ اس کے متعلق اصل روایت وہ ہے جو حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انها كانت تحمل من ماء زمزم وتخبر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحمله

کہ حضرت عائشہ رض زمزم کا پانی ساتھ لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پانی ساتھ لے جایا کرتے تھے"۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی کسی مٹی کے برتن میں ڈال کر اُٹھاتی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ اور مکہ میں ہمیشہ لوگ ایسا ہی کرتے تھے۔ آپ سقوں کو دیکھیں گے کہ صراحیوں میں پانی بھر کر لوگوں کے پاس پھرتے ہیں۔ حرم شریف میں زمزم کا پانی ان کے پاس ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو پانی پلانے کے لئے پھرتے ہیں۔ نیز پانی کی صراحیاں بھر کر حاجیوں کی رہائش گاہوں پر پہنچاتے ہیں تاکہ حجاج چاہ زمزم کے مکان کے اندر اژدحام کی تکلیف سے بچ جائیں۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے جو پانی حاصل کرے۔ اسے پینے میں استعمال کرے۔ گھر میں ذخیرہ کرنے کے لئے حاصل نہ کرے۔ حکومت حجاز کا یہ بہت اچھا کارنامہ ہے۔ اس نے حکم نافذ کیا ہوا ہے کہ وہ برتن جن میں پانی ڈال کر اسلامی ممالک میں بھیجا جاتا ہے ان کو پہلے نہایت صاف ستھرا کریں پھر اس میں پانی بھریں۔

حاجی کو چاہیئے کہ جب چاہ زمزم پر پہنچے اور پانی پیئے تو وہاں کثرت سے دعا کرے۔ کیونکہ یہ ان مقامات میں سے ہے جہاں دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنے رب سے جامع دعا کرے۔ اپنے گناہوں کی معافی کا سوال کرے اور اپنی توبہ کی قبولیت اور بلندئ درجات کی دعا کرے۔ نیز اپنے والدین، رشتہ دار اور اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں دعا کرے۔ کیونکہ ان کے لئے غائبانہ دعا بہت جلد منظور ہوتی ہے۔

جب آپ ایسے مقام پر ہوں کہ جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا۔ اس مقام پر ہمیں بھی یاد رکھیئے۔

تنبیہ:۔ بعض لوگ سفید لٹھا لے کر زمزم کے پانی سے دھوتے ہیں تاکہ موت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے وقت آن کا کفن ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ وہ تو صرف زمزم کا پانی پینے پر اکتفا کرتے تھے۔

توسیعات سعودیہ وغیرہ

(رپورٹ آفس کمیٹی توسیعات سعودیہ)

جب حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو سرزمین مکہ کی ایک وادی میں دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھا۔ اس کے علاوہ اس کے آس پاس کوئی عمارت نہیں تھی لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے پاس گھر بنانے سے ڈرتے تھے۔ انہوں نے اس سے دور گھاٹیوں میں اپنے گھر بنائے ہوئے تھے۔

خانہ کعبہ کے گرد عمارات

کئی صدیوں تک یوں ہی کام چلتا رہا۔ یہاں تک کہ مکہ کی حکومت اور بیت اللہ کی خدمت قصی بن کلاب کو نصیب ہوئی۔ اس نے لوگوں کو اس کے آس پاس عمارتیں بنانے کی اجازت دے دی، تو لوگوں نے اس کے گرد دائرہ کی شکل میں اس کے تمام اطراف میں مکانات تعمیر کئے۔ اور اس کے گرد بہت کم جگہ باقی رہ گئی۔ آجکل یہ جگہ مطاف کے نام سے مشہور ہے۔

ظہورِ اسلام کے بعد بیت اللہ شریف

مسجد حرام ان چھوٹی سی پیمائشوں میں محدود رہی یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے لئے نبی بن کر مبعوث ہوئے۔ اور اسلام پھیل گیا۔ اور اسلام کی آغوش میں آنے والوں کی کثرت ہوئی اور حاجیوں کی تعداد جو مختلف علاقوں سے اسلام کی روشنی سے منور ہوئے، میں اضافہ ہونے لگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اتنی بڑی تعداد میں آنے والوں کا مسجد میں سمانا مشکل ہوگیا۔ اس تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا تھا۔ اس لئے مسجد میں پے در پے کئی مرتبہ اضافہ ہوا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حضرات نے اس میں اضافہ کیا۔

۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضؓ سنہ ۱۷ھ
۲۔ حضرت عثمان بن عفان رضؓ سنہ ۲۶ھ
۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ سنہ ۶۵ھ
۴۔ عبدالملک بن مروان سنہ ۷۵ھ
۵۔ ولید بن عبدالملک سنہ ۹۱ھ
۶۔ ابو جعفر منصور عباسی سنہ ۱۳۷ھ
۷۔ محمد مہدی عباسی سنہ ۱۶۴ھ
۸۔ معتمد باللہ عباسی سنہ ۲۷۱ھ
۹۔ معتضد باللہ عباسی سنہ ۲۸۴ھ
۱۰۔ مقتدر باللہ عباسی سنہ ۳۰۶ھ
۱۱۔ ناصر زین الدین ابی سعادات فرح برقوق بن قانسوۃ جرکسی سنہ ۸۰۷ھ
۱۲۔ سلطان قائتبائی سنہ ۸۸۲ھ
۱۳۔ سلطان سلیمان خاں سنہ ۹۷۲ھ
۱۴۔ سلطان سلیم خاں سنہ ۹۸۰ھ
۱۵۔ سلطان مراد خاں سنہ ۹۸۴ھ

اس نے اپنے باپ سلطان سلیم خاں کی شروع کردہ عمارت کی تکمیل کی تھی۔

ان میں سب سے بڑا اضافہ محمد مہدی عباسی کے دور میں ہوا۔ پھر جب سعودی حکومت کا دور آیا تو انہوں نے بیت اللہ شریف اور حرم شریف میں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدر توسیع کی اور خرچ کیا کہ ایک اعلیٰ مثال قائم کردی۔ یہ اس کا اچھا عمل ہمیشہ باقی رہے گا۔

مسجد حرام کی پیمائش تو اسی حد پر رہی جہاں پر سلطان مراد خاں نے ۹۸۴ھ میں کی لیکن اس کی ارد گرد کی عمارت نہیں رکی بلکہ آہستہ آہستہ بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ تمام اطراف سے مکانات سے جا ملی۔ اور راستے تنگ ہو کر گلیوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ اور حرم شریف میں جانے والے اور اُس سے واپس آنے والے گزرتے وقت اس سے تکلیف محسوس کرنے لگے اور خاص طور پر حج کے ایام میں تو ان کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔

سعی کرنے کا قدیمی میدان

یہی حال سعی کے میدان کا تھا۔ اس کے اور مسجد حرام کے درمیان خاص خاص عمارتیں واقع تھیں۔ اور عرصۂ طویل سے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ دکانیں واقع تھیں۔ اور اس میں مختلف قسم کا سامان ہوتا تھا۔ ان دکانوں کے اُوپر کئی منزلہ مکانات تھے۔ سامان فروخت کرنے والے اس میں گھومتے پھرتے تھے اور اپنا سامان ان کے سامنے فروخت کے لئے پیش کرتے تھے۔ اب عبادت گاہ بازار بن چکا تھا۔ عبادت کرنے والے اور بیع و شرا کرنے والے اکٹھے ہونے کی وجہ سے سخت اژدحام ہو جاتا تھا۔ اور سعی کا کام بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ اب بڑے احتیاط سے سعی کرتے تھے۔ کیونکہ تصادم اور اژدحام اور سامان میں پھسل کر گر پڑنے کا سخت اندیشہ تھا۔

مسجد حرام ایک طویل زمانہ تک اسی حالت میں رہی۔ کسی مسلمان بادشاہ یا امیر نے اس کی توسیع اور تجدید کے متعلق غور و فکر نہیں کیا۔ حالانکہ انہوں نے اس کی تنگی اور تکلیف کا خود مشاہدہ کیا۔ موسم حج کے ماسوا اہل مکہ اور وہاں ٹھہرنے والے جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر تکلیف محسوس کرتے تھے۔ تو حج کے ایام میں جب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجاج کرام آتے ہیں تو پھر طواف اور نماز میں ان کے اژدحام کا کیا حال ہو گا۔ اکثر لوگ ان ایام میں مجبور ہو کر حرم شریف کے ارد گرد گلی کوچوں میں دھوپ میں نماز ادا کرتے تھے۔

جب سعودی حکومت کا زمانہ آیا تو ملک عبدالعزیزؒ نے حرم مدنی کی توسیع کا حکم دیا۔ اس کی تکمیل کے بعد حرم مکی کی طرف توجہ کی یہ ۱۳۷۵ھ کی بات ہے۔ پھر انجینئروں کی ایک مجلس منعقد ہوئی اس نے اس کام کو جاری کرنے کے لئے مختلف نقشے بنائے۔ اور اس کی توسیع کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ راستہ جو میدان سعی کو قطع کرتا ہے اور حرم کے سامنے سے گزرتا ہے اسے نئی عمارت میں داخل کیا جائے اور اس راستے کو توسیع کی حدود سے باہر صحن کے پیچھے سے بنایا جائے۔

چونکہ یہ راستہ سیلاب کی گزرگاہ اور حرم شریف کے دروازے سے حرم شریف میں داخل ہوتا تھا۔ اس لئے اس سے بچاؤ کے لئے ایک اور گزرگاہ بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ جو توسیع کی حدود سے باہر ہو اور سیلاب کا رخ اس کی طرف ہو۔ چنانچہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ کو توسیع کے کام اور راستہ تبدیل کرنے اور سیلاب کی ایک نئی گزرگاہ بنانے کا کام ایک ہی وقت میں شروع کیا گیا۔ سب سے پہلے متصل مکانات کو گرایا گیا۔ پھر بیرونی دیوار کی بنیادیں کھودی گئیں تاکہ بہت بڑی توسیع کی جائے۔ یہ دیوار سعی کے میدان میں تھی۔ اور اجیاد کے علاقہ میں جو باب ام ہانی کے بالمقابل واقع تھی۔

۲۳ شعبان ۱۳۷۵ھ کو سعودی حکومت نے عمارت کی توسیع کا سنگ بنیاد رکھا اور اس موقعہ پر اسلامی ممالک کے بے شمار مندوبین، سیاسی اور اسلامی لیڈر اور حکومت کے خاص خاص لوگ اور بڑے بڑے علماء شریک ہوئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میدانِ سعی کی تفصیل

میدان سعی کا طول صفا سے مروہ تک اندرونی حصہ پر ۳۹۴ میٹر، عرض ۲۰ میٹر اور پہلی منزل کی بلندی ۱۲ میٹر ہے۔ اور دوسری منزل جو مسجد کے تابع ہے اس کی بلندی ۹ میٹر ہے۔ جدید میدان سعی کے آٹھ دروازے ہیں جو مشرقی جانب کے راستے پر واقع ہیں۔ لیکن چھوٹی گزرگاہیں جو میدان سعی کے ستونوں کے درمیان واقع ہیں۔ اور سائبان جو شارع عام پر ہے۔ ان کے اُوپر لوہے کے مضبوط جنگلے لگائے گئے ہیں۔ ان کی تعداد ۴۷ ہے۔

صفا کے اُوپر چھت گنبد نما بنائی گئی ہے۔ اس کے پاس ایک مینار بنایا گیا ہے جس کا طول سطح زمین سے ۹۲ میٹر اور عرض بنیاد سے ۷×۷ میٹر ہے۔ مسجد کے سات نئے مینار ہیں۔ اور تمام اُونچے ہیں۔ ایک بابِ صفا پر، دو بابِ ملک عبدالعزیز پر، اور دو بابِ عمرہ پر، اور باقی باب السلام کبیر پر ہیں۔ یہ تینوں دروازے سب سے بڑے ہیں۔ نئی توسیع کے مطابق اب چھوٹے اور بڑے کل ۵۱ دروازے ہیں۔ ہر بڑے دروازے کے دونوں جانب حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانے کے لئے سبیلیں ہیں۔ ان کی غرض و غایت یہ ہے کہ حج کے موسم میں چاہِ زمزم پر اژدحام نہ ہو۔ نئی توسیع دو منزلوں تک پہنچ چکی ہے۔ حج کے موسم میں حاجی یہاں نماز پڑھتے ہیں اور اسی طرح اُوپر کی سطح میں بھی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اب اس میں ۵ ہزار سے لے کر ۶ ہزار تک نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد حرام کی تمام دیواریں سنگِ مرمر اور مصنوعی پتھر کی بنائی گئی ہیں۔ اس میں بیل بوٹے کا کام کیا ہوا ہے۔ اور حکومت کو اس بات پر فخر ہے کہ تمام سنگِ مرمر اور دیگر پتھر خود ان کے ملک کے ہیں۔ مکہ معظمہ کے نزدیک حکومت نے بعض پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مخصوص روشنی اور اوزاروں سے ان کو سیدھا کیا اور دیگر خوبصورت پتھروں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی شکل میں بنایا ہے۔ اسی طرح مصنوعی پتھر جن میں عجیب وغریب نقش ونگار ہیں جو عربی طرز کے ہیں وہ بھی اسی ملک کے ہیں۔ ان پتھروں کو صاف کرنے اور خاص طرز پر بنانے کے لئے جدّہ میں کارخانہ ہے۔ وہاں سے پتھروں کو ٹرکوں کے ذریعے مکہ مکرمہ لے جاتے ہیں۔

مسجد کی سابقہ عمارت کو قائم رکھا گیا ہے۔ اسے آثارِ قدیمہ میں شمار کیا گیا۔ جناب جلالۃ الملک فیصلؒ شہید کی توجہ اور کوشش سے نئی اور پرانی عمارات کو تمام اطراف سے ملا دیا گیا ہے۔

حرم شریف کی پیمائش اس توسیع کے بعد ۱۹۰۰۰۰ مربع میٹر تک پہنچ گئی ہے۔ زمانہ ماضی میں اس کی پیمائش ۲۹۱۲۷ مربع میٹر تھی۔ اور عنقریب اس کا خرچ ۸۰۰ ملین ریال تک پہنچ جائے گا۔ اب تک ۶۰۰ ملین ریال خرچ ہو چکے ہیں۔ اس کا خرچ سعودی حکومت نے اپنے خزانہ سے برداشت کیا ہے۔ کسی اسلامی حکومت کو اس کام میں شریک نہیں کیا۔

مطاف خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے کی جگہ حاجیوں سے تنگ ہو جاتی تھی خصوصاً مقامِ ابراہیمؑ اور چاہِ زمزم میں بہت دقّت ہوتی تھی۔ چنانچہ مطاف کو وسیع کرنے کی غرض سے چاہِ زمزم کی عمارت منہدم کر دی گئی تاکہ مشرقی جانب سے کعبہ شریف نظر آئے۔ اور چاہِ زمزم کی عمارت زمین کے نیچے بنائی گئی جہاں حاجی لوگ سیڑھی کے ذریعے پہنچتے ہیں۔

مقامِ ابراہیمؑ جلالۃ الملک فیصلؒ شہید نے مقامِ ابراہیمؑ سے سابقہ سرپوش اتار کر بلور کا صندوق بنوایا۔ اس پر لوہے کا مضبوط تالا لگوایا۔ اس کو خوبصورت بنایا۔ نیز اس کا حجم چھوٹا کر دیا تاکہ مطاف میں توسیع ہو جائے اور حاجی لوگ اس کو بغور آنکھوں سے دیکھ سکیں جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر کعبہ شریف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی دیواروں کو تعمیر کیا تھا۔ اور اس پر جو قدموں کے نشانات ہیں وہ بھی دیکھ لیں۔ کیونکہ بعض حجاج کو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید حضرت ابراہیمؑ یہاں مدفون ہوں گے۔

ماہِ رجب ۱۳۸۷ھ میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ بلوری صندوق جو صاف شیشے کا بنایا گیا ہے وہ مقامِ ابراہیمؑ پر لگایا جائے۔ اور قابلِ صد احترام جناب شاہ فیصلؒ شہید نے اس صندوق کا پردہ دُور کیا۔ اس وقت اسلامی ممالک کے مندوبین حکومت کے بڑے بڑے آدمی اور دینی اور مذہبی راہنما وغیرہ کافی تعداد میں وہاں جمع تھے۔ منبر کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا کر مشرقی جانب کیا گیا۔ اب مطاف وسیع ہو گیا ہے اور طواف کرنے والے اس میں آسانی سے سما سکتے ہیں۔

حرم شریف کے گرد میدان

اس بڑی توسیع اور مختلف ممالک سے حاجیوں کے موٹروں اور بسوں پر آمد کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت نے کھلے میدان بنانا ضروری خیال کیا تاکہ وہاں پر ایسے وقت میں موٹریں کھڑی کی جائیں۔ جب حاجی مناسک حج کی ادائیگی میں مصروف ہوں۔ چنانچہ اس غرض وغایت کو مدِنظر رکھتے ہوئے حکومت نے حرم شریف کے گرد میدان بنا دیئے۔ نیز حکومت حرم شریف کے گرد اور میدان بنانے کی خواہاں ہے۔ جس میں موٹروں کی ایک بہت بڑی تعداد سما سکے۔ اور حرم شریف کے راستوں پر نئے طریقے سے روشنی کرنے کا انتظام کرنا چاہتی ہے۔

نیز ان میدانوں میں بسوں کے کھڑے ہونے کی وجہ سے حاجیوں کو جب نماز کے لئے اور مناسک حج کی ادائیگی کے لئے آتے ہیں تو خطرہ رہتا ہے کہ کہیں کسی موٹر سے حادثہ نہ ہو جائے۔ اس لئے حکومت نے حاجیوں کے گزرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے زمین دوز راستہ بنانے کا پروگرام بنایا ہے تاکہ ہر حاجی اپنے مکان پر امن سے جائے اور راستہ میں موٹروں اور بسوں کے تصادم سے بچ جائے۔ یہ زمین دوز راستے چھ ہیں جو حکومت بنانے کی خواہاں ہے۔

وضو کے لئے ٹونٹیاں

اس کے علاوہ وضو کے لئے ٹونٹیاں بنائی گئیں۔ کچھ زمین کی سطح سے اُوپر اور کچھ نیچے ہیں۔ یہ حاجیوں کے وضو اور غسل کے لئے بنائی گئی ہیں۔

وادی ابراہیمؑ کی جانب سے سیلاب اور بارشوں کے پانی حرم شریف میں داخل ہوتے تھے۔ اس لئے ان سیلابوں کی روک تھام کے لئے احتیاط ضروری تھی۔ چنانچہ سیلاب گزرنے کے لئے سرنگ بنائی گئی جو میدانِ سعی کے نیچے سے شروع ہوتی ہے جو دارِ ارقم کے پاس ہے۔ اور حرم شریف کے نیچے سے گزرتی ہے۔ پھر ملک عبدالعزیز کے میدان سے گزر کر مسفلہ میں پہنچ جاتی ہے۔

اس سرنگ کا طول ۲ کیلومیٹر اور عرض ۴ تا ۶ میٹر ہے۔ ایک اور سرنگ حرم کی عمارت کے نیچے بنائی گئی۔ یہ باب السلام سے شروع ہوتی ہے اور میدان بابِ ملک میں جا کر بڑی سرنگ سے جا ملتی ہے۔

اذان کہنے کے مقامات

بابِ ملک پر ۲، باب عمرہ پر ۲، باب السلام پر ۲، صفا پر ایک، کل تعداد سات۔ زمانۂ ماضی میں حرم مکی کے دروازوں کی تعداد۔

علاقۂ اجیاد میں ۵

بابِ ملک میں ۳

باب عمرہ میں ۳

باب ملک اور عمرہ کے درمیان ۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب عمرہ اور باب اسلام کے درمیان	۶
باب اسلام کبیر میں	۳
باب اسلام صغیر میں	۱
سعی کے میدان میں قشاشیہ کی جانب	۱۰
سعی کے میدان میں باب اسلام کی طرف	۴

اس طرح حرم کے تمام دروازوں کی تعداد

زمانہ ماضی کے	۹
دورِ حاضر کے	۴۱
کل تعداد	۵۰

نوٹ :۔ مصنف نے مندرجہ ذیل عنوانات کا ذکر نہیں کیا۔ بیت اللہ کا محل وقوع، میزابِ رحمت، اندرونِ بیت اللہ، بیت اللہ شریف کے دیگر نام معہ وجہ تسمیہ، قفل و کلید کعبہ، حج، اور بیت اللہ شریف میں بتوں کی آمد، نیز حجرِ اسود کی تقبیل پر اعتراضات اور اُن کے جوابات وغیرہ۔

ان عنوانات سے واقفیت حاصل کرنے اور دیگر معلومات کے لئے میری کتاب "تاریخ بیت اللہ" کا مطالعہ کیجئے۔ (الفلاح۔ بی۔ اے)

مسجد حرام کے فضائل و خصوصیات

(از جناب سید علوی مالکی رح)

اوّل :۔ بیشک روئے زمین پر یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں واضح نص ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ۔

دوم :۔ کعبہ شریف کو ہر سال حج کے ذریعے آباد کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ کیونکہ عام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں جو حج کی ترغیب اور فضیلت، اور اس کی رغبت کے متعلق آئی ہیں وہ یہی ثابت کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:۔ العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ وقال عمرتنی وحج تسنی ینفین الفقر ومیتۃ السوء۔ (نسائی جلد۲ ص۳)

یعنی ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی وقت کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے۔ نیز فرمایا لگاتار عمرے اور حج فقر کو دور کرتے ہیں اور بری موت سے بچاتے ہیں۔

سوم:۔ پانچ اوقات میں نماز پڑھنا حرام ہے۔

۱۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔ یہاں تک کہ ایک نیزہ کے برابر اونچا نہ آجائے۔

۲۔ جب خطِ استوا پر پہنچے یہاں تک کہ زوال ہو جائے۔

۳۔ جب سورج زرد ہو جائے غروبِ شمس تک

۴۔ صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک

۵۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک

کیونکہ صحیحین میں ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حرم مکی اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ سنن اربعہ میں حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا بنی عبد مناف لا تمنعوا احدا طاف بھذا البیت وصلی ایۃ ساعۃ شاء من لیل او نھار۔

اے بنی عبد مناف کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے رات وقت میں کسی بھی ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط کے مطابق ہے ایک روایت میں آیا ہے۔

لا صلوٰۃ بعد الصبح الا بمکۃ۔

صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز جائز نہیں ہاں البتہ مکہ معظمہ میں جائز ہے۔

اور اس سے مراد حرم شریف ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قضا کی زیادتی ان مقامات میں جائز ہے۔ وہاں پر مقیم آدمی اگر زیادہ نمازیں پڑھے تو اسے کوئی ممانعت نہیں۔ احمد نے طواف کی دو رکعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات آثار کے بہت مشابہ ہے۔ مالک، ابو حنیفہ رح نے کہا ہے کہ ممانعت کے حکم میں مکہ معظمہ اور دیگر مقامات، ایک جیسے ہیں۔ کیونکہ منع کی احادیث دیگر احادیث پر مقدم ہیں۔

چہارم :۔ طواف بیت اللہ کا سلام ہے۔ حدیث سابق کی بنا پر ان اوقات میں یہ بھی جائز ہے۔ امام شافعی رح اور امام احمد رح کا یہی قول ہے۔ امام مالک رح نے کہا ہے کہ طواف کی دو رکعت، کا وقت، جواز تک تاخیر کرے۔ امام ابو حنیفہ رح نے منع کیا ہے۔ باقی مساجد کا تحیہ نماز ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے طواف کرتے تھے۔[۱]

علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو اور امام صلوٰۃ مکتوبہ میں مشغول ہو تو اس وقت مسجد کا تحیہ یعنی دو رکعت اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ مقصد یہ ہے کہ مسجد میں لہو لعب کی حالت میں داخل نہ ہو۔

پنجم :۔ مکہ میں داخلہ کے لئے غسل مستحب ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے آداب میں غسل کرنا بھی شامل ہے۔

---

[۱] بخاری جلد اول ص ۲۱۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جب مکہ معظمہ آتے تو رات ذی طویٰ میں قیام کرتے ۔ پھر صبح کو غسل کرنے کے بعد دن کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوتے [۱] ۔ اور بیان کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے ۔

اس معاملہ میں محرم اور حلال کا ایک ہی حکم ہے ۔ جو بھی مکہ معظمہ میں داخل ہو اسے غسل کرنا مستحب ہے ۔ امام شافعیؒ نے اس مسئلہ کی اپنی کتاب "الام" میں وضاحت کی ہے ۔

ششم :۔ مسجد حرام کی ایک نماز باقی مسجدوں میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

صلوٰۃ فی مسجدی افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام [۳]

میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا مسجد رسول میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس پر متعدد حدیثیں دلالت کرتی ہیں ۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

صلوٰۃ فی مسجدی ھٰذا افضل من الف صلوٰۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلوٰۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلوٰۃ

---

[۱] بخاری جلد ۱ ص ۲۱۴

[۲] ابن ماجہ ص ۲۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میری مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کی نماز سے ہزار گنا افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد سے سو گنا افضل ہے۔ اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔ نیز اسے احمد، بزار اور ابن حبان نے بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے "تمہید" میں اسے صحیح کہا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح بیان کرتے ہیں:

صلوٰۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف فیما سواہ[1]

ابو بکر کہتے ہیں کہ اس روایت کے مطابق کہ مسجد حرام کی ایک نماز لاکھ نماز سے افضل ہے۔ میں نے حساب لگایا تو ایک نماز پچپن ۵۵ سال چھ ۶ ماہ اور بیس ۲۰ دن راتوں کی نماز کے برابر ہوئی۔ اور ایک دن اور رات کی پانچوں نمازوں کا حساب لگایا گیا تو دو سو ستتر ۲۷۷ سال نو ۹ ماہ دس ۱۰ دن راتوں کے برابر ہوئیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

ہفتم: ثواب زیادہ ہونا یہ نماز پر ہی منحصر نہیں بلکہ تمام عبادات کا یہی حال ہے کیونکہ نماز اور کعبہ شریف کی زیارت کے ثواب کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ باقی اعمالِ صالحہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائے۔

حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک روزہ لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم صدقہ کرنا لاکھ درہم صدقہ کرنے کے برابر ہے بلکہ ہر نیکی کا لاکھ گنا ثواب ملتا ہے۔

---

[1] ابن ماجہ ص ۱۰۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ماہ رمضان المبارک مکہ معظمہ میں گزارا۔ اس کے روزے رکھے اور حسبِ استطاعت قیام کیا تو اسے باقی جگہوں پر رمضان کے مقابلہ میں لاکھ رمضان کا ثواب ہوگا۔ اس کا ہر دن اور شب نیکیوں میں شمار ہوں گے اور اسے ہر دن رات میں ایک گردن آزاد کرانے کا ثواب ملے گا۔ نیز دو گھوڑوں کے بوجھ کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب ہوگا۔[1]

بزار نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے مرفوع بیان کیا ہے:

رمضان بمکۃ افضل من الف رمضان بغیر مکۃ۔

مکہ معظمہ میں ایک رمضان المبارک گزارنا دیگر مقامات کے ایک ہزار رمضان سے بہتر ہے۔

ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں کہا ہے اسے بزار نے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک راوی عاصم بن عمر ہے جس کو امام احمدؒ اور دیگر ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابن عباسؓ کی مرفوع روایت میں مذکور ہے کہ حرم کی نیکیاں ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے اس حدیث کو بیہقیؒ نے بھی بیان کیا ہے۔

ہشتم :۔ علماء کا ایک گروہ اس نظریہ کا حامی ہے کہ جس طرح وہاں پر نیکیوں کا ثواب بڑھتا ہے۔ اسی طرح برائی کرنے پر گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مجاہد، ابن عباس اور ابن مسعود کا یہی نظریہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے عمومی دلائل کو مدِنظر

---

[1] اخبار مکہ جلد ۲ ص ۳۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھا۔ اُنہوں نے تضعیف گناہ کا فتویٰ نہیں دیا۔ ان کی دلیل یہ فرمانِ ایزدی ہے:

من جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا (الانعام)

جو بُرائی کرے گا اسے اس کی مثل سزا دی جائے گی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من ھم بسیئۃ فلم یعملھا لم یکتب علیہ شیٔ فان عملھا کتبت علیہ سیئۃ واحدۃ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۶)

جو شخص بُرائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن فعلی طور پر وہ کام نہیں کرتا تو اسے اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر وہ فعلی طور پر اس فعلِ بد کو کر گزرتا ہے تو اس کی ایک بُرائی لکھی جاتی ہے۔

بعض متاخرین نے یہ نزاع بیان کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ تضعیف بلحاظ کیفیّت کے ہوگی۔ لیکن کمیّت کے لحاظ سے ایک ہی برائی ہوگی اور کہا ہے بُرائیوں کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ جو آدمی بادشاہ کے سامنے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ اس شخص کے مانند نہیں جو کہیں دُور دراز مقام پر جا کر اس کی حکم عدولی کرتا ہے۔

تمام نظریات کے مطابق حرم کی تعظیم اور خوفِ خدا ضروری ہے۔ ایسے مقامات جہاں پر اجر کئی گنا ملتا ہے۔ وہاں پر بُرائی کا ارتکاب کرنے سے ڈرنا چاہیئے۔

نہم:۔ یہاں پر بُرائی کے ارادہ پر بھی سزا ملتی ہے خواہ بُرائی نہ کی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی حرم شریف میں کسی کو مارنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب کرے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم (الحج)

جو آدمی اس میں الحاد اور ظلم کی نیت کا ارادہ کرتا ہے تو ہم اسے دردناک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عذاب کریں گے۔

ابن مسعودرضؓ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے ماسوا ایسا کوئی شہر نہیں جس میں گناہ کے ارادہ پر بھی مواخذہ ہو۔ پھر یہ آیت پڑھی:

ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم

اس آیت کے مطابق مکہ معظمہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ برائی کا ارادہ کرنے سے مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ بُرائی کرنے پر مواخذہ ہوتا ہے۔

دہم : حرم شریف میں شکار کرنا حرام ہے۔ خواہ محرم یا حلال ہو کسی صورت میں بھی جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ولا ینفر صیدھا (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۸)

یعنی شکار کو وہاں سے بھگایا نہ جائے۔

جب بھگانے کی ممانعت ہے تو ہلاکت اور آتلاف کی بالاولیٰ ممانعت ثابت ہو گئی اور اس کا تاوان پڑے گا۔

لیکن موذی اشیاء جیسے چھپکلی، سانپ، بچھو اور ان کے مانند دیگر زہریلی اور موذی اشیاء کو وہاں پر مارنا جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے کی اجازت فرمائی ہے۔ (صحیحین بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

گیارہویں : حرم شریف میں درخت اور گھاس کاٹنا منع ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ محرم اور حلال دونوں کے لئے ممانعت ہے۔ ہاں البتہ اذخر (ایک خوشبودار گھاس) کا ٹنے کی اجازت فرمائی۔

امام مالکؒ کے نزدیک حرمین کے درخت کاٹنے میں کوئی تاوان نہیں پڑتا۔ ہاں البتہ جس نے یہ کام کیا اس نے برا کیا۔ اور کہتے ہیں کہ مجھے ایسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی حدیث نہیں ملی جس سے تاوان ثابت ہو۔ لیکن امام شافعی رح نے بڑے درخت میں گائے اور چھوٹے درخت میں بکری کا تاوان لازم قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رح نے تاوان میں قیمت کو واجب قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ گھاس اور درخت کے متعلق ہے جو خود بخود اُگتے ہیں۔ جن چیزوں کو لوگ اُگاتے ہیں جیسے کھیتی اور سبزیاں وغیرہ تو وہ اس میں شامل نہیں۔

بارہویں:۔ قربانی حرم شریف میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ اگر حرم شریف سے باہر قربانی کی جائے تو جائز نہیں۔ اس طرح وہ قربانیاں جو حرم شریف کے لئے لائی جائیں۔ ان کا حرم شریف میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ تمتع اور قران کی قربانیوں کا بھی یہی حکم ہے۔

حاجی کے لئے سب سے افضل جگہ قربانی کے لئے حرم شریف میں منیٰ ہے۔ اور عمرہ کرنے کے لئے مروہ ہے اور تمام حرم میں جہاں چاہو قربانی کرنا جائز ہے۔

تیرہویں:۔ جو آدمی حرم شریف کا قصد کرے وہ قربانی ساتھ لے کر داخل ہو۔ کیونکہ یہ حرم شریف کی تعظیم میں شامل ہے۔ ہاں البتہ جو بار بار اس میں داخل ہو جیسے لکڑیاں لانے والا وغیرہ تو ایسا شخص اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا۔ اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایک آدمی جسے رہزن باغی اور ظالم وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں اور ایسا پُرامن ہونے کے باوجود بغیر احرام باندھے حرم میں داخل ہوتا ہے تو راجح مذہب یہی ہے کہ اسے ایسا کرنا جائز ہے اور احرام باندھنا لازمی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکّہ کے دن شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھی[1] اگر آپ محرم ہوتے تو سر پہ خود نہ پہنتے۔

---

[1] نسائی جلد ۲ ص ۲۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چودہویں :- مکہ معظمہ کے باشندہ پر قربانی لازمی نہیں ہے خواہ وہ متمتع ہو یا اس نے قران کا احرام باندھا ہو۔ کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے:

ذالك لمن يكن اهله حاضرى المسجد الحرام۔ (البقرہ)

یعنی قربانی دینا اس کے لئے لازمی ہے جو مکہ معظمہ میں رہنے والا نہ ہو۔ حاضرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ معظمہ سے دو منزل سے کم مسافت پر رہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد جو حرم شریف کے دو منزل کے اندر رہوں۔ لیکن پہلی بات صحیح تر ہے۔

پندرہویں :- کافر کے لئے حرم مکہ میں داخل ہونا منع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يا ايها الذين امنوا انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔ (التوبہ)

اے ایمان والو! مشرک ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد مسجد حرام میں ان کا داخلہ بند ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کیا ہے کہ:

لا يجتمع مسلم وكافر فى الحرم۔

یعنی مسلمان اور کافر حرم میں اکٹھے نہ ہوں۔

بندۂ ہیچمدان

سیف الرحمٰن غفرلہ الرحمٰن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدراک

مسودہ تاریخ الحرمین شریفین کی کتابت کے موقعہ پر بعض عبارات رہ گئی ہیں اور کچھ احادیث اور دیگر عربی عبارات کا ترجمہ رہ گیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حرم مدنی

صفحہ نمبر ۱۲۔ سطر نمبر ۱۶ حاشیہ کی حدیث۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم مدینہ منورہ ہے جو بارہ ضرب بارہ میل ہے۔

صفحہ نمبر ۲۲۔ سطر نمبر ۱۸ پر حاشیہ۔ اب تو اللہ کے فضل وکرم سے مدینہ طیبہ میں قرآنِ پاک حفظ کرانے کے لئے کئی مدارس موجود ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۳۔ سطر نمبر ۹ حدیث کا ترجمہ۔ تین مساجد کے سوا کسی مسجد کا سفر کرنا جائز نہیں۔ وہ مساجد یہ ہیں۔ ۱۔ مسجد الحرام۔ ۲۔ میری مسجد (مسجد نبوی)۔ ۳۔ مسجدِ اقصیٰ۔

صفحہ نمبر ۲۳ سطر نمبر ۱۱۔ صرف تین مساجد کی زیارت کے لئے سفر جائز ہے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ خانہ کعبہ۔ ۲۔ میری مسجد۔ ۳۔ مسجد اقصیٰ

صفحہ نمبر ۲۳ سطر نمبر ۱۶۔ تین مساجد کے ماسوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں۔

صفحہ نمبر ۲۴ سطر نمبر ۲ حدیث کا ترجمہ۔ سب سے بہتر مقامات جن کی زیارت کے لئے سفر کیا جاتا ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد ابراہیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(خزانہ کعبہ) ہیں۔

صفحہ نمبر۲۴ سطر نمبر۶۔ ترجمہ آیت قرآن پاک۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اوّل سے تقویٰ پر ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کھڑے ہو کر (نماز پڑھائیں) کیونکہ اس مسجد میں ایسے لوگ آتے ہیں جو طہارت کے دلدادہ ہیں اور طہارت کے دلدادہ ہیں اور طہارت پسند لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

صفحہ نمبر۲۵ سطر نمبر۱۲۔ آیت قرآن پاک۔ جب یہ (منافق لوگ کوئی تجارتی مشغلہ یا لہو و لعب کا کام دیکھتے ہیں تو آپ کو (منبر پر) کھڑے ہوئے چھوڑ کر ادھر بھاگ جاتے ہیں۔

صفحہ نمبر۲۶ سطر نمبر۳۔ حدیث کا ترجمہ۔ اے انصار کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے۔ آخر حدیث تک۔

صفحہ نمبر۲۸ سطر نمبر۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد ۷۰×۶۰ بنائی یا اس سے کچھ زیادہ بنائی۔

صفحہ نمبر۲۹ سطر نمبر۲۔ ترجمہ حدیث۔ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ مگر مسجد الحرام کی فضیلت اس سے بھی زیادہ ہے۔

صفحہ نمبر۲۹ سطر نمبر۵۔ ترجمہ حدیث۔ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میری مسجد سب سے آخری مسجد ہے۔

صفحہ نمبر۲۹ سطر نمبر۱۸۔ ترجمہ حدیث۔ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ البتہ مسجد الحرام کو اس پر بھی فضیلت ہے۔

صفحہ نمبر۲۲ سطر نمبر۲۔ جب ان مکانات کو حرم نبوی میں شامل کیا گیا تو لوگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ بلا چوں چرا بصد خوشی مکانات دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

صفحہ نمبر ۷۰ سطر ۲۰۔ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر اور منبر کے درمیان کثرت سے آتے جاتے کی وجہ سے ہے۔ اور اس لئے کہ اس کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے۔

صفحہ ۱۰۱ سطر نمبر ۱۲۔ کیونکہ وہاں پر ستون ایک دوسرے سے مل گئے۔ اس لئے مسجد کی شرقی دیوار کو باہر کی ہموار زمین تک باہر نکال دیا جو تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۵۹ ترجمہ دعا۔ اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ ہم اللہ عزوجل کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچ سکتے ہیں اور نہ نیکی کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ الٰہی! میں (اپنا گھر چھوڑ کر) تیرے گھر کی طرف چل پڑا ہوں۔ تو نے ہی مجھے (میرے گھر سے) نکالا ہے۔ الٰہی! مجھے سلامت رکھنا اور میری طرف سے ہر ایک کو سلامت رکھنا۔ مجھے خیر و عافیت سے میرے گھر واپس پہنچانا جس طرح مجھے تو نے (میرے گھر سے) نکالا ہے۔ الٰہی! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں خود گمراہ ہو جاؤں یا کوئی مجھے گمراہی کے گڑھے میں پھینک دے۔ یا (دین کے معاملہ میں) خود پھسل جاؤں یا کوئی مجھے پھسلا دے یا میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی اور بے وقوفی کا کام کروں یا میرے ساتھ کوئی احمقانہ رویہ اختیار کرے۔ تیرا پڑوسی عزت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ تیری تعریف بہت بڑی ہے اور تیرا نام برکت والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

صفحہ نمبر ۱۶۱ سطر نمبر ۶۔ حدیث کا ترجمہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ پر قیام فرماتے تو وہاں سے رخصت ہونے سے پیشتر دو رکعت ادا کرتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرمِ مکی

صفحہ نمبر ۱۹۲ ، سطر نمبر ۳ پر حاشیہ لہ "اخبار العالم الاسلامی" مکہ مکرمہ کے بیان کے مطابق یہ زمین دوز راستے اس سال مکمل ہو چکے ہیں رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ۔

الفلاح ۔ بی ۔ اے

المكتبة الرحمانية
۹۹ ۔۔ جے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
نمبر 16059

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

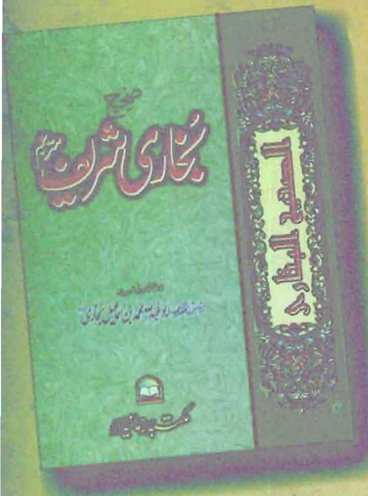

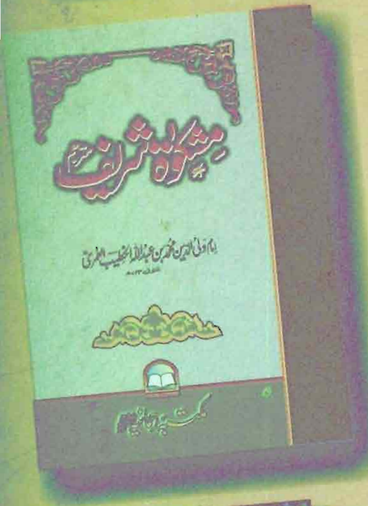

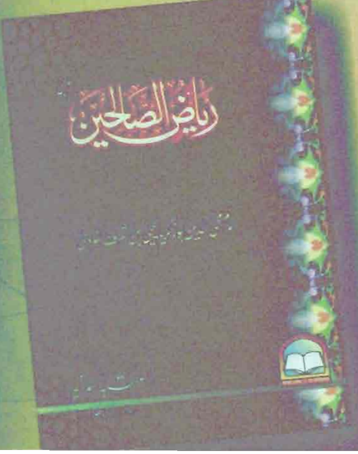

MAKTABA-E-REHMANIA

ہماری چند دیگر

خوبصورت اور

معیاری مطبوعات